جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

147

تذکرہ

امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی

قدس سرّہ

مرتبہ

محمد منظور نعمانی

مدیر الفرقان لکھنؤ

اقبال روڈ سیالکوٹ

Marfat.com

صفحات ۳۵۲

طبع دوم ... ... (اکتوبر ۱۹۶۰ء) ۵۰۰

قیمت مجلد مع ڈسٹ کور (چار روپے) ... 6/25

ناشر ... ... کتب خانۂ الفرقان لکھنؤ

طابع ... ... حفیظ الرحمٰن نعمانی

مطبوعہ ... ... تنویر پریس لکھنؤ

ملنے کا پتہ

کتب خانۂ الفرقان — کچہری روڈ

لکھنؤ

Marfat.com

فہرست مقالات و عنوانات بقید صفحہ

تعارف! (از مرتب) ۵

حدیث تجدید اور اس کی تخریج ۱۲

حدیث تجدید کی شرح اور مجددیت کی حقیقت (از محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ) ۱۳

الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ

(از مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ) ۲۵

الٰہی مذہب یا ہندوستان کا فتنۂ اکبری ۳۲

اجتہاد کا دعویٰ ۴۳

الف ثانی کا نظریہ اور دین الٰہی کی تدوین ۴۴

دین الٰہی کے بعض عناصر ۶۳

عبادت میں بجائے توحید کے شرک صریح ۶۳

سود اور جوئے کی حلت ۷۰

شراب کی حلت ۷۰

ڈاڑھی کی درگت ۷۱

غسل جنابت کی منسوخی ۷۲

نکاح کے قوانین میں مضحکہ خیز ترمیمیں ۷۳

بے پردگی ۷۴

زنا کی تنظیم ۷۴

رسم ختنہ ۷۵

میت کو دریا برد کرنے یا جلانے کا حکم ۷۵

سوؤروں اور کتوں کا تقدس ۷۶

شیر اور بھیڑیے کے گوشت کی حلت اور گائے بھینس کے گوشت کی حرمت ۷۸

ہندی کتابوں سے شغف اور عربی کو گرانے کی کوشش ۸۰

اکبر کے بگاڑ میں علماء دنیا کا حصہ ۸۶

ملا مبارک ناگوری اور ان کے دونوں لڑکے ۸۹

اس دور کے بعض علماء آخرت اور ان کی کوششیں ۹۱

حضرت مجددؒ کا ابتدائی زمانہ اور ابوالفضل و فیضی سے آپ کی ملاقاتیں ۹۴

اکبر کے بعد جہانگیر کی تخت نشینی اور آپ کی تجدیدی مہم کا آغاز ۹۵

ارکان سلطنت سے تعلقات، اور ان کے ذریعہ اصلاح کی کوشش ۹۶

ان کوششوں کا مبارک انجام ۱۰۰

اس دور کے صوفیہ اور ان کا تصوف ۱۰۳

مجدد الف ثانی کا تجدیدی جہاد

(از محمد منظور نعمانی) ۱۲۷

الف ثانی اور ظلمت بدعات ۱۴۰

فتنوں کے تین سرچشمے۔ اکبری راج، علماء سوء، صوفیہ باطلہ ۱۴۳

سلطنت کو راہ راست پر لانے کے لیے آپ کی خاموش جدوجہد ۱۴۴

Marfat.com

علماء سوء اور گمراہی کے دو دروازے
(نااہلیت اور ناخدا ترسی کے باوجود دعویٰ اجتہاد
اور "بدعت حسنہ" کا نظریہ) اور ان کے
خلاف حضرت مجدد کا جہاد ۱۵۸
غلط تصوف کی راہ سے آنیوالی گمراہیوں کے
خلاف حضرت مجدد کا تجدیدی جہاد ۱۶۵
فتنۂ رفض و تفضیلیت کے خلاف حضرت
مجدد الف ثانیؒ کا جہاد ۱۸۰
افضلیت شیخین رضؓ ۱۸۲
بعض الہامی معارف ۱۸۵
حضرت عثمانؓ کی افضلیت ۱۹۲
مشاجرات صحابہ رضؓ ۱۹۵
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ۲۰۰
حضرت طلحہ و زبیر رضؓ ۲۰۲
حضرت امیر معاویہ رضؓ ۲۰۶
شرف صحبت ۲۰۸
سارے مطاعن کا ایک اصولی جواب ۲۱۲

امام ربانی (قدس سرہٗ)
از حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب ظلہ ۲۱۷

نام و نسب ۲۲۱
وطن اور ولادت سراپا بشارت ۲۲۳
تحصیل علم ۲۲۴
تحصیل طریقت ۲۲۵
بعض ظاہری کمالات ۲۳۵
کچھ باطنی کمالات ۲۷۵
حضرت کی مجددیت ۲۸۱
وفات حسرت آیات ۲۸۵
باقیات الصالحات ۲۸۸
مکتوبات امام ربانی کا تعارف
(از مولانا سراج الحق مچھلی شہری) ۲۹۷
حضرت مجدد الف ثانیؒ شاہ
ولی اللہ دہلویؒ کی نظر میں ۲۹۹
نواب صدیق حسن خان مرحوم کا
خراج عقیدت ۳۰۷
حضرت مجددؒ یورپ کی نظر میں ۳۰۹
(از مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی)
تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانیؒ
(از مولانا نسیم احمد صاحب فریدی) ۳۱۰
علامہ اقبال حضرت مجددؒ کے
مزار پر ۳۵۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اب سے ۲۱ سال پہلے ۱۳۵۷ھ میں الفرقان کا "مجدد الف ثانی نمبر" شائع ہوا تھا۔ اس کے لیے محض اللہ تعالیٰ کی خاص مدد و توفیق نے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کام اور آپ کے حالات و سوانح کے متعلق چند ایسے مقالات فراہم کرا دیے تھے جنھوں نے صرف آپ کے کام و مقام کا تعارف ہی نہیں کرایا بلکہ اللہ ہی کو علم ہے کہ کتنے دلوں میں احیاءِ دین کا جذبہ و حوصلہ بھی پیدا کر دیا، اور طریقۂ کار کے بارہ میں اصولی رہنمائی بھی کی۔ فللہ الحمد والمنۃ ـــــ اس نمبر کی اشاعت کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ اس وقت اس کا نکلنا اور اس کے لیے ان مقالات کا لکھا جانا کوئی محض اتفاقی بات نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اس وقت اس کی توفیق ایک لطیفۂ غیبی ہے۔ اور اس ملک میں جو نیا دور شروع ہو رہا ہے اس میں دینی کام کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا ایک سامان ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ دلوں اور دماغوں کو اور یہاں کے دینی ادب کو "الفرقان کے مجدد الف ثانی نمبر" نے جتنا متاثر کیا اس کی نظیر ہماری دینی صحافت میں تلاش کرنے سے بھی شاید ہی مل سکے۔ یہ محض فضل تھا اللہ تعالیٰ کا اور برکت تھی اس کے اس مخلص بندے کی جس کے حالات و سوانح اور دین کی حفاظت و تجدید کے سلسلہ کے اس کے کاموں کا اس میں تذکرہ کیا گیا تھا۔

Marfat.com

اس نمبر کی اشاعت سے یہ بات بھی پہلی دفعہ کھل کر سامنے آئی کہ مسلمانوں کی دینی زندگی کے لیے جو سنگین مسائل اس ملک میں پیدا ہو رہے ہیں اور ہوں گے اُن کے بارے میں سب سے زیادہ رہنمائی یہاں کے دین کے خادموں کو امام ربانی مجدد الف ثانی کی زندگی سے اور آپ کے تجدیدی جہاد سے مل سکے گی۔ جو عام طور پر آپ کے مکتوبات کے ضخیم دفتروں میں اور آپ سے متعلق دوسری اہم کتابوں میں محفوظ ہے، البتہ اس کو موجودہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق نئے طرز سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے ـــــ اس بات کو اُجاگر کرنے اور محسوس کرانے میں سب سے زیادہ حصہ اور دخل مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقالہ کا تھا جو "مجدد نمبر" میں "الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اور ایک لحاظ سے گویا اس نمبر کی جان تھا۔

اسی بنا پر اس عاجز کے اور مولانا ممدوح کے درمیان یہ بات طے ہوئی تھی کہ وہ اس مقالہ ہی کے منہاج پر اور ضرورت وقت کے نقطۂ نگاہ سے حضرت مجدد قدس سرہ کی مستقل سوانح حیات لکھیں گے اور یہ عاجز اس پر مقدمہ لکھے گا اور اس کی طباعت و اشاعت کا بھی اہتمام کرے گا ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ ہی اپنے فیصلوں کی حکمتوں کا جاننے والا ہے، ابھی یہ منصوبہ ہی تھا کہ مولانا مرحوم اس دنیا سے اُٹھا لیے گئے، اور اُن بیسیوں علمی کاموں کے ساتھ جن کی ان سے توقع تھی اور وہ انہی کے کرنے کے تھے یہ کام بھی رہ گیا ـــــ "وَكَمْ حَسَرَاتٍ فِي بُطُونِ الْمَقَابِرِ" ـــــ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الابرار الصالحین

بہرحال وہ ضرورت اپنی جگہ باقی ہے اور کوئی نہیں ہے جو وہ لکھ سکے جو مولانا مرحوم لکھتے۔ اُن کا رسا ذہن اور ان کی زبان و بیان کوئی کہاں سے لائے۔

عرصہ تک غور کرنے کے بعد اس عاجز نے اس سلسلہ میں یہ طے کیا کہ حضرت مجدد

قدس سرہ کی کسی نو تصنیف سوانح حیات کے بجائے، آپ سے متعلق دو مجموعے الگ الگ شائع کر دیے جائیں، ـــــــ ایک آپ کے مکتوبات کا ایک جدید انتخاب جس میں مکتوبات کے تینوں دفتروں سے وہ تمام مکاتیب لے لیے جائیں جن سے حضرت ممدوح کے تجدیدی کام پر روشنی پڑتی ہے اور جن میں اس دور کے خاص کر برِ اعظم ہند و پاک کے مسلمانوں کے لیے وہ خاص رہنمائی اور روشنی ہے جس کے وہ آج اپنی زندگی کے انفرادی و اجتماعی مسائل میں خصوصیت سے محتاج ہیں۔

اور دوسرا مجموعہ مولانا گیلانی مرحوم اور دوسرے حضرات کے اُن چند مضامین و مقالات کا جو مجدد نمبر میں یا اس کے بعد الفرقان کے کسی شمارہ میں شائع ہوئے ہیں اور جن کی یکجائی سے حضرت مجدد قدس سرہ کی زندگی اور آپ کے تجدیدی جہاد کی ایک حد تک مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے جس سے ہم آج کے اپنے مسائل میں روشنی اور رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں ـــــــ

امید ہے کہ ان دونوں مجموعوں سے انشاء اللہ وہ ضرورت بڑی حد تک پوری ہو جائے گی جس کے لیے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ایک جدید سوانح کی تالیف کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔

ان میں سے پہلا کام یعنی مکتوبات کے انتخاب و ترتیب اور ترجمہ کا کام، میں نے اپنے مخلص دوست مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کے سپرد کر دیا ہے، انشاء اللہ اسی سال (۱۳۷۸ھ) میں وہ اس کو مکمل کر لیں گے اور دوسرا مجموعہ حضرت مجدد قدس سرہ سے متعلق مضامین و مقالات کا اس کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

اس میں سب سے پہلے صرف ایک صفحہ پر تو حدیث تجدید کی تخریج کے متعلق چند سطریں ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جس حدیث پر دین میں سلسلۂ تجدید کی بنیاد ہے اس کو کن کن محدثین نے روایت کیا ہے اور محدثین کے نزدیک وہ کس درجہ کی

حدیث ہے۔

اس کے بعد اسی حدیث تجدید کی تشریح اور "تجدید دین کی حقیقت" پر ناچیز راقم سطور کا ایک مضمون ہے جو ابھی اس مجموعہ ہی کے لیے لکھا گیا ہے اور مختصر ہونے کے باوجود خود راقم کی نظر میں اس کی خاص اہمیت ہے ـــــ اس کے بعد "مجدد نمبر" والے مقالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلا مقالہ "الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کی پہلی قسط قریباً پچاس صفحے پر بھی دنمبر میں شائع ہوئی تھی، اور دوسری قسط کئی مہینے بعد ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ کے الفرقان میں شائع ہوئی تھی۔ یہ مقالہ صفحہ ۲۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۳۶ پر ختم ہوا ہے ـــــ

مولانا مرحوم کے مقالہ کے بعد متصلاً راقم سطور کا مقالہ ہے جس کا عنوان ہے "حضرت مجدد الف ثانی کا جہاد تجدید" چونکہ اس سے مولانا مرحوم کے مقالہ کے بعض اشارات کی وضاحت ہو جاتی ہے اور دونوں کا اصل موضوع اور مدعا بھی قریب قریب ایک ہی ہے۔ اس لیے اس مقالہ کو مولانا کے مقالہ کے بعد متصلاً ہی جگہ دینا مناسب سمجھا گیا۔ یہ مقالہ صفحہ ۱۳۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۱۶ پر ختم ہوا ہے۔

اس کے بعد تیسرا مقالہ حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی مجددی مدظلہ کا ہے۔ یہ مقالہ مجدد نمبر میں "الخطبۃ الشوقیہ" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ یہ مقالہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا نہایت شوق انگیز اور ساتھ ہی مستند ترین تذکرہ ہے، جو صرف آپ کے مکتوبات شریف سے مرتب کیا گیا ہے ـــــ

جہاں تک اس عاجز کا اندازہ ہے حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب مدظلہ کو ہمارے علمی اور دینی حلقوں میں بھی، ایک صاحب تصنیفات عالم اور مرحوم "النجم لکھنؤ" کے مدیر، اور شیعوں کے مقابلہ میں اہلسنت کے وکیل اور مناظر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، حالانکہ مولانا ممدوح کا اصلی مقام یہ ہے کہ وہ نقشبندی مجددی امانت کے امین ایک شیخ وقت

ہیں۔ اور اپنے سلسلہ کے اکابر مشائخ میں سے خاص کر حضرت امام ربانی قدس سرہ سے تو ان کا ایسا قلبی تعلق ہے کہ جب ذکر چھڑ جائے تو معلوم ہوتا ہے زبان نہیں بلکہ دل بول رہا ہے، مولانا ممدوح کے اس حال کی جھلک ناظرین کرام انشاء اللہ ان کے اس مقالہ میں بھی محسوس کریں گے ___ حضرت مولانا نے اپنے اس مقالہ میں مکتوبات امام ربانی کے فارسی اقتباسات کا اردو میں ترجمہ نہیں کیا تھا اور "مجدد نمبر" میں وہ اسی طرح شائع ہوا تھا، لیکن اب یہ محسوس کر کے کہ اس قسم کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے والوں میں بڑی تعداد فارسی نہ جاننے والوں کی ہوتی ہے، تمام فارسی عبارات کا ترجمہ بھی کرا دیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ ہمارے کرمفرما دوست اور حضرت مولانا مدظلہ کے مخلص نیازمند اور رفیق جناب مولانا قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی (استاذ دار المبلغین لکھنؤ) نے میری استدعا پر کیا ہے۔ اس کے لیے میں ان کا بہت ممنون اور شکر گزار ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو اس خدمت کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ حضرت مولانا کا یہ مقالہ صفحہ ۲۱۰ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۹۶ پر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد دو صفحہ پر مکتوبات امام ربانی کا کچھ اجمالی تعارف ہے، یہ مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہری کے اس مضمون سے ماخوذ ہے جو مجدد نمبر میں شائع ہوا تھا۔

اس کے بعد ایک عنوان ہے "حضرت مجدد الف ثانی" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی نظر میں"۔ اور چند صفحے کے بعد دوسرا عنوان ہے "نواب صدیق حسن خاں مرحوم کا خراج عقیدت"۔ ان دونوں عنوانوں کے تحت حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری (حال صدر مفتی دار العلوم دیوبند) کے اس مقالہ کے دو اقتباس درج کیے گئے ہیں جو "مجدد نمبر" میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک عنوان ہے "حضرت مجدد الف ثانی ہم سب کی نظر میں" اس کے ذیل میں مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کی ایک مختصر تحریر ہے جو مولانا نے "مجدد نمبر" کے لیے لکھی تھی۔

اس کے بعد ہمارے دوست مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کا مقالہ ہے جس کا عنوان ہے "تذکرہ خلفاء مجدد"

الف ثانی"، اس میں حضرت امام ربانی کے تمام مشہور خلفاء کے کچھ حالات لکھے گئے ہیں، ان حالات سے حضرت امام ربانی کے کام کی وسعت اور آپ کے طریقہ کار پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

اس مجموعہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ اب سے قریباً ساڑھے تین سو سال پہلے اکبر کے عہدِ حکومت میں اسلام اور اُمتِ مسلمہ کو اس ملک میں کتنے سخت ناموافق حالات کا سامنا تھا، مہیب فتنوں کی کیسی یلغار تھی، دین اور حاملانِ دین کے لیے حالات کس قدر خطرناک تھے، مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے اسلام سے ہٹانے کی کیسی دجالی سازشیں ہو رہی تھیں اور حکومت کی سرپرستی میں اور اس کے پورے وسائل کی مدد سے اصلی اسلام کو ہندوستان سے جلاوطن کرنے اور مسلمانوں میں ایک نئے دین کو مقبول بنانے کے لیے کیا کچھ ہو رہا ہے "وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ"۔

پھر اللہ کے ایک بندہ شیخ احمد سرہندی نے ان ہی تیرہ و تاریک حالات میں دین کی حفاظت و تجدید کا کام کس طرح شروع کیا اور کس طرح وقت کے شیطانی فتنوں، دجالی سازشوں اور حکومت کی طرف سے پھیلائی جانے والی سخت گمراہیوں سے مسلمانوں کو اور اُن کے دین کو بچایا، اور آخر میں حکومت کے رُخ کو بھی درست کر دینے میں آپ کتنے کامیاب ہوئے۔

اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ امام ربانی نے یہ سارا کام وقت کے ایک شیخ اور صوفی کی حیثیت سے کیا اور اس سلسلۂ تصوف ہی کو اپنی اس پوری مہم کا ذریعہ بنایا جس کے خلاف زبانی اور قلمی جہاد کرنا آج کے بہت سے مجاہدین لسان و قلم کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔

نیز اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ "تجدید و احیاء دین" کا کام حکومتی انقلاب کے سیاسی منصوبوں اور پروگراموں کے بغیر بھی اور پولیٹیکل پارٹیوں کے طرز کی کوئی

Marfat.com

دینی پارٹی بنائے بغیر بھی ہو سکتا ہے، اور ہوا ہے، اور ایسا ہوا ہے کہ تجدید و احیاء دین کی پوری تاریخ میں اتنے کامیاب انقلاب کی مثال ملنی مشکل ہے۔

اگر اللہ توفیق دے تو دین کے وہ سب دردمند جو کفر و الحاد اور مادہ پرستی کے عام غلبہ کی وجہ سے (خاص کر اُن ملکوں میں جن کو اسلامی ممالک کہا جاتا ہے) احیاء دین کی جدوجہد کے معاملہ میں اپنے کو بالکل بے بس اور بے دست و پا سمجھ رہے ہیں، حضرت امام ربانی کی جدوجہد اور طریق کار سے بہت کچھ رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں، اس طریق کار کے لیے ہر جگہ راستہ کھلا ہوا ہے۔ لیکن جن کی تشفی وقت کے چلتے ہوئے سیاسی نعروں ہی سے ہو سکتی ہے اُن کا کوئی علاج نہیں —— قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

رجب ۱۳۷۸ھ

(جنوری ۱۹۵۹ء)

Marfat.com

حدیث تجدید اور اُس کی تخریج

مجدد کی اصطلاح ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس کو اصحاب صحاح میں سے امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا متن یہ ہے

ان اللہ عز وجل یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (سنن ابی داؤد باب ما یذکر فی قرن المائۃ)	اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔

اس حدیث کو حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ (صفحہ ۵۲۲ ج ۴)

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ابوداؤد اور حاکم کے علاوہ طبرانی کی معجم اوسط کا بھی اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے، اور سند و رجال کے بارہ میں لکھا ہے،

"سندہ صحیح و رجالہ کلھم ثقات"۔ (مرقاۃ صفحہ ۲۴۸ ج ۱)

اور کنز العمال میں اس حدیث کو روایت کرنے والے محدثین میں امام بیہقی کا اور اُن کی کتاب معرفۃ السنن والآثار کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۳۸ ج ۶)

اور حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے مجموعۃ الفتاویٰ میں اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں ان کے علاوہ حلیۂ ابو نعیم، اور مسند بزار اور مسند حسن بن سفیان اور کامل ابن عدی کا بھی ذکر کیا ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ صفحہ ۱۵۱ ج ۲)

[تخریج کے یہ سارے حوالے حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری کے اس مقالہ سے ماخوذ ہیں جو الفرقان کے مجدد نمبر ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا تھا]

Marfat.com

حدیث تجدید کی شرح
اور
مجدّدیت کی حقیقت

از محمد منظور نعمانی

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر جو گوناگوں احسانات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی ہدایت کے لئے اور اپنے قرب و رضا اور جنت کا ان کو مستحق بنانے کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسانی دنیا کے آغاز سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک یہ سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ جب اور جس خطۂ زمین میں انسانوں پر گمراہی کا غلبہ ہوا اور انھیں آسمانی ہدایت کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اپنا کوئی نبی ان میں بھیج کر ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائی، اس طرح ہزاروں سال یہ سلسلہ جاری رہا، اور انسانوں کی روحانی استعداد فطری طور پر بھی اور انبیاء علیہم السلام کی مسلسل تعلیم و تربیت کے ذریعہ بھی برابر ترقی کرتی رہی، یہاں تک کہ اب سے کوئی چودہ سو برس پہلے جب انسانیت روحانی استعداد کے لحاظ سے گویا بالغ ہوگئی اور دنیا کے مختلف حصوں کے درمیان اسی زمانہ میں روابطہ اور تعلقات بھی قائم ہونے کی صورتیں پیدا ہوگئیں اور آمد و رفت کے وہ وسائل پیدا ہونے لگے جن کی وجہ سے ایک طرف کے علوم و افکار دوسری طرف منتقل ہونا ممکن ہوگیا اور مختلف حصوں میں بٹی ہوئی دنیا جب اس طرح ایک دنیا بن گئی تو حکمت الٰہی نے فیصلہ کیا کہ اب ایک ایسی کامل ہدایت اور ایسا مکمل دین پوری انسانی دنیا کو عطا فرما دیا جائے جو سب قوموں

Marfat.com

کے حسب حال ہو اور جس میں آئندہ کبھی کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہ ہو اور ایک ایسے نبی و رسول کے ذریعہ اس ہدایت اور اس دین کو بھیجا جائے جو سب ملکوں اور سب قوموں کا نبی ہو اور پھر اسی نبی پر نبوت کے اس سلسلہ کو ختم کر دیا جائے۔

حکمت خداوندی نے اس فیصلہ کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین بنا کر ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان کے ذریعہ بھیجے ہوئے مقدس صحیفۂ قرآن مجید میں ختم نبوت اور تکمیل دین کا اعلان بھی فرما دیا۔

پھر سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جس وسیع اور عالمگیر پیمانہ پر اس دین حق کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اور آپ کی دعوت و تعلیم کے نتیجہ میں جو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی انقلاب دنیا میں برپا ہوا اور پوری انسانی دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و ہدایت کا جیسا دروازہ کھلا اور آپ کا اتباع کر کے دنیا کی مختلف قوموں میں جتنے لوگ حق آگاہ اور خدا رسیدہ بنے اور دنیا میں تہذیبوں اور تمدنوں کے ہزاروں انقلابوں کے باوجود انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام شعبوں میں رہنمائی کے لیے آپ کا لایا ہوا دین قریباً ڈیڑھ ہزار سال سے آج تک جیسا کافی ثابت ہو رہا ہے۔ یہ سب باتیں ہر سلیم الفطرت انسان کے لیے ہر حسی معجزہ سے بڑھ کر اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ بیشک ساری انسانی دنیا کے لئے آپ نبی برحق اور خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کا لایا ہوا دین کامل و مکمل اور آخری دین ہے۔

پھر جس حکمت خداوندی نے ختم نبوت اور تکمیل دین کا یہ فیصلہ کیا اسی کا فیصلہ یہ بھی تھا کہ دوسرے عام نبیوں کی طرح خاتم انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عمر طبعی ہی دی جائے گی، چنانچہ بعثت کے ۲۳ سال بعد ۶۳ سال کی عمر میں آپ کو اس دنیا سے اٹھا لیا گیا اور آپ کے بعد قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لے کر اس کا ایک ظاہری انتظام اس

عالمِ تکوین میں یہ تجویز کیا کہ ہر زمانہ اور ہر دور کی ضرورت کے مطابق ایسے لوگ آپ کی امت میں پیدا ہوتے رہیں جو اس دین کی حفاظت و خدمت ہی کو اپنا وظیفۂ حیات بنائیں۔ چنانچہ ماضی کی تاریخ اور حال کا مشاہدہ گواہ ہے کہ ہر دور میں اس امت میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی رہی ہے جنھوں نے دین کے تعلّم وتعلیم اور حفاظت و خدمت ہی کو اپنا خاص مشغلہ اور وظیفہ بنایا۔ یہاں تک کہ آج بھی جبکہ مادہ پرستی اور دنیا طلبی پوری انسانی دنیا پر گویا چھائی ہوئی ہے، امت محمدی میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے افراد موجود ہیں جو دین کے تعلّم وتعلیم اور اس کی حفاظت و خدمت ہی کے کسی کام کو اپنی زندگی اور اپنی توانائیوں کا مصرف بنائے ہوئے ہیں — یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے تجویز کئے ہوئے اسی انتظام اور اس کی مشیت کے اسی فیصلہ کا ظہور ہے جس کا ذکر اوپر کی سطروں میں کیا گیا ہے۔

اور چونکہ یہ دین قیامت تک کے لئے اور دنیا کی ساری قوموں کے لئے تھا اور مختلف انقلابات سے اس کو گزرنا اور دنیا کی ساری قوموں اور ملتوں اور انکی تہذیبوں سے اس کا واسطہ پڑنا تھا اور ہر مزاج و قماش کے لوگوں کو اس میں آنا تھا اس لیے قدرتی طور پر ناگزیر تھا کہ جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی آسمانی تعلیم وہدایت میں طرح طرح کی تحریفیں اور آمیزشیں ہوئیں اور عقائد واعمال کی بدعتوں نے ان میں جگہ پائی اسی طرح خدا کی نازل کی ہوئی اس آخری ہدایت وتعلیم میں بھی تحریف وتبدیل کی کوششیں کی جائیں اور فاسد مزاج عناصر اس کو اپنے غلط خیالات اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کے لئے حقائق دینیہ کی غلط تاویلیں کریں اور سادہ لوح عوام ان کے دجل وتلبیس کا شکار ہوں اور اس طرح یہ امت بھی عقائد واعمال کی بدعات میں مبتلا ہو جائے، اس لئے سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس دین حق کی حفاظت کے لئے ایک خاص

انتظام یہ بھی ضروری تھا کہ ہر دور میں کچھ ایسے بندگان خدا پیدا ہوتے رہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کی خاص فہم و بصیرت عطا ہو جس کی وجہ سے وہ اسلام اور غیر اسلام اور سنت و بدعت کے درمیان امتیاز کی لکیر کھینچ سکیں۔ اور اسی کے ساتھ دین کی حفاظت کا خاص داعیہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں میں ڈالا جائے اور اس راہ میں ایسی عزیمت بھی ان کو عطا فرمائی جائے کہ ناموافق سے ناموافق حالات میں بھی وہ اس قسم کے ہر فتنہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں اور دین حق کے چشمۂ صافی میں الحاد و بدعت کی کوئی آمیزش نہ ہونے دیں۔ اور امت کے عقائد یا اعمال میں جب کوئی زیغ یا فساد پیدا ہو یا غفلت اور بے دینی کا غلبہ ہو تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وفادار لشکری کی طرح وہ اس کی بیخ کنی کے لئے اپنی پوری طاقت کے ساتھ جدوجہد کریں اور کوئی لالچ اور کوئی خوف ان کے قدم نہ روک سکے ——— اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اس ضرورت کا بھی تکفل فرمایا اور اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر حکمت الٰہی کے اس فیصلہ کا اعلان فرمایا کہ ——— اللہ تعالیٰ میری امت میں قیامت تک ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا جو دین کی امانت کے حامل و امین اور محافظ ہوں گے، وہ اہل افراط و تفریط کی تحریفات، اہل زیغ و ہویٰ کی تراشی ہوئی بدعات اور حق ناآشنا مدعیوں کی تاویلات سے دین کو محفوظ رکھیں گے اور اس کو اس کی بالکل اصلی شکل میں (جس میں کہ وہ ابتدا میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آیا تھا) امت کے سامنے پیش کرتے رہیں گے اور اس میں نئی روح پھونکتے رہیں گے ——— اسی کام کا اصطلاحی عنوان تجدید دین ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے یہ کام لے وہی مجدّدِ دین ہیں۔

بعض لوگوں کی باتوں سے محسوس ہوتا ہے کہ مجددیت کے بارہ میں ان کا تصور

Marfat.com

کچھ ایسا ہے کہ گویا وہ نبوت سے چھوٹے درجہ کا کوئی خاص منصب ہے، اور ہر صدی میں اللہ تعالیٰ اپنے بس کسی ایک خاص بندے کو اس منصب پر فائز کرتا ہے اور اس صدی کے مسلمانوں کی فلاح وسعادت اور دینی و روحانی کمالات کا حصول اس پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ اپنی صدی کے اس مجدد کو پہچانیں اور اس کا اتباع کریں۔

اس عاجز کو کافی تلاش اور مطالعہ کے بعد بھی مجددیت کے اس تصور کی کتاب و سنت میں کوئی اصل و بنیاد نہیں مل سکی۔ سنن ابی داؤد اور مستدرک حاکم وغیرہ کی وہ مشہور حدیث جو اس مسئلہ تجدید کی گویا تنہا اساس و بنیاد ہے، اس کا مطلب ومفاد جو اس کے الفاظ سے سمجھا جاسکتا ہے وہ بس اتنا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (جو اپنے اعلان ومنشور "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون" کے مطابق دین کی حفاظت کا ذمہ لے چکا ہے) ہر دور میں ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو آمیزشوں اور آلائشوں سے دین کو صاف کرتے اور نکھارتے رہیں گے اور اس کی رگوں میں اپنی جدوجہد سے تازہ خون دوڑاتے رہیں گے ـــــ حدیث کے الفاظ (جو چند صفحے پہلے بھی درج ہو چکے ہیں) یہ ہیں۔

"ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔"

اس میں جو مَن کا لفظ ہے وہ جس طرح واحد اور فرد کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح جمع اور جماعت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، بلکہ شارحین حدیث نے خاص اسی حدیث کی شرح میں بھی اسکی تصریح کی ہے (ملاحظہ ہو "مرقاۃ الصعود" از علامہ سیوطیؒ اور "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" از علامہ علی قاری مکیؒ) اسی طرح جن حضرات نے اس حدیث کے لفظ راس کی وجہ سے کسی کے مجدد ہونے کے لئے بطور شرط کے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اس کا تجدیدی کام صدی کے سرے پر (یعنی صدی کے شروع میں یا آخر میں) جلدی

ہونا چاہئے، اور صدی سے انھوں نے یہی معروف ہجری صدی مراد لی ہے، (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے) ان سے یقیناً لغزش ہوئی ہے۔ سنہ ہجری کا یہ نظام تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے قائم ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو یہ نظام تھا ہی نہیں اور یہ اصطلاح اس وقت تک وضع ہی نہیں ہوئی تھی، اس لئے اس حدیث کے لفظ "کل مائۃ سنۃ" سے ہجری صدی مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا مطلب بس "کل قرن" ہوگا اور پھر راس کی قید کو اتفاقی ہی ماننا پڑیگا۔[1] اور اس بنا پر حدیث کا مطلب بس یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر قرن اور ہر دور میں اس امت مسلمہ میں ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کرتے رہیں گے یعنی ماحول اور زمانہ کی آلائشوں اور آمیزشوں سے اس کو صاف کرتے اور نکھارتے رہیں گے اور اس کی رگوں میں تازہ خون دوڑاتے رہیں گے۔

اور اس امت کی تاریخ گواہ ہے کہ ایسے بندے ہر دور میں برابر پیدا ہوتے رہے ہیں، اور دین کی تجدید کا یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا ہے، اور ہماری دینی تاریخ ہی اس کی بھی شاہد اور مصدق ہے کہ تجدید کا یہ کام کبھی اور کسی ملک میں ہجری صدی کی ابتداء میں ہوا ہے کبھی اور کہیں وسط میں اور کبھی اور کہیں اواخر میں ـــــــ نواب

[1] اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ حدیث کے لفظ "کل مائۃ سنۃ" سے صدی کا کوئی متعین نظام مراد ہو ہی نہیں سکتا، سنہ ہجری کی اصطلاح تو اس وقت وضع ہی نہیں ہوئی تھی، اس کے علاوہ ولادت نبوی یا بعثت نبوی یا وفات نبوی کے حساب سے صدی کا نظام متعین کرنے کا بھی کوئی قرینہ حدیث میں نہیں ہے۔ اس لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ حدیث کے لفظ "کل مائۃ سنۃ" کا مطلب بس "کل قرن" سمجھا جائے اور ظاہر ہے کہ جب اس لفظ سے صدی کا کوئی متعین نظام مراد نہیں رہا تو پھر "راس" کے لفظ کو قید اتفاقی بلفظ دیگر مقحم ہی ماننا پڑے گا جیسے کہ عربی میں "علی رؤس الاشہاد" میں رؤس کا لفظ مقحم ہے اور فارسی یا اردو میں "برسر منبر" اور "برسر مجلس" میں سر کا لفظ مقحم ہوتا ہے۔

Marfat.com

صدیق حسن خاں مرحوم نے "حجج الکرامہ" میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ

مراد برأس بدایت مائة نیست بلکہ مقصود بعثت مجدد در ہر مائة است خواہ در اول مبعوث باشد یا در وسط یا در آخر و قید رأس اتفاقی است و غرض آنست کہ ہیچ مائة از وجود کدام مجدد دین خالی نہ باشد و وجود ...... مجددین در ہر مائة از اوائل و اواسط و اواخر موید تصحیح ایں احتمال است۔ (حجج الکرامہ ص ۱۳۴)

"راس مائۃ" سے مراد خاص صدی کا آغاز نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں مجدد کھڑے کرے گا، خواہ شروع میں خواہ درمیان میں خواہ آخر میں، اور راس کی قید محض اتفاقی ہے، اور غرض حدیث کی صرف یہ ہے کہ کوئی صدی کسی مجدد کے وجود سے خالی نہ رہے گی، اور ہر صدی کے اوائل اور اواسط، اور اواخر میں مجددین کا ہونا اس احتمال کے صحیح ہونے کی تائید کرتا ہے۔

اس حدیث تجدید کی شرح کے سلسلہ میں ایک یہ بات بھی سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اصل منشا اور اس سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ بعض حضرات کی تحریروں اور ان کے طرز عمل سے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس ارشاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ امت حق و ناحق میں تمیز کرنے کے لئے اور دین میں صحیح رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اپنی صدی کے مجدد کو تلاش کیا کرے اور پہچانا کرے اور جب کسی کے بارہ میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو اس کا اتباع کیا کرے، حقیقی فلاح و سعادت بس اسی کے اتباع سے نصیب ہوگی۔

Marfat.com

اس ناچیز کے نزدیک ایسا سمجھنا غلط اور بہت غلط ہے، اس صورت میں تو یہ حدیث امت میں سخت اختلاف و تفریق اور فتنہ کی بنیاد بنے گی، ہر طبقہ اپنے علم و اندازہ اور اپنی عقیدتمندی کے لحاظ سے کسی کو مجدد کہے گا اور اصرار کرے گا کہ فلاح و سعادت بس اسی کے اتباع سے وابستہ ہے اور جو لوگ اس کے دامن سے وابستہ نہیں ہیں وہ فلاح و سعادت سے محروم ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ امت میں نئے نئے اختلافات پیدا ہوتے رہیں گے اور امت ان اختلافات کی وجہ سے مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہوتی رہے گی۔ اس لئے اس حدیث کا یہ مقصد و منشا تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس ارشاد سے امت کو یہ اطمینان دلانا ہے کہ یہ دین کبھی محرف نہیں ہو سکے گا اور نہ مرور زمانہ سے یہ بوسیدہ ہوگا اور نہ زمانہ کے انقلابات اس کی حقیقت کو بدل سکیں گے، بلکہ اللہ تعالےٰ اس کی بقا اور حفاظت اور تجدید کا انتظام برابر کرتا رہے گا اور ہر دور اور ہر قرن میں ایسے بندے پیدا ہوتے رہیں گے جو دین پر سے اس گرد و غبار کو برابر جھاڑتے رہیں گے جو زمانہ کی ہواؤں سے اس پر پڑے گا اور اس کی کہنگی دور کرنے کے لئے اس کی رگوں میں تازہ خون اپنی جدوجہد سے دوڑاتے رہیں گے۔ اس تشریح کی بنا پر یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے محکم وعدے "اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" کے سلسلہ کے ایک الٰہی انتظام کا بیان ہوگی اور ان دوسری حدیثوں کے ہم معنی ہوگی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں اور دوسرے عنوانوں سے بیان فرمایا ہے:-

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں "ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" کے زیر عنوان اس حدیث کی جو تشریح کی ہے اور اپنے خاص انداز میں اس کے

مقصد دنشاء اور اس کی حقیقت پر جو روشنی ڈالی ہے اس کا حاصل یہی ہے جو اس عاجز نے عرض کیا۔ کم از کم اس کی ابتدائی چند سطریں یہاں بھی پڑھ لی جائیں۔ فرماتے ہیں:۔

قوله صلی الله علیه وسلم "لا تجتمع هذه الامة علی الضلالة" وقوله صلی الله علیه وسلم "یبعث الله لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها" تفسیره فی حدیث اٰخر یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "میری یہ امت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی" اور آپ کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالےٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کرتے اور نکھارتے رہیں گے"۔ ۴

۴ آپ کے ان ارشادات کی وضاحت اور تشریح آپ کی اس حدیث سے ہوتی ہے (جو کتب حدیث میں مروی ہے) کہ میرے لائے ہوئے اس علم یعنی دین کی امانت کو ہر زمانے کے اچھے اور نیک بندے سنبھالیں گے اور اس کی خدمت و حفاظت کا حق ادا کریں گے، وہ غلو اور افراط والوں کی تحریفوں سے اور کھوٹے سکے چلانے والوں کی ملمع کاریوں سے اور جاہلوں کی فاسد تاویلوں

سے اس دین کی حفاظت کریں گے:۔

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے اپنے خاص حکیمانہ اور عارفانہ انداز میں اس پر روشنی ڈالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کی حفاظت و تجدید کے اس نظام اور فیصلہ کا اصل سّر اور راز کیا ہے۔ لیکن ہم نے جس مقصد کے لیے شاہ صاحبؒ کا حوالہ دیا تھا وہ ان کی اتنی ہی عبارت سے پورا ہو جاتا ہے ....

....

جو ہم نے اوپر نقل کی ہے ———— منقولہ عبارت میں جن تین حدیثوں کا ذکر ہے، شاہ صاحبؒ کے نزدیک ان سب کا مقصد و منشا ایک ہی ہے اور وہ یہی ہے کہ امت مطمئن رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کا لایا ہوا دین محفوظ رہے گا اور آپ کا روشن کیا ہوا چراغِ ہدایت ہمیشہ یوں ہی روشن رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس امت ہی میں سے ایسے بندے ہر دور میں کھڑے کرتا رہے گا جو اللہ و رسول کی اس امانت کی حفاظت کریں گے اور اس کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرتے رہیں گے اور اس طرح آپ کی لائی ہوئی ہدایت انسانی نسل کی آپ کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ رہنمائی کرتی رہے گی اور اللہ کے بندے اس کی روشنی میں سعادت کی راہ پر چلتے رہیں گے۔ اور اس دین کی حقیقت تحریفوں اور تاویلوں کے پردوں میں کبھی اس طرح گم نہ ہو سکے گی جس طرح پہلے نبیوں کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایتیں دنیا سے گم ہو گئیں۔

بس یہی ہے اس حدیثِ تجدید کی اور اس مضمون کی سب حدیثوں کی روح اور مراد، اور اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اس کارِ تجدید میں ہر دور کے ان سب بندگانِ خدا کا حصہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کی اس قسم کی خدمات لیں، اس طرح امت میں مجددین کی تعداد صرف ۱۳-۱۴ ہی نہ ہو گی (جیسا کہ

تعیین میں اختلافات ہوں اور ہر حلقہ اپنے ہی کسی بزرگ کے مجدد ہونے پر اصرار اور دوسروں سے تکرار کرے) بلکہ اللہ کے ہزاروں وہ بندے جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کی ایسی خدمتیں مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں لی ہیں سب ہی اس کار تجدید میں حصہ دار ہوں گے اور سب ہی مجددین ہوں گے۔

ہاں! ایسا بیشک ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانہ میں اپنے کسی بندے سے کوئی بہت بڑا تجدیدی کام لیا ہے اور اس کے ذریعہ دین کے بہت سے شعبوں کی تجدید کرائی ہے۔ اور کبھی کسی سے اس سے کم درجہ کا اور دین کے کسی خاص شعبہ میں تجدیدی کام لیا ہے اور یہ فرق ایسا ہے جو نبیوں رسولوں کے کاموں اور ان کے درجوں میں بھی رہا ہے، "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ" —— چنانچہ اس امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں۔ ان میں خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ بہت ممتاز ہے، اسی طرح اس اخیر دور میں (جس کا آغاز ہزارۂ دوم (الف ثانی) کے آغاز سے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک ہزار سال گزرنے کے بعد سے ہوتا ہے) امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ سے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاء شریعت کا جو عظیم کام ہمارے اس ملک ہی میں لیا وہ بھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا لقب مجدد الف ثانی ایسا مشہور ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے صرف مجدد الف ثانی کے معروف لقب ہی سے ان کو پہچانتے ہیں۔

اس مجموعہ میں مختلف پہلوؤں سے اسی ربانی عالم وعارف اور عظیم مجدد کے تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان پر اور اپنے اُن سب بندوں پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر خود مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے آپ کے لائے ہوئے مقدس دین کو تازہ اور اس کے باغ کو سرسبز و شاداب کرنے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کیں اور امت کو ان کے فیوض سے استفادہ کی اور ان کی اقتداء پیروی کی توفیق دے۔

Marfat.com

ہزارۂ دوم یا الف ثانی

کا

تجدیدی کارنامہ

از

مولانا سید مناظر احسن گیلانی رح

Marfat.com

ناظرین کو اس مقالہ کے مطالعہ کے وقت یہ ملحوظ رکھنا
چاہئے کہ یہ ۱۹۳۸ء میں اسوقت لکھا گیا تھا جب ہندوستان
میں انگریزی اقتدار اپنے آخری دور میں تھا اور انڈیا
ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت جنرل الیکشن ہونے کے بعد
تمام صوبوں میں نیم آزاد حکومتیں قائم ہو چکی تھیں جنمیں سے
سات صوبوں میں کانگریس کی حکومت تھی جنکے طرزِ عمل
سے پہلی دفعہ یہ بات کھل کر سامنے آئی تھی کہ آزاد ہندوستان
میں مسلمانوں کو کن مسائل کا سامنا ہوگا

"مرتب"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

وحدت وجود اور وحدت شہود کی فنی نکتہ نوازیوں، یا شریعت و طریقت کی ملّایانہ وصوفیانہ معرکہ آرائیوں کے ہنگاموں میں حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعی اور حقیقی تجدیدی کارنامے کچھ اس طرح رل مل گئے کہ آج حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کو مجدد الف ثانی کہنا بجز ایک روائتی خوش اعتقادی کے بہ ظاہر اور کسی امر مہم پر مبنی نہیں معلوم ہوتا۔ مشہور کر دیا گیا ہے کہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو اس خطاب سے کسی خاص وقت میں مخاطب کیا تھا، اور اسی خاص خطاب نے رفتہ رفتہ عام لقب کی صورت اختیار کر لی۔ لیکن کیا حضرت کا مجدد الف ثانی ہونا محض ملا عبد الحکیم کے ایک خاص خطاب و تلقیب ہی کا نتیجہ ہے اور ملا صاحب نے بھی آپ کو اس خطاب سے محض اس لئے مخاطب کیا تھا کہ گزشتہ بالا دو مسئلوں کے متعلق آپ نے ایسی تعبیریں پیش کیں، جو قرآن و سنت سے زیادہ قریب تھیں، مجھے اس سے انکار نہیں کہ ان مسائل میں حضرت مجدد صاحب نے کسی خاص تعبیر کو نہیں پیش فرمایا ہے۔ اور نہ اس سے انکار ہے کہ ان مسائل کے متعلق بعض جاہلانہ غلط فہمیاں جن کے عوام شکار ہو گئے تھے ان سے نجات نہیں ہوئی۔ اور ان اصلاحی کوششوں سے جن کا تعلق علمی و عملی دونوں شعبوں سے ہو صرف ہندوستان ہی کے مسلمان متاثر نہیں ہوئے، بلکہ جاننے والے جانتے ہیں، کہ مختلف اسباب و ذرائع ایسے مہیا ہوئے کہ ان کا اثر قریب قریب تمام اسلامی ممالک پر پڑا جس کا سب سے کھلا ہوا

Marfat.com

ثبوت یہ ہے کہ سلسلۂ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ خالدیہ سلسلہ کے نام سے عراق و شام عرب خصوصاً ترکی ممالک میں بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہے۔ نیز آپ کے "مکاتیب طیبہ" خود براہ راست اُن ممالک میں بکثرت پڑھے گئے اور پڑھے جاتے ہیں، جہاں کے باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں۔ اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں۔ ان تک آپ کے مکتوبات عربی اور اردو زبانوں میں پہونچائے گئے۔ غالباً روس کے رہنے والے علماء جو مہاجر ہو کر بالآخر مکہ معظمہ میں رہ پڑے تھے انھوں نے مکاتیب کا ترجمہ عربی میں کیا اور مصری ٹائپ میں چھپ کر سارے عربی ممالک میں پھیل گیا۔ یہ خداداد بات تھی کہ اس کے بعد حدیث و تفسیر میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں ان میں ایسی معتد بہ کتابیں مل سکتی ہیں، جن میں "مکتوبات" کے مضامین نقل کئے گئے ہیں۔ خصوصاً عصر جدید کی مشہور تفسیر "روح المعانی" جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم خلیفۂ ترکی کے عہد میں لکھی گئی اس میں علامہ شہاب محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس کا التزام کر رکھا ہے۔ کہ جہاں بھی ذکر کا موقعہ میسر آئے، وہاں قال المجدد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے وہ آپ کے خاص خاص نظریات، اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار و ناز سے پیش کرتے ہیں اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

بلاشبہ یہ بڑے امتیازات ہیں، جو کم از کم ایک ہندوستانی عالم و صوفی کے لیے سرمایۂ ناز بن سکتے ہیں لیکن کیا آپ کی "مجددیت" صرف ان ہی چند باتوں تک محدود ہے۔؟

شاید غور نہیں کیا گیا، خصوصاً ہمارے علماء اور صوفیاء حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب دیکھنا چاہا تو اس ماحول سے جدا کر کے دیکھا جس میں آپ کا وجود مسعود قدرت کی جانب سے سرزمین ہند کو عطا کیا گیا تھا۔ کچھ سنی سنائی باتیں، افواہی قصے، بھی مشہور چلے آتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ نے اس جرم میں کہ آپ نے اُس کے آگے سجدۂ تعظیمی سے انکار کیا تھا، کچھ دن کے لئے قید و زندان کی سزا دی تھی زیادہ سے زیادہ اس زمانہ کی حکومت سے آپ کے

Marfat.com

تعلق کا اظہار اسی واقعہ سے کیا جاتا ہے اور اسی پر ختم کر دیا جاتا ہے گویا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکومت سے تعلق اس سے زیادہ کچھ اور نہ تھا۔ یا للعجب! احسان فراموشی ہوگی، اگر میں اس کا اظہار نہ کروں کہ سب سے پہلے اس مسئلہ کی طرف جس کا میں آج ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی مدظلہ العالی سابق صدر الصدور ممالک محروسہ آصفیہ نے توجہ دلائی تھی۔ آپ نے اپنی ایک تقریر میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا وجہ تھی کہ مغل حکومت کے تخت پر چار بادشاہ مسلسل ایسے بیٹھے کہ ان میں دو پچھلوں کو دو پہلوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ نواب علامہ کا اشارہ اس طرف تھا، کہ شاہجہاں اور عالمگیر ان دو پچھلوں کو جہانگیر اور اکبر سے مقابلہ کر کے دیکھئے دونوں میں کوئی مناسبت ہے؟ ابھی اس سے بحث نہیں کہ ان چاروں میں کون سے دو آسمان تھے اور کون زمین۔ لیکن نسبت دونوں طبقوں میں یقیناً وہی تھی جو آسمان و زمین میں ہو سکتی ہے۔ آخر بجائے گندم کے "گندم" سے "جو" کی روئیدگی کس طرح ہوگئی۔ وہی دریا جو شاہنشاہی قوتوں کے ساتھ ایک سمت بہہ رہا تھا یکایک پلٹ کر اس کا بہاؤ، بالکل مخالف رخ کی طرف کن اسباب کے تحت ہو گیا۔

نواب علامہ کا یہ سوال جو فلسفہ تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ یقیناً ایک عجیب سوال تھا اور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں، کہ سب سے پہلے اس اہم سوال کے جواب کا علم مجھے آپ ہی کی زبان مبارک سے ہوا اور در اصل میں اسی مجمل جواب کی آج کچھ تفصیل اس حد تک کرنا چاہتا ہوں جس حد تک کسی مجلاتی مقالہ میں گنجائش ہو سکتی ہے۔

بہرحال کمپنی بہادر کے عہد میں غالباً سب سے پہلے ہندوستان کی تاریخ فارسی زبان میں جو مرتب ہوئی وہ بہار جو بنگال کے ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا اجارائی محروسہ ہے، اسی بہار کے ایک طباطبائی سید صاحب کے قلم سے یہ فقرہ ان کی کتاب سیر المتاخرین میں درج ہوا +

Marfat.com

مذہب الہی کہ آسائش غیر مذاہبی خلق
دراں بود تا عہد جہانگیر رواج داشت
باز از عہد شاہجہاں تعصب شروع شدہ در
عہد عالمگیر شدت پذیرفت۔
سیر المتاخرین صفحہ ۴۴۲ ج ۱

مذہب الہی جس میں خلق اللہ کے بیشمار
فائدے تھے۔ جہانگیر کے زمانہ تک اس کا
چرچا اور رواج رہا۔ پھر شاہجہاں کے زمانہ
سے تعصب شروع ہوا اور عالمگیر کے عہد میں
تو اس نے شدت اختیار کرلی۔

پھر اس متن کی شرح نوازیوں و حاشیہ آرائیوں کے سلسلہ میں جو بلند و بالا عمارتیں تیار ہوئیں، ان کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ شاہجہاں تو کم لیکن "شدت پذیرفت" کے ساتھ جو بیجا اہتمام کیا گیا، آج اسی مشغلہ (پروپاگنڈا) کا نتیجہ ہے، کہ "عالمگیر اور مذہبی تعصب" تقریباً دو مترادف الفاظ بن گئے ہیں۔ مشکل ہی سے اب کوئی تعصب کے لفظ کا تخیل اس طرح کرسکتا ہو کہ بے ساختہ اس کے ساتھ عالمگیر کی صورت بھی دماغ میں نہ کھنچ جائے۔ یہ سب کچھ کیا گیا اور اس اجمال کی تفصیل میں معلومات کے دریا بہادیے گئے۔ مجلدات شائع کئے گئے اور کئے جارہے ہیں لیکن عجیب بات ہے۔ یا ایں ہمہ ذوق بسط و تفصیل دعوی کے دو پہلوؤں سے ایسی لاپروائی برتی گئی کہ آج جب "ہسٹری کے شگوفوں" میں رگ گل پر بھی نشتر زنی سے نہیں چوکا جاتا۔ یہ دونوں پہلو غنچہ دہن بستہ کی شکل میں چھوٹ گئے۔ یا قصداً چھوڑ دیے گئے۔ تاریخی حوادث و واقعات کی توجیہ و تعلیل کے سلسلہ میں اگرچہ واقعہ تو وہی ہے جو مرحوم واقعہ نویس نے۔

توحید کا مسئلہ ہے اصلی
باقی ہیں شگوفے ہسٹری کے

کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔ لیکن آج جب چیونٹی کی آنکھوں کے پردے گنے جاتے ہیں اور مکڑی کے جال کے تاروں کی بھی رپورٹ مرتب کی جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایک ہی دعوی کے ایک پہلو کو تو اتنا روشن کیا جاتا ہے اور اس زور سے اس کا نرسنگھا پھونکا جاتا ہے کہ آنکھیں چیخ اٹھتی ہیں اور کان انگلیوں کے لئے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسی دعوی

Marfat.com

کے دوسرے اجزا کو اتنی کس مپرسی میں ڈال دیا جاتا ہے کہ گویا علم و تحقیق کے وہ سزاوار ہی نہ تھے۔

میری مراد یہ ہے کہ سیر المتاخرین کے مذکورۂ بالا بیان کا یہ جزو کہ مذہبی تعصب نے عالمگیر کے عہد میں انتہائی شدت کی صورت اختیار کر لی تھی آج تحقیق و تنقیح تعلیل و توجیہ کا کیوں تختۂ مشق بنا ہوا ہے لیکن ہمیشہ اس دعوی کے حسب ذیل اجزاء

(۱) اکبر نے "الٰہی مذہب" قائم کیا تھا۔

(۲) اس مذہب کی وجہ سے "خلق در آسائش بود"

(۳) لیکن شاہجہاں سے رُخ بدل گیا۔ یعنی مذہبی تعصب شروع ہوا۔

کیا یہ تینوں جزو بھی قابلِ بحث نہ تھے یعنی تفصیل کے ساتھ بتانا چاہیے تھا کہ "الٰہی مذہب" کی حقیقت کیا تھی، "خلق" جو آسایش میں تھی، تاریخی حیثیت سے اس کی تحقیق کرنی چاہیے کہ اس خلق کے تحت میں کون کون سی جماعتیں، داخل تھیں، ان کی آسائش کی نوعیت کیا تھی، اور آخر میں سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاہ جہاں کے عہد سے اس میں کیوں تبدیلی ہوئی۔ اور کن موثرات کے زیر اثر عالمگیر تک پہونچ کر اس نے "شدت" کی شکل اختیار کی میری غرض یہ نہیں ہے کہ مورخین نے بالکلیہ ان اجزا سے بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان میں بعض جزو تو ایسے ہی ہیں مثلاً آخری سوال اس کو تو آج تک کسی کتاب میں اُٹھانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ اسی طرح "خلق در آسایش بود" کو بھی ہمیشہ مجمل ہی رکھا گیا۔ کسی نے نہیں بتایا کہ اس سے مراد خدا کی کونسی مخلوق ہے۔ البتہ "الٰہی مذہب کا" تھوڑا بہت ذکر ان کتابوں میں ضرور کیا جاتا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ جس رنگ میں کیا جاتا ہے اُس سے بجائے "علم" کے شائد جہالت ہی میں زیادہ اضافہ ہو سکتا ہو۔ آخر دین اکبری کے متعلق جو کچھ مشہور کیا گیا ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ ایک "صلح کل" مسلک تھا اس میں تمام ادیان و مذاہب کو ایک نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

Marfat.com

کسی مذہب والے کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں دی جاتی تھی۔ لیکن کیا یہی واقعہ ہے؟ جب واقعہ کا ذکر کیا جائے گا، اس وقت معلوم ہو گا کہ واقعہ کیا تھا؟ اور اس کو کس رنگ میں پیش کیا گیا۔ اس سے انشاء اللہ "الف ثانی" کے کلمہ کی حقیقت بھی معلوم ہو گی کہ اس کا تعلق دراصل کس واقعہ سے ہے۔

عجیب بات ہے کہ آج بھی ہندوستان میں پھر ایک "مذہب" پیش کیا جا رہا ہے۔ اکبر کے زمانہ میں چونکہ "الٰہ" کے وجود کا انکار نہیں کیا گیا اس لئے اس کا نام "الٰہی مذہب تھا" اس زمانہ میں "الٰہ" کی جگہ قوم نے لی ہے۔ اس لیے اس کا نام بھی "قومی مذہب" رکھا گیا ہے۔ آسمان گھومتا رہتا ہے۔ تاریخ دہرائی رہتی ہے۔ اس مثل سائر کی تصدیق ہوتی ہے جب اس وقت بھی جو کچھ سنایا جا رہا ہے اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو دکھایا جا رہا ہے یا جس کے دکھانے کا منصوبہ پکایا جا رہا ہے، اور زیادہ تر اس موضوع پر قلم اٹھانے کی وقتی وجہ شاید یہی تماشا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو چونکنا چاہتے ہوں ان کو اپنے چونک میں اس سے کچھ مدد ملے۔

"الٰہی مذہب"
یا
ہندوستان کا فتنۂ کبریٰ

یہ مت، کہو یا مذہب۔ کیوں پیدا ہوا؟ اور کن موثرات کے تحت پیدا ہوا، میرے سامنے سردست یہ سوالات نہیں ہیں، ممکن ہے کہ آخر میں کچھ اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے لیکن اس وقت جو کچھ بھی پیش نظر ہے وہ صرف سادہ لفظوں میں معتبر تاریخی وثائق کی روشنی میں صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ مذہب تھا کیا؟ عہد کمپنی سے پیشتر کی کتابوں میں بھی اگر ڈھونڈا جائے تو اس مسلک کے مختلف عناصر اور اجزاء کا سراغ مل سکتا ہے، لیکن بہ نظر احتیاط میں نے صرف یہ ارادہ کیا ہے کہ اکبری دربار کے سب سے زیادہ ثقہ راوی ملا عبدالقادر بدایونی کی

مشہور کتاب منتخب التواریخ پر ہی کفائت کروں۔ کیونکہ یہی ایک ایسا بیان ہمارے سامنے ہے جو حلفی شہادت کے بعد ادا کیا گیا ہے۔ دوسروں کو اس پر اعتبار ہو یا نہ ہو لیکن ملا صاحب جیسے راستباز بزرگ کے حلف کے بعد ہمارے لئے عدم اعتماد کی بہر شکل ہی سے گنجائش پیدا ہو سکتی ہے۔ بلکہ کلی طور پر ان کے جزئی بیانات کی تصدیق میں خود حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت بھی انشاءاللہ تعالیٰ پیش کی جائے گی۔ کیا اس کے بعد بھی شک کے لیے کوئی راہ پیدا ہو سکتی ہے۔

بہر حال ملا صاحب نے اپنی تاریخ میں واقعات کو منتشر صورت میں پیش کرنے کے بعد ایک موقعہ پر یہ لکھا ہے:۔

"دلیری بر نوشتن آں قضایا کہ از وادی حزم واحتیاط بغایت دور بود کردم وخدائے عزوجل گواہ است وکفیٰ باللہ شہیدا کہ مقصود ازیں نوشتن غیر از درد دیں ودل سوزی بر ملت مرحومہ اسلام کہ عنقا دار روئے غربت کشیدہ وسایہ بالی ہما خود از خاک نشینان حضیض گیتی باز گرفتہ چیزے دیگر نبود، واز تعنت وحقد وحسد وتعصب بخدا پناہ می جوئم"

صفحہ ۲۶۴

اور اسی کو میں ان کا حلف نامہ قرار دیتا ہوں۔

بہر حال اب واقعات کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔

اجتہاد کا دعویٰ

اس سلسلہ میں سب سے نمایاں جو چیز شروع شروع میں پہلے سامنے آتی ہے وہ عہد اکبری کا مشہور محضر نامہ ہے جسے بجنسہٖ ملا صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ یہ وہی محضر نامہ ہے۔ جسے ملا مبارک ناگوری پدر ابوالفضل وفیضی نے مرتب کیا اور بعضوں سے طوعاً بعضوں سے کرہاً علماء وقت کے اس پر دستخط کرائے گئے۔

Marfat.com

اصل محضر نامہ:

مقصود از تشئید این مبانی و تمہید این معانی آں کہ چون ہندوستان صینت عن الحدثان بہ میامن معدلت سلطانی و تربیت جہانبانی مرکز امن و امان و دائرہ عدل و احسان شدہ و طوائف انام از خواص و عوام خصوصاً علمائے عرفاں شعار و فضلائے دقائق آثار کہ ہادیان بادیہ نجات و سالکان مسالک اوتوا العلم درجات اند از عرب و عجم رو بدیں دیار نہادہ توطن اختیار نمودہ اند جمہور علمائے فحول کہ جامع فروع و اصول و حاوی معقول و منقول اند بدین و دیانت و صیانت انصاف دارند بعد از تدبر وافی و تامل کافی در غوامض معانی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم و احادیث صحیح ان احب الناس الی اللہ یوم القیمتہ - امام عادل و من یطیع الامیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی و غیر ذالک من الشواہد العقلیہ و الدلائل النقلیہ قرار دادہ حکم نمودند کہ مرتبہ

ترجمہ (بطور حاصل):-

مطلب ان امور کے درج کرنے سے یہ ہے کہ بادشاہی عدل و انصاف اور سرپرستی کے بدولت ہندوستان آج کل امن و امان کا مرکز بنا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے عوام و خواص خصوصاً اہل صاحب علم و فضل علماء کا یہاں ان دونوں اجتماع ہو گیا ہے جو نجات کی راہوں کے راہنما ہیں اور "اوتوا العلم درجات" قرآنی آیت کے مصداق یہ لوگ عرب و عجم سے اس ملک میں تشریف لائے اور اسی کو اپنا وطن بنالیا ہے۔ اب جمہور علماء جو ہر قسم کے علوم میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اور عقلی و نقلی فنون کے ماہر ہیں اور ایمان داری اور انتہائی دیانت و راستبازی کے ساتھ موصوف ہیں۔ قرآن کی آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (یعنی اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں صاحبانِ امر ہیں) اور صحیح حدیثیں مثلاً یہ کہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ محبوب وہ امیر ہو گا جو عادل ہے جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور

Marfat.com

سلطان عادل عنداللہ زیادہ از مرتبۂ مجتہد است۔ و حضرت ... ... جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی۔ اعدل و اعقل و اعلم باللہ اند بنا بریں۔

اگر در مسائل دین کہ بین المجتہدین مختلف فیہا است۔ بذہن ثاقب و فکر صائب خود یک جانب را از اختلاف بہ جہت تسہیل معیشت بنی آدم و مصلحت انتظام عالم اختیار نمودہ باں جانب حکم فرمایند متفق علیہ شود و اتباع آں بر عموم برایا لازم و متحتم است۔ و اگر بموجب رائے صواب نمائے خود حکمے را از احکام قرار دہند کہ مخالف نصے نباشد و سبب ترفیہ عالمیاں بودہ باشد عمل بر آں نمودن بر ہمہ کس لازم و متحتم است و مخالفت آں موجب سخط اخروی و خسران دینی و دنیوی است۔ انتہیٰ بلفظہ صفحہ ۲۷۲ ج ۲ مطبوعہ کلکتہ

جس نے امیر کی نادانی کی نسبت میری نادانی کی۔ ان کے سوا اور دوسرے دلائل عقلی و نقلی کی بنا پر یہ قرار دیتے ہیں اور فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ خدا کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ اور بادشاہ جلال الدین محمد اکبر غازی چونکہ سب سے زیادہ عدل والے عقل والے اور علم والے ہیں اس بنا پر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں اگر وہ (یعنی اکبر بادشاہ) اپنے ذہن ثاقب اور صائب رائے کی روشنی میں بنی آدم کی معاشی سہولتوں اور دنیاوی انتظام کی آسانیوں کے مدنظر کسی ایک پہلو کو ترجیح دے کر اسی کو مسلک قرار دیں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا یہ "فیصلہ" اتفاقی سمجھا جائے گا۔ اور عام مخلوق رعایا و برایا کے لئے اس کی پابندی لازمی و لابدی ہوگی۔ (اسی طرح) اگر کوئی ایسی بات جو قطعی نصوص کے مخالف ہو اور دنیا والوں کو اس سے مدد ملتی ہو۔ بادشاہ اگر اس کے متعلق کوئی حکم صادر فرمائیں تو اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر شخص کے لئے ضروری اور لازم ہوگا اور اس کی مخالفت دینی اور دنیوی بربادی اور اخروی مواخذہ کی مستوجب ہوگی۔

غالباً اسی کے بعد وہ لطیفہ پیش آیا کہ بحیثیت مجتہد و امام عادل ہونے کے جمعہ میں خطبہ پڑھنے کا اکبر کو خیال آیا۔ فیضی نے فارسی اشعار میں خطبہ تیار کیا۔ لیکن میدان جنگ میں جس کی تلوار سروں کو اڑاتی تھی وہ تھرانے لگا اور صرف دو شعر پڑھکر ممبر سے اتر گیا۔

یہ تھی وہ پہلی منزل جہاں تقلید سے کنارہ کش ہوکر اکبر کو اجتہاد کے درجہ پر پہونچایا گیا۔ لیکن اس کے بعد پھر کیا ہوا وہی جو ہمیشہ اس کے بعد ہوا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد علانیہ ائمہ و مجتہدین کی توہین و تحقیر ہونے لگی۔ دین کا بھرم اُٹھ گیا۔ ملا صاحب اپنے کانوں سنی بیان فرماتے ہیں کہ ابوالفضل کی جرارت اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ

اگر درحین بحث سخن مجتہدین را می آوردند می گفت فلاں حلوائی و فلاں کفش دوز و فلاں چرم گر بر ما حجت می آرید و نفی ہمہ علماء پیدا ساز وار آمد۔ صفحہ ۲۰۰

اگر کسی بحث و مباحثہ کے درمیان ائمہ مجتہدین کی بات پیش کی جاتی تو ابوالفضل اس کے جواب میں کہتا فلاں حلوائی اور فلاں کفش دوز اور فلاں چمڑے والے کے قول سے تم ہم پر حجت قائم کرتے ہو۔ ابوالفضل کو تمام علماء کا یہ انکار بہت موافق ثابت ہوا۔

ابوالفضل کی بے باکی

لیکن معاملہ ابھی صرف ائمہ و مجتہدین تک پہونچا تھا۔ بدقسمتی سے ہمایوں کو چونکہ ایرانیوں کی امداد سے دوبارہ تخت و تاج میسر آیا تھا۔ اس لیے بہ تقاضائے سنت شناسی عراق عجم اور ایران کے علماء و شعراء کو خود اس نے اپنے عہد میں اعزاز و اکرام سے سرفراز کیا۔ اور یہ دستور اکبر کے دربار میں بھی جاری رہا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہمایوں کے بعد ہندوستان کی طرف ایک سیلاب تھا جو مسلسل انقراض دولت مغلیہ تک ان ممالک سے ہندوستان میں آتا رہا۔ یہ سیلاب کس قسم کا تھا۔ اس زمانے کے کسی شاعر نے اس کو خوب ادا کیا ہے۔

نفاق آمدہ در ہند از بلاد عراق ۔ عراق قافیہ میلاں بر محکذار نفاق

پنڈیوں کا بھوکا دل تھا جو ہندوستان کی کشت زاروں کی طرف بے تحاشا اُڑا

چلا آرہا تھا۔ اور ہرادنیٰ ہندوستان پہونچ کر اس درجہ عالی ہوجاتا تھا کہ بالآخر لوگوں کو کہنا پڑا ہے

یار بودم قطلغ وامسال قطب الدین شدم — گر بیابم سال دیگر قطب دین حیدر شوم

بہرحال یہ وہ گروہ تھا جو ائمہ و مجتہدین سے آگے بڑھ کر بے محابا شرف صحبت کے سعادت یافتوں پر بھی حملہ کرنے میں قطعاً بے باک تھا۔ اکبر کو تاریخی واقعات کے سننے کا بیحد شوق تھا۔ حریفوں نے خصوصیت کے ساتھ اس کے سامنے ان ہی کتابوں کو اور کتابوں کے بھی خاص اُن حصوں کو پیش کرنا شروع کیا جن کا تعلق مشاجرات صحابہ سے تھا۔ ملا صاحب لکھتے ہیں:۔

وآنچہ درحق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم در وقت خواندن کتب سیر مذکور می ساختند خصوصاً در خلافت خلفائے ثلثہ و قضیہ فدک و جنگ صفین وغیر آں کہ گوش از استماع آں کر باد خود بزباں نتواں آورد ص ۳۰۸

صحابہؓ کی شان میں سیر کی کتابوں کے پڑھنے میں جو الفاظ پادشاہ کی زبان سے نکلتے تھے۔ خصوصاً خلفائے ثلثہ و فدک جنگ صفین وغیرہ کے ذکر کے وقت جو کچھ کہا جاتا تھا۔ کان اگر ان کے سننے سے بہرے ہوتے تو بہتر تھا۔ میں اپنی زبان سے اُن کو ادا بھی نہیں کر سکتا۔

صحابہ کی شان میں بادشاہ کی گستاخی

مجتہدین اور ائمہ پہلے وار میں ختم ہوئے، اور اس دوسری ضرب نے تو اسلام کی رہی سہی ساکھ بھی ختم کر دی جیسا کہ اس کے بعد ہونا چاہئے اور یہ ہوا کہ اکبری دربار میں۔

ملت اسلام ہمہ نامعقول و حادث و واضع آں فقراء عرباں بودند کہ جملہ مفسدان و قطاع الطریق و از آں دو بیت شاہنامہ کہ فردوسی طوسی بہ طریق نقل آوردہ تمسک می ساختند۔

ملت اسلامی کا سارا سرمایہ حادث و بدعقلی کا مجموعہ ٹھہرایا گیا اور اس کے بنانے والے (العیاذ باللہ) عرب کے وہ چند مفلس بدو قرار پائے جن میں سب کے سب مفسد اور لٹ مار اور راہزن تھے۔

توہین شریعت

ز شیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسید ست کار

اور شاہنامہ فردوسی کے دو مشہور شعروں سے

کہ ملک محم اکند آر و بہ نبوت و رجرح گرداں لفو — سند پکڑ دی گئی۔ حواس نے بطور نقل کے

شجرۂ طیبہ نبوت علی صاحبہا الف سلام و تحیۃ کے ان ثمرہائے رسیدہ تک جس کی زبان پہونچ چکی تھی وہ آخر لب تک پھلوں سے محروم، خشک تک نہ پہونچتا۔ العیاذ باللہ آخر وہ منحوس دن بھی سامنے آہی گیا۔ کہ

اسلام کے اصول وارکان کا مذاق

در ہر رکنے از ارکان دین و ہر عقیدہ از عقیدہ اسلامیہ چہ در اصول وچہ در فروع مثل نبوت وکلام و رویت و تکلیف و تکوین و حشر ونشر شبہات گوناگوں بہ تسخر و استہزا آوردہ ص۳۰۷

ارکان دین کے ہر رکن اور اسلامی عقائد کے ہر عقیدہ کے متعلق خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے مثلاً نبوت، مسئلہ کلام دیدارِ الٰہی انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین، حشر ونشر وغیرہ کے متعلق تمسخر اور ٹھٹھے کے ساتھ طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کئے جانے لگے

یہی نہیں کہ بادشاہ ہی صرف شک میں مبتلا ہو گیا تھا، بلکہ اہلِ دربار سے بھی ان مسائل کے متعلق بحث کرتا اور سب کو اپنی ذہنی کیفیت کے قریب لانے کی کوشش کرتا، ملا صاحب لکھتے ہیں کہ بادشاہ،

ضروریات دین کا انکار

خلق را بخلق قرآن و بو غل در استحالہ وحی تشکیک در نبوت و امامات امتحان کردند وبود جن و ملک وسائر مغیبات ومعجزات و کرامات را انکار صریح آوردند و تواتر قرآن و ثبوت کلامیت آن و بقائے روح بعد اضمحلال بدن و ثواب وعقاب را از غیر از تناسخ محال می شمردند۔ صفحہ ۲۷۳

عام مخلوق کو خلق قرآن کے مسئلہ کی تبلیغ کرتا اور وحی کے محال ہونے پر اصرار و غلو سے کام لیتا اور نبوت وامامت کے مسئلوں میں لوگوں کا امتحان لیتا اور جن فرشتے اسی طرح ساری غیبی ہستیوں، نیز معجزات اور کرامتوں کا کھلے لفظوں میں انکار کرتا قرآن کے تواتر، اور اس کے کلام خدا ہونے اور بدن کے فنا ہونے کے

Marfat.com

بعد ثواب و عذاب کے لیے روح کے باقی رہنے کو محال سمجھتا تھا۔ البتہ تناسخ کے طور پر ثواب و عذاب کا قائل تھا

اپنی اس تبلیغ میں غلو کی آخری حد یہ تھی، کہ کبھی کبھی بھرے دربار میں اکبر سے خلاف وقار شاہی بعض مذبوحی حرکتیں بھی سرزد ہو جاتی تھیں۔ مثلاً بیٹھے بیٹھے یکا یک ایک ٹانگ پر کھڑا ہو جاتا اور اس کے بعد حسب ذیل تقریر کرتا۔

معراج اور شق القمر کا انکار

دیں معنی را عقل چہ گونہ قبول کند کہ
شخصے در یک لحظہ باگرانی جسم از خواب بآسمان
رود و نود ہزار سخن گو مگوئے با خدائے
تعالیٰ کند و بسترش ہنوز گرم باشد و مردم
آں دعوی بگروند و ہم چنیں شق القمر و امثال
آں

آخر اس بات کو عقل کس طرح مان سکتی ہے کہ ایک شخص بھاری جسم رکھنے کے باوجود یکایک بستر سے آسمانوں پر چلا جاتا ہے اور نوّے ہزار ...... بات؟ خدا سے کرتا ہے۔ لیکن اس کا بستر اس وقت تک گرم ہی رہتا ہے اور لوگ اس دعوی کو مان لیتے ہیں۔ اور اسی طرح شق القمر وغیرہ جیسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں۔

پھر اپنی اٹھی ہوئی ٹانگ کی طرف حاضرین کو مخاطب کر کے سوال کرتا۔

ممکن نیست کہ تا پائے دیگر برجا
ماندہ استادہ توانیم ایں چہ حکایتہاست

ناممکن ہے کہ جب تک دوسرا پاؤں زمین سے لگا نہ ہو میں کھڑا نہیں رہ سکتا آخر یہ ہیں کیا قصے؟

ص ۳۱۷

گویا خلاف عادت کے ناممکن ہونے کو اپنی اٹھی ہوئی ٹانگ سے ثابت کیا جاتا تھا۔ یہی رنگ تھا جو بالآخر گہرا ہوا گہرا ہوا اور خوب گہرا ہوا تا اینکہ نوبت باین جا رسید کہ اب اس کی زبان سے دعیاذاً باللہ، یہ باتیں بھی نبوت کبریٰ کی شان میں نکلنے لگیں

توہین نبی

بودن قافلہ قریش در اوائل ہجرت

یعنی، اوائل ہجرت میں قریش کے

و چہار دہ زن خواستن و تحریم شہد کردن برائے خوشنودی زنان۔ ص ۲۰۸

قافلہ کا لوٹنا چودہ عورتوں سے نکاح کرنا اور بیویوں کی رضامندی کے لئے شہد کو حرام کرنا۔ (ان سے نبوت پر اعتراض کرتا تھا)

آج یورپ کے کمان سے جن تیروں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اب برس رہے ہیں، حیرت ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ آج سے تین سو برس پیشتر بھی ہو چکا تھا۔ آخری کیفیت اکبر کے نفس کی یہ ہوئی کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ملا صاحب کا بیان ہے ا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ابتدا میں بات کتنی ہوتی ہے۔ لیکن آخر کہاں جا کر ختم ہوتی ہے۔

حضورؐ کے ناموں سے نفرت

نام احمد و محمد و مصطفےٰ و امثال آں بہ جہت کافران بیرونی و زنان اندرونی گراں می آمد تا بمرور ایام اسامی چندے از مقربان کہ بایں نام مسمی بودند تغیر دادہ مثلاً یار محمد محمد خاں را رحمت می خواندند و می نوشتند۔ ص ۲۱۵ ج ۲

احمد محمد و مصطفےٰ وغیرہ نام بیرونی کافروں کے خاطر سے اور اندرونی عورتوں کی وجہ سے اس شخص پر گراں گذرنے لگے۔ آخر کچھ دن کے بعد اپنے چند خاص لوگوں کے نام اس نے بدل بھی ڈالے مثلاً یار محمد اور محمد خاں کو وہ رحمت ہی کے نام سے پکارتا بھی تھا، اور لکھنے کے وقت بھی ان کو اسی نام سے موسوم کرتا ہے۔

نعت رسول سے گریز

اور غالباً یہی وجہ ہے، جیسا کہ ملا صاحب کا بیان ہے کہ اکبری عہد کے مصنفین خطبہ کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھنے سے گریز کرنے لگے۔

علماء سوء در تصنیفات از خطبہ تبرا می آوردند و اکتفا بہ توحید کردند و القاب پادشاہی می نوشتند۔ و مجال نبود کہ نام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی رغم المکذبین بہ برند۔ ص ۲۶۹

علماء سوء اپنی تصنیفوں میں خطبہ لکھنے سے بچنے لگے۔ صرف توحید اور بادشاہی القاب کے ذکر پر قناعت کرتے تھے ان کی مجال نہ تھی کہ بے ایمان جھٹلانے والوں کے علی الرغم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک زبان و قلم پر لاتے۔

Marfat.com

جہاں تک کہ خود ملا صاحب کو جب مہابھارت کے ترجمہ کے شروع میں خطبہ لکھنے کی فرمائش بادشاہ نے کی۔ تو محض اس وجہ سے انھوں نے اعراض کیا۔ کہ بغیر نعت کے خطبہ لکھنا نہیں چاہتے تھے۔ ان ہی باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہ تو بادشاہ ہر عامی کی جرأت بھی حد سے متجاوز ہونے لگی۔ ملا صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

بدبختے چند از ہندواں و مسلماناں ہندو مزاج "قدح صریح بر نبوت می کردند"
چند ہندو اور چند ہندو مزاج مسلمان[^۱] یہ بدنصیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر صراحۃً اعتراضات کرتے تھے۔

لیکن ان کا کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ حد تو یہ ہوگئی کہ جب اکبر کے دربار میں عیسائی مشنری کا وفد پہنچا ہے تو ان لوگوں نے جہاں اور باتیں دربار میں کیں تھیں ان میں العیاذ باللہ یہ بھی تھا۔

در تعریف دجال ملعون ایں ملاعین اوصاف، ورا در باب حضرت خیر النبیین صلی اللہ علیہ وسلم علی رغم الدجالین فرود آوردند
ان ملعونوں نے دجال کے صفات بیان کرکے (استغفر اللہ) ان کو .... پر ڈھالتے تھے۔

صـ

اللہ اکبر! اتنی بدبختانہ بیہودگی کو سن کر بھی اکبر کی پیشانی پر بل تو کیا پڑتا۔ نہایت خندہ جبینی سے ان کا استقبال کرتا ہے۔ اور خاص اپنے شاہزادہ مراد کو حکم دیتا ہے کہ۔

سبقے چند از ایشاں بخواند صـ
چند اسباق ان پادریوں سے پڑھ لو۔

غرض اس بدبخت شخص کا یہ حال ہو چکا تھا۔ اس کے اعمال کے متعلق سوال ہی فضول ہے۔ وہی نماز جس کے متعلق ... یہ حال بتھا۔

---

[^۱]: ملا صاحب کی یہ اصطلاح ... خاص طور پر قابل لحاظ ہے شاید دنیا ہر مزاج رکھنے والا

ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در دربار می گفت سند ص۲۱۵

پانچوں وقت (نماز تو نماز) جماعت کے لئے بھرے دربار میں فرمایا کرتے تھے

اب ان ہی ملا صاحب کا بیان ہے کہ :۔

در دیوان خانہ ہیچکس را یارائے آں نہ داشت کہ علانیہ ادائے صلوٰۃ کند ص۲۱۵

دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ علانیہ نماز ادا کر سکے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

نماز روزہ و حج پیش ازاں ساقط شدہ بود ص۲۵۱

نماز روزہ اور حج تو اس سے پہلے ہی ساقط ہو چکے تھے۔

اور معاملہ صرف سقوط و اسقاط تک ہی ختم نہیں ہوا تھا بے دینوں نے شاہی اشارہ پاکر پھر اس کے بعد جو کچھ کیا اس کے ذکر سے بھی دل ڈرتا ہے۔ غیر اسلامی خاندان کے آدمی نے نہیں بلکہ ایک مشہور ملا کے بیٹے نے جیسا کہ بدایونی کا بیان ہے :۔

پسر ملا مبارک شاگرد ابو الفضل رسائل در باب قدح و تسخر ایں عبادات بدلائل نوشتہ و مقبول افتادہ باعث تربیت گشت ص

ملا مبارک کے ایک بیٹے نے جو ابوالفضل کا شاگرد تھا اسلامی عبادات کے متعلق اعتراض اور مسخرگی کے پیرایہ میں چند رسالے تصنیف کیے (شاہی جناب) میں اس کے ان رسالوں نے بڑی مقبولیت حاصل کی اور اس کی سرپرستی کا ذریعہ یہی رسالے بن گئے

دینی شعائر کی ہجو میں اشعار بنائے گئے اور کوچہ و بازار میں وہی گائے جاتے تھے۔ جن میں کے بعض اشعار ملا صاحب نے بھی نقل کیے ہیں۔ یہ دکھانے کے لیے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں "دین کی غربت" کا نوحہ جن دردناک پیرایوں میں کرتے ہیں اس کے اسباب کیا تھے، ہم بھی چند بطور "نقل کفر" کے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً غالباً یہ فیضی کی خیاضی کفر تھی۔

نماز کی مخالفت

بنائے اسلام ساقط

اسلامی عبادات کے خلاف تصانیف

Marfat.com

از حقیقت بدست گورے چند | مصحفے ماند کہنہ گورے چند
گور باکس سخن نمی گوید | سر قرآں کسے نمی جوید

ایک مستزاد اس پر مستزاد ہے۔

عید آمد و کار ہا نکو خواہد شد | چوں روئے عروس
ساقی مے ناب در سبو خواہد کرد | چوں خون خروس
(العیاذ باللہ)
افسار نماز و پوز بند روزہ | یک بار دگر
از گردن ایں خراں فرو خواہد کرد | افسوس افسوس

اوران جزئیات کی کہاں تک تفصیل کیجئے۔ جب اس اصل سے وہ ٹوٹ چکا تھا تو آخر شاخوں سے کب تک لپٹا رہتا۔

لیکن اس وقت تک جو کچھ ہوا تھا، اس کی حیثیت "تخریب" کی تھی ظاہر ہے کہ ہر تخریب کے بعد تعمیر کا خیال پیدا ہونا قدرتی بات ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ سارے فتنے کھڑے کئے تھے ان کی نیت کیا تھی۔ اللہ اعلم بالصواب

الف ثانی کا نظریہ اور "دین الٰہی" کی تدوین

عجیب بات ہے، کہ تاریخوں میں اس نظریہ کا ذکر کنائے اشارے میں نہیں بلکہ کھلے کھلے لفظوں میں بکثرت کیا گیا تھا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ پچھلے مورخین نے اس کے ذکر میں تساہل سے کیوں کام لیا حالانکہ ہمارے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تجدید کی جو اضافت "الف ثانی" یعنی "اسلام" کی مدت عمر کے دوسرے ہزار سال کی طرف ہے، جہاں تک میرا خیال ہے اور انشا اللہ اس کی تفصیل آئندہ آتی ہے اس کا زیادہ تر تعلق اکبر کے اسی نظریہ سے معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال میں واقعات درج کرتا ہوں۔ نتیجہ تک ہر شخص خود بہ آسانی پہونچ سکتا ہے

چونکہ التزاماً اس سلسلہ میں جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں ملا عبدالقادر ہی کی کتاب سے لکھ رہا ہوں اس لیے اس سلسلہ میں بھی میرا مواد ان ہی کی تاریخ تک محدود رہے گا۔

دین اسلام کی مدت ختم

ملا صاحب فرماتے ہیں:-

چوں درزعم خویش مقرر ساختند کہ ہزار سال از زمان بعثت پیغمبر اسلام علیہ السلام کہ مدت بقائے ایں دین بود تمام شد و ہیچ مانعے برائے اظہار دواعی خفیہ کہ در دل داشتند نماند و بساط از مشائخ و علماء کہ صلابت و مہابت داشتند و ملاحظہ تمام از آنہا بایستے بود خالی ماند بفراغ بال در صدد ابطال احکام و ارکان اسلام و بند و بست ضوابط و قواعد نو مہمل و مختل و ترویج بازار فساد اعتقاد درآمد ص ۳۰۱

بادشاہ نے یہ خیال پکایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدت جو کل ایک ہزار سال تھی جو پوری ہو گئی۔ بادشاہ کے دل میں اس کے بعد ان منصوبوں کے اظہار و اعلان میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی جو اپنے دل میں انہوں نے گانٹھا تھا۔ ادھر ایسے علماء بھی کا کچھ رعب و داب تھا ان سے بھی بساط خالی ہو چکی تھی پھر کیا تھا اس کے بعد تو بادشاہ خوب کھل کھیلے۔ اور اسلامی احکام و ارکان کے ہدم و بربادی ان کی جگہ نت نئے اپنے ساختہ پرداختہ قوانین کی ترویج میں مشغول ہوئے جس کے بعد عقائد کی بربادی کا بازار گرم ہوا۔

یہ تھا وہ "نظریہ" جس کا نام میں نے "نظریہ الف ثانی" رکھا ہے اور صرف نظریہ پر قناعت نہیں کی گئی، بلکہ اس کے اعلان عام کا ذریعہ یہ اختیار کیا گیا۔ کہ سکہ کا نام "سکہ الفی" رکھا گیا۔ اور اس پر "الف" ہی کی تاریخ ثبت کی گئی۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ بالا تجویز کے بعد

سکہ پر الف کی تاریخ

اول حکمے کہ فرمود ایں بود کہ در سکہ تاریخ الف [illegible] ص ۳۰۱

پہلا حکم جو دیا گیا تھا کہ سکہ میں الف (ہزار) کی تاریخ لکھی جائے

پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"در تنکھا و مہرہا تاریخ الف نویسند کہ یعنی اعتبار سنہ بانقراض دین مبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ بیش از ہزار سال نخواہد بود" ص۳۰۶

ٹنکوں اور اشرفیوں میں الف کی تاریخ لکھوائی گئی اور اس سے اشارہ ادھر تھا مقصود تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مبین کی عمر جو ہزار سال تھی وہ پوری ہو گئی۔

ظاہر ہے کہ سکہ ہی ایسی چیز ہوتی ہے جس کی ہر خاص و عام تک رسائی ہو، اگر بڑے کتابوں، اخباروں، رسالوں سب سے زیادہ کارگر تدبیر اشتہار کی اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی تھی اور غالباً یہی وجہ تھی کہ پہلے سلاطین کے جتنے سکے اور خود اپنے زمانہ کے دوسرے سکوں کو سخت ترین احکام و فرامین کے ذریعہ سے اکبر نے گلوا دیا تھا۔ صرف ایک ہی سکہ باقی رکھا تھا۔ لیکن بات اسی پر ختم نہیں کی گئی، بلکہ ایک کتاب بھی "تاریخ الفی" کے نام سے اکبر نے تالیف کرائی جس کی تدوین و ترتیب کا کام چند علماء کے سپرد ہوا۔ ملا صاحب لکھتے ہیں۔

تاریخ الفی کی تصنیف

"و در ہمیں سال حکم شد کہ چوں ہزار سال از ہجرت تمام شدہ و ہمہ جا تاریخ ہجری می نویسند حالا می باید کہ تاریخ تالیف باید کرد کہ جامع جمیع احوال بادشاہان اسلام تا امروز کہ در معنی ناسخ تاریخہائے دیگر باشد و نام او الفی نہند و در ذکر سنوات بجائے ہجرت لفظ رحلت نویسند" ۔

اسی سال یہ حکم ہوا کہ ہجرت سے چونکہ ہزار سال پورے ہو گئے اور لوگ ہر جگہ ہجری تاریخ لکھتے ہیں۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی تاریخ مرتب کی جائے جو ان تمام سلاطین کے حالات پر حاوی ہو۔ جو ابتدا سے اب تک اسلام میں گذرے ہیں جس کے دوسرے معنے یہ تھے کہ ایسی تاریخ لکھوائی جائے جو دوسری تمام تاریخوں کی ناسخ ہو۔ اس تاریخ کا بادشاہ نے الفی نام رکھا اور یہ بھی حکم دیا کہ سنوں کے ذکر میں بجائے ہجرت کے رحلت کا ذکر کیا جائے۔

تمام تاریخوں کا ناسخ نسخہ الفی

Marfat.com

مطلب یہ تھا کہ اپنے زمانہ کی حد تک تو "سکہ" کا طریقہ اشتہار کے لئے مفید تھا۔ لیکن اس کے بعد پھر اس کی یاد دہانی کا ذریعہ کوئی اور ہونا چاہیے اور اس کے لئے "تاریخ الفی" کا ذریعہ اختیار کیا گیا۔

اکبر تک یہ نظریہ کس طرح پہونچا۔ خود اس کے اپنے دماغ نے یہ ایجاد کی یا اس کے پیچھے جو "قرنا" لگائے گئے تھے یہ ان ہی کی تسویل و تزویر تھی۔ صحیح طور پر اس کا پتہ نہیں چلتا لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس نظریہ کی تائید میں دلائل کا ایک انبار جمع کر دیا گیا تھا۔ ملا صاحب لکھتے ہیں۔

دریں سال اسافل و ارازل عالم نمائے جاہل تفا ضد دلائل باطل بتودہ بریں آوردند کہ حالا صاحب زمانے کہ رافع خلاف و اختلاف و ہفتاد و دو ملت از مسلم و ہنود باشد حضرت اند۔ ص ۲۷۹

اسی سال چند رذیل ادنیٰ درجہ کے لوگ جو عالم نما جاہل ہیں۔ انہوں نے دلیلوں کا پشتہ اس دعویٰ کے متعلق باندھ دیا کہ وقت اس صاحب زمان کا آگیا ہے جو "ہندو اور مسلمانوں" کے بہتر فرقوں کے اختلاف کا مٹانے والا ہوگا۔ اور اس صاحب زماں کی ذات خود حضرت بادشاہ کی ہے۔

صاحبِ زمان

اس عبارت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ دینِ الٰہی کی بنیاد کیا تھی، آج جس "نظریہ" کو "قومیت" کے نام سے روشناس کیا جا رہا ہے عمل کو نہ دیکھئے، الفاظ کی حد تک کیا اس کی تعبیر اس سے زیادہ الفاظ میں کی جا سکتی ہے۔ اس "نظریہ" نے بالآخر جو رنگ اختیار کیا۔ قدرت نے غالباً..... ہماری عبرت کے لئے اس کا نقشہ ہماری نگاہوں کے سامنے گذار بھی دیا۔ لیکن کون ہے۔ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ پاک پر اس آواز کو پہونچائے کہ آپ جس فتنہ کو دیکھ دیکھ کر یا ویلاہ یا مصیبتاہ کے ساتھ عمر بھر چیختے رہے، آج ہندوستان کے مسلمانوں کو پھر وہی دھوکا دیا جا رہا ہے اور ستم یہ ہے کہ وہ دھوکا کھا رہے ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے تین سو سال پیش تر "ہندی قومیت" کے ان ہی علمبرداروں کے باطنی ارادوں اور پوشیدہ نیتوں

حضرت مجدد کے روضہ پر آواز کون پہنچاتے ہیں؟

Marfat.com

کا اعلان ان لفظوں میں کیا تھا :۔

کار ایں نابکاراں استہزاء و سخریہ است بہ اسلام و اہل آں منتظر اند کہ اگر قابو یابند ہمہ را از اسلام برآرند یا ہمہ را بقتل رسانند یا بہ کفر باز گردانند

صـ ۱۶۶

ان لوگوں کا ہر کام صرف اسلام کے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا اڑانا ہے۔ یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ ان کو قابو حاصل ہو جائے تو ہم (مسلمانوں کو) یا اسلام سے جدا کر لیں یا سب کو قتل کر ڈالیں یا سب کو پھر کفر کی طرف لپٹائیں۔

یہ ہے پوشیدہ مقاصد کی سہ صد سالہ تاریخ ان فی ذالك لعبرۃ ،

آج جب کہ مغربی قومیت کی تیز آندھیوں نے ان دبی چھپی چنگاریوں کو ہوائے دیگر مختلف تدبیروں سے شعلہائے جہنم بنا دیا ہے لیکن معصوموں کا ایک گروہ ہے جو باوجود قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر؟ یہی سمجھ رہا ہے، کہ یہ معاملہ اصغر بھی نہیں، بلکہ "صفر" ہے۔ چند ہوا پرستوں کی صرف بدگمانیاں یا بدنفسیاں ہیں بہرحال اس نظریہ کی تائید میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، آج تو ان کو صرف عقلی رنگ سے رنگا جاتا ہے لیکن اس وقت علاوہ عقلیت کے اس میں "الہام اور" پیشگوئی" کی قوت بھی بھری جاتی تھی، ملا صاحب کا بیان ہے۔ کہ

برہمناں ..... شعرہائے ہندی را از زبان دانایان سابق نقل کردہ می گذرانیدند بایں مضمون کہ پادشاہ عالمگیرے در ہند پیدا شود کہ برہمنان را احترام کند و محافظت گاؤ نماید وگیتی را بعدل نگاہبانی کند و در کاغذہائے کہنہ آں خرافات را نوشتہ می آوردند ہمہ با

منتخب التواریخ صـ ۳۲۶ / ۲۵

ہندوستان کے قدیم دانش مندوں کے نام سے (اس زمانہ) میں برہمن ہندی کے اشعار نقل کر کرکے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے جن کا مضمون یہ ہوتا تھا کہ جہاں کا فتح کرنے والا ایک بادشاہ ہندوستان میں پیدا ہوگا جو برہمنوں کی بڑی عزت کرے گا اور گائے کی حفاظت کریگا، اور عالم کی نگرانی انصاف کے ساتھ کرے گا۔

Marfat.com

(ملا صاحب لکھتے ہیں کہ) پرانے کاغذات پر
ان خرافاتوں کو لکھ کر بادشاہ کو دکھایا کرتے تھے
اور بادشاہ ان کو صحیح خیال کرتا تھا۔

سنا جاتا ہے کہ آج بھی برہمنوں کی ایک بڑی جماعت پرانے کاغذات اور تانبے کے پتروں پر حسب مطلب مضامین لکھ لکھ کر زمین میں دفن کرتی ہے۔ اور پھر کچھ دن کے بعد "ڈسکوری" کے نام سے آسمان و زمین کو سر پر اوٹھا لیا جاتا ہے۔ اور ان ہی وثیقوں سے آج ہندوستان کی تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ ایک معتبر راوی نے مجھ سے حال ہی میں بیان کیا کہ "یورپ کے علمی حلقوں میں اس نوعیت کے تحقیقی کاموں کا زیادہ زور ہے۔ خیال گذرا تھا کہ شاید یہ وہاں کے برہمنوں کی کوئی "نئی اپیچ" ہے۔ مگر ملا صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا پرانا دستور ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس قدامت پرست قوم کے پاس کوئی نئی چیز آخر کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔

بہرحال "ہندو مسلم" کے رفع خلاف کے لئے ایک طرف اندرونی طور پر یہ کارروائی ہو رہی تھی۔ اور کیا کہوں، مگر بے کہے رہا بھی نہیں جاتا کہ ٹھیک جس طرح اسی "ہندو مسلم اختلاف" کے رفع کے لیے یا "ہندی قومیت" کے لئے غیر تو جو کچھ کر رہے ہیں، کر ہی رہے ہیں، لیکن اپنوں کی بھی ایک جماعت ہے جو پوری قوت سے اس کی تائید و اثبات کے لئے آستین چڑھائے ہوئے ہے اسی طرح اس وقت بھی ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا جس میں بدقسمتی سے زیادہ تر اسی جماعت کے افراد شریک تھے جو آج بھی اس نظریہ کے قبول کرنے میں عام مسلمانوں سے دس قدم آگے نظر آ رہے ہیں۔ ملا صاحب کا بیان ہے کہ کوئی صاحب حاجی ابراہیم صاحب سرہندی تھے جن کا ذکر اس کتاب میں مختلف مواقع پر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی آدمی تھے۔ اکبر کے زمانہ میں صوبہ گجرات کی صدارت پر سرفراز تھے۔ آپ نے گجرات سے جو تحفے بادشاہ کے پاس بھیجے تھے، ان میں ایک تحفہ یہ بھی تھا۔

Marfat.com

عبارت جعلی از شیخ ابن عربی قدس سرہ
سو در کتابے کہنہ کرم خوردہ بخط مجہول نوشت
کہ "صاحب الزمان نزد آن بسیار خواہد داشت
عددش ہزار خواہد بود و صفحے چند کہ در "خلیفۃ
الزمان" بود درج کرد صـ ۲۷ ج ۲

ایک جعلی عبارت حضرت شیخ ابن عربی
قدس سرہ کی ایک پرانی کرم خوردہ کتاب سے
نامانوس حروف میں نقل کر کے بھیجی جس کا مطلب
یہ تھا کہ "صاحب زمان" کے پاس بہت سی
عورتیں ہوں گی اور ہزار بیٹا ہوگا۔ اسی طرح
کے چند صفحات جو "خلیفۃ الزمان" میں تھے
اس میں درج تھے۔

اگرچہ برہموں کی طرح ان کی بات نبھ نہ سکی اور یہ حادثہ اس گروہ کے ساتھ اکثر پیش آتا ہے ملا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"آں جعل در لباس ظاہر شد"

ایک اور مولنا صاحب تھے۔ جن کا ذکر ملا صاحب نے مولنا خواجہ شیرازی کے لقب سے کیا ہے۔ ان مولنا صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"یک مقطعہ رسالہ از شرفا آوردہ
کہ در احادیث صحاح ہفت ہزار سال کہ مدت
ایام دنیاست سپری شد و حالات وقت ظہور
مہدی موجود است و خود ہم رسالہ ترتیب
دادہ گذرانید صـ ۲۸۷"

شرفاء کے پاس سے یہ کہ مقطعہ سے
ایک رسالہ لائے کہ صحیح حدیثوں میں دنیا کی پوری
مدت عمر سات ہزار سال ہے اور یہ مدت پوری
ہو چکی۔ پس یہی وقت اس مہدی کے ظہور کا ہے۔
جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔ خود ان مولنا نے خواجہ
شیرازی صاحب نے بھی اس موضوع پر ایک
رسالہ مرتب فرمایا تھا

ملا صاحب لکھتے ہیں کہ اس تحریک کی "امداد میں صرف سنی علماء ہی کے افراد شریک نہیں ہو گئے تھے، بلکہ شیعی علماء کے بعض افراد بھی:۔

Marfat.com

از امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کردہ ص ۲۸۷

اکبر کے عہد کے ایک شیعی عالم ملا شریف آملی بھی تھے، صاحب تالیف و تصنیف تھے، ملا صاحب نے ان کا ایک طویل تذکرہ درج کیا ہے، انھوں نے محمود بسخوانی جو تیموری عہد کا ایک مشہور سطح نویس مصنف گذرا ہے، اس کی کتاب سے بھی یہ مضمون نکالا:-

کہ در سال نہ صد و نود برد اندہ باطل	نوسو نوے (ہجری) میں باطل کا مٹانے
شخصے خواہد بود۔ و بہمہ تعبیر از "صاحب دین حق"	والا ایک شخص پیدا ہوگا "صاحب دین حق" سے
تشخیص کردہ بہ حساب جمل نہ صد و نود ست	اس کی تعبیر کی گئی اور جمل کے قاعدہ سے وہی نوسو نوے کے عدد نکالے گئے۔ ص ۲۷۸

ان سب کے علاوہ ناصر خسرو کی دو رباعیاں بھی اسی "نظریہ الف ثانی" کی تائید میں پیش کی جاتی تھیں، پہلی رباعی یہ ہے۔

در نہ صد و ہشتاد و نہ از حکم قضا	آیند کواکب از جوانب یک جا
در سال اسد ماہ اسد روز اسد	از پردہ برون خرامد آں شیر خدا

اور "آں شیر خدا" سے مراد اکبر کی ذات تھی، دوسری رباعی یہ ہے۔

در نہ صد و تسعین دو قِراں می بینم	وز مہدی و دجال نشاں می بینم
یا ملک بدل گردد یا گردد دیں	سرے کہ نہاں ست عیاں می بینم

بہر کیف اکبر کے زمانہ میں اتفاقاً اسلام کی عمر کے ہزار سال کا گذرنا ایک ایسا واقعہ بنا لیا گیا جس پر "الف ثانی" کے نظریہ کی یاروں نے، بڑی بڑی تعمیریں کھڑی کر دیں اور مستقل طور پر طے کر دیا گیا، کہ "محمدی اسلام" کی عمر پوری ہو گئی بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی اضافہ کر دیا گیا کہ بالفرض اگر نہ بھی پوری ہوئی (جیسا کہ ملا صاحب کا بیان ہے جب بھی

دریں سال شیخ مبارک در خلوت بحضور	ملا مبارک نے بیربر سے بادشاہ کے
بادشاہ بیربر گفت کہ چنانچہ در کتب شما تحریفات	سامنے خلوت میں مخاطب کر کے کہا کہ جس طرح

Marfat.com

است در دین ما نیز تحریفات بسیار رفته و اعتماد نے نماند ص ۳۱۲

ہمارے دین میں بھی تحریفیں ہوئی ہیں اس طرح ہمارے مذہب میں بھی کافی تحریفیں ہوئی ہیں جس کی وجہ سے اب اس مذہب پر بھی اعتماد باقی نہ رہا

ایک مقدمہ یہ ہوا۔ اور دوسرا اس کے بعد

مدت ہزار سال از ہجرت تمام شدہ ص ۲۰

ترجمہ: اس وقت تک ایک ہزار سال کی مدت پوری ہو چکی ہے۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ اب کسی جدید آئین کی ضرورت ہے۔ لیکن جدید آئین کی بنیاد کیا ہونی چاہئے۔ گویا یہی کہ "ہندو مسلم" اختلاف کو رفع کرنا۔ اب سنئے کہ اس پر جدید حاشیہ آرائی کیا ہوئی

عقلا در ہمہ ادیان موجود بودہ اند و ارباب ریاضات و کشف و کرامات در کل طوائف انام پیدا و حق ہمہ جا دائر پس انحصار آں در یک دین و یک ملت کہ نو پیدا شدہ و ہزار سال بر او نگذشتہ باشد چہ لازم و اثبات یکے و نفی دیگرے ترجیح بلا مرجح از کجا ص ۱۴۶

تمام مذاہب میں عقل مند موجود ہیں اور پائے جاتے ہیں اسی طرح ریاضت و مجاہدہ کشف و کرامات والے بھی دنیا کے تمام لوگوں میں پائے جاتے ہیں، اور حق تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے پھر ایک ہی دین و ملت میں حق کو کیوں منحصر خیال کیا جاتا ہے اور وہ بھی ایسے دین میں جو نو مولود ہے اس پر ابھی ہزار سال بھی نہیں گذرے ہیں۔ آخر ایسے دین میں حق کو منحصر کر دینا کیوں ضروری ہے یقیناً ایک مذہب کو صحیح خیال کرنا اور دوسرے کو غلط ٹھہرانا یہ ترجیح بلا مرجح ہو یعنی بلا وجہ کی ترجیح ہے

"ہندی نوبت" کی تعمیر کا شاید یہی مقدمہ ہے، جو اس کی جدید تحریک "اور نشاۃ ثانیہ" کی تائید میں اسی جماعت کے ایک فرد فرید نے چند دن ہوئے کہ بعض آیات قرآنیہ کی جدید تفسیر کے ذریعہ سے اسکا دعوی کو دہرا دیا ہے اور تحریک کے بانیوں کی جانب سے انھیں کافی داد ملی۔ حتیٰ کہ بعض "دیسی" زبانوں میں اس کا ترجمہ کر کے بھی شائع کرایا گیا۔ خیر مجھے اس سے کیا بحث میں تو صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اسلام کو جس آتشگیر مادہ نے

کر لیا ہے اور ناتوانوں کو خطرہ پیدا ہو رہا ہے کہ خدانخواستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب و اتباع باحسان کے فراہم کردہ خرمن کو (لا فعلہ اللہ) یہ شعلے سوخت کر کے بھسم نہ کر دیں۔ یہ خیال اس قرآن کے متعلق جو "محفوظ" لوح میں "انا لہ لحافظون" کے دست قدرت سے ثبت کیا گیا ہے؟ اس کو برباد کرنا تو بڑی چیز ہے انشاء اللہ ناپاکوں کے ناپاک ہاتھ اس کو چھو بھی نہیں سکتے وہ خود اپنی (اللہ تعالیٰ) لازوالی قوتوں سے اس قسم کی اطفائی کوششوں کا مشاہدہ کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔ خواہ جھٹلانے والوں کی یہ جماعت فرعون و نمرود کے جنود ہی کیوں نہ ہوں۔

بہرحال آخر یہ طے کر لیا گیا کہ "جدید ملت" کی بنیاد رکھ دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اکبر کی تکذیبی رفتار اس وقت تک صرف دامان نبوت تک پہونچی تھی۔ الحاد کی آخری منزل تک نہیں پہونچا تھا اس کے دماغ میں ابھی "الٰہ" کا عقیدہ باقی تھا اور اسی لیے اس جدید دین کا نام "الٰہی مذہب" رکھا گیا تھا۔ الٰہی مذہب کے لئے عموماً الہام و وحی کی ضرورت ہوتی ہے پھر کیا اکبر نے اس کا بھی کوئی سامان کیا تھا اور کتابوں میں تو خفیف سا اس کا بھی کچھ سراغ ملتا ہے لیکن ملا صاحب باوجودیکہ ایک موقعہ پر لکھ گئے ہیں۔

این ہمہ باعث دعوی نبوت شد   یہی باتیں دعوئ نبوت کی سبب ہوئیں لیکن
اما نہ بہ لفظ نبوت بلکہ بعبارت آخر صـ ۲۸۶   "نبوت" کے لفظ کے ساتھ نہیں دوسرے لفظوں میں۔

اور ملا شیری نے بھی اپنے مشہور قصیدہ میں اکبر کی ان بیہودہ کوششوں کا اس ایک شعر میں جواب دیکر کہ،

شورش مغز است اگر در خاطر آرد جاہلے   کز خلائق مہر پیغمبر جدا خواہد شدن

آخر میں انھوں نے بھی کچھ "نبوت" ہی کے جانب ظریفانہ اشارہ کیا ہے۔

بادشاہ امسال دعوائے نبوت کردہ است   گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

لیکن بجز ایک واقعہ کے جس کا ذکر بدایونی نے بھی کیا ہے کہ زمانہ دینجاب سے

لوٹتے ہوئے اکبر کو سیر و شکار کا شوق ہوا۔ اور قمرغہ (ہانکنے) کا فرمان دے کر شکار میں مصروف ہوا۔ چار دن تک مسلسل شکار کھیلتا رہا۔ شکاروں کا انبار لگ گیا کہ اچانک ایک درخت کے نیچے۔

ناگاہ بہ یک بار حالتے عجیب و جذبۂ عظیم بر شاہنشاہی وارد گشت و تغیر فاحش در وضع ظاہر شد بہ شانہ کہ تعبیر از آں ممکن نہ بود، ہر کدام ہر چیزے حمل می کردند ص۲۵۳

اچانک بادشاہ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور عظیم جذبہ وارد ہوا۔ حالت میں غیر معمولی انقلاب سا پیدا ہوگیا، اور ایک ایسی کیفیت تھی جس کی تعبیر ناممکن ہے ہر شخص اپنے خیال کے مطابق ایک رائے قائم کرتا تھا۔

اکبر پر کس قسم کا حال طاری ہوا تھا۔ ملا صاحب تو "الغیب عند اللہ" کہہ کر نکل گئے۔ لیکن آگے چل کر خود ہی لکھتے ہیں کہ۔

ایں خبر در شرقی روئیہ ہند شہرت یافتہ سا ماجیت عجیب و اکاذیب غریب در افواہ عوام افتاد ص۲۵۳

ہندوستان کے مشرقی علاقوں میں بادشاہ کی اس کیفیت کے متعلق طرح طرح کی گپیں اور بیہودہ باتیں مشہور ہوگئیں۔

بظاہر وحی اور کتاب کے متعلق جو بعض خبریں مشہور ہیں۔ وہ ان ہی "اداجیت" و "اکاذیب" پر مبنی ہیں۔ اتنا تو ثابت ہے کہ اس درخت کو "مقدس" قرار دیا گیا۔ "و از طرح عمارت عالی و باغ وسیع در آنجا انداختند" "و زر بسیار بفقرا و مساکین دادہ" اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ "موئے سر را قصر کردند" یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ گیان کے "بودی ٹری" کی نقل نہ تھی۔ کیا اکبر کو پیپل کے اس درخت کی خبر نہ تھی۔ جس کے نیچے ہندوستان کے مشہور بانی مذہب "بدھا" کے ساتھ کچھ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا۔ لیکن باوجود عمارت عالی و باغ وسیع کے سب ۔۔۔ مسمار ہو کر خاک شد۔ ظاہری سے دیکھ ۔۔

[illegible]

بہر حال جہاں تک میرے محدود معلومات کا تعلق ہے۔ اکبر نے نبوت کا صریح اور صاف دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ جس کی شہادت ملا صاحب بھی دیتے ہیں۔ لیکن ایک کوئی تاج العارفین کہتے وہ۔

انسان کامل را عبارت از خلیفۃ الزمان دانستہ و تعبیر آں بذات اقدس نمودہ اکثر عین واجب و لااقل عکس ان فہمانیدہ ص

انسان کامل خلیفۃ الزمان کو قرار دیتے تھے اور اکبر کی ذات کو اس کا مصداق ٹھہرا کر اس کو بجنسہٖ خدا یا کم از کم خدا کا عکس ہونا سمجھاتے تھے۔

لیکن پھر بھی جو بات "نبی" بننے میں حاصل ہو سکتی تھی۔ عین واجب بننے میں وہ لطف نہ تھا۔

تاج العارفین کا جس طبقہ سے تعلق تھا۔ اس میں "بادشاہ" تو خیر ایک چیز بھی ہے ہر فقیر گداگر "انا الحق" کا نعرہ لگا سکتا تھا اور اسی لئے اس کو کوئی اہمیت بھی نہیں دی گئی۔

القصہ اس سلسلہ میں دوسروں کے بیان سے نہیں بلکہ خود ملا صاحب ہی کی دوسری عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الف ثانی اور تحریف اسلام "ساوات ادیان" ان تینوں نظریات کو طے کرنے کے بعد۔

نماز و روزہ و جمیع نبوات را تقلیدات نام نہادند یعنی غیر معقول و مدار دین بر عقل گذاشتند نہ نقل ص۲۱

نماز و روزہ اور وہ ساری چیزیں جن کا نبوت سے تعلق ہے، ان کا نام "تقلیدات" رکھا گیا یعنی سب بے عقلی کی باتیں ٹھہرائی گئیں "اور مذہب کی بنیاد "عقل" پر رکھی گئی۔ نہ نقل پر۔

ایک اور موقعہ پر نقل کرتے ہیں کہ جب کسی شرعی مسئلہ کا ذکر ہوتا تو اس وقت بادشاہ یہ کہا کرتے تھے:۔

ایں را از ملایاں بپرسید و چیزے کہ تعلق بعقل و حکمت دارد از من ص۳۰

اس کو ملاؤں سے پوچھو، البتہ ایسی چیز جس کا تعلق عقل و حکمت سے ہو وہ مجھ سے دریافت کرو۔

Marfat.com

لیکن "عقل" کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس "جدید دین" کے تمام اصول و فروع سب براہ راست "عقل" سے پیدا کئے جاتے تھے۔ بلکہ صورت یہ اختیار کی گئی کہ پہلے تو "مساوات ادیان" کا دعویٰ کیا گیا۔ گویا کسی دین کو کسی دوسرے دین پر ترجیح نہ دی جائے۔" لیکن مذاہب میں جو تضاد و تناقض ہے یہ نظریہ مساوات" پر اس کا نباہنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال تھا، اس لیے ترجیح کے لئے "عقل" میزان ٹھہرائی گئی۔ اور ممکنہ حد تک تمام مذاہب کے علماء و ماہرین جمع کرنے کی کوشش کی گئی اور ہر ایک سے اس کے مذہب کے معلومات حاصل کئے جاتے تھے۔ مسلمان اور ہندو تو دربار میں موجود ہی تھے۔ ان دو کے علاوہ اس وقت تک اس ملک میں یوروپین صلیبیوں کی بھی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی۔ جیسا کہ ملا صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ عموماً یہ لوگ ساحلی علاقوں میں بحری قزاقوں کی حیثیت سے منڈلاتے رہتے تھے۔ اور اندرونِ ملک میں ان کا داخلہ غالباً اس وقت بحیثیت بازیگروں کے ہوتا تھا۔ کیونکہ ملا صاحب نے ان کا اپنی کتاب میں جہاں کہیں تذکرہ کیا ہے اس میں زیادہ تر یہی ہے کہ جشن نوروز میں فرنگیوں کی بھی ایک ٹولی شریک ہوئی، اس نے ارغنوں نامی باجہ بجا کر لوگوں کو متحیر کیا غالباً پیانو یا ہارمونیم تھا۔ کبھی بیلون اڑا کر تماشے دکھاتے تھے۔ الغرض اکبری عہد تک ان کی حیثیت بظاہر بازی گروں ہی کی معلوم ہوتی ہے۔ بعد کو انھوں نے سوداگروں کا بھیس بدلا اور آخر میں جو کچھ ہو کر رہا وہ تو سب کے سامنے ہی ہے "تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء" کی حقیقی تفسیر کتابوں میں نہیں بلکہ صحیفۂ فطرت کے اوراق میں ہمیشہ یوں ہی لکھی جاتی ہیں۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ قصہ یہ ہو رہا تھا کہ اکبری دربار میں مختلف ارباب مذاہب کی ٹولیاں یکے بعد دیگرے دھمکنے لگیں۔ ہر ایک اپنے اپنے مذہب کو دربار میں پیش کرتا جن میں ایک

دانایان مرتاض ملک افرنجہ کہ ایشاں	ملک فرنگ کے مرتاض دانشمندوں کا بھی
را پادری و مجتہد ایشاں را ..... پاپا می گویند	گروہ تھا ان لوگوں کو پادری کہتے ہیں اور ان کے

Marfat.com

انجیل نمودند و بر ثالث ثلاثہ دلائل گذرانیدند و حقیقت نصرانیت اثبات کردہ۔

بڑے مجتہد کا نام پایا ہے۔ ان لوگوں نے انجیل پیش کی، اور ثالث ثلاثہ کے متعلق دلائل پیش کئے اور نصرانیت کو حق ثابت کیا۔

ابوالفضل کو حکم دیا گیا کہ انجیل کا ترجمہ ان پادریوں سے پوچھ پوچھ کر کریں یہی ترجمہ تھا جس کا بجائے بسم اللہ کے ای نام تو ژژو کرستو سے آغاز کیا گیا تھا۔

اسی طرح

آتش پرستان کہ از شہر نوساری ولایت گجرات آمدہ بودند دین زردشت را حق نمودند و تعظیم آتش را عبادت عظیم می گفتند و بجانب خود کشیدہ از اصطلاح و راہ کیانیان واقف ساختند

ولائت گجرات کے شہر نوساری سے آتش پرست بھی آئے انھوں نے زردشت کے دین کی حقیقت ثابت کی، یہ لوگ آگ کی تعظیم کو بڑی عبادت خیال کرتے ہیں انھوں نے بادشاہ کو اپنے جانب مائل کرنے کی کوشش کی اور کیانی بادشاہوں کے رسم ورواج سے واقف کیا۔

ان کے متعلق بھی ابوالفضل ہی کو حکم دیا گیا کہ

آتش بہ اہتمام شیخ ابوالفضل بروش ملوک عجم کہ آتش ایشان ہمہ برپائے بود دائم الاوقات وچہ در شب وچہ در روز در محل نگاہ می داشتہ باشند۔

شیخ ابوالفضل کی نگرانی میں حکم دیا گیا ہے کہ ہمیشہ رات دن شاہی محل میں آگ کے روشن رکھنے کا انتظام کیا جائے۔

ان کے سوا اور جو تاریکیاں تھیں وہ تو چراغ ہی کے نیچے تھیں۔ ہندو مذہب کے تمام فرقے اور اسلام کے بھی مختلف العقائد گروہ دربار میں موجود تھے۔ ابتداءً سب سے پوچھا جاتا تھا۔ اور ہر مذہب والے کی رائے دریافت کی جاتی تھی۔ جیسا کہ ملا صاحب کے اس بیان

اصناف دانایان از ہر دیار وارد آید و ادیان و مذاہب بعد بار جمع شدہ بشرف ہمزبانی مخصوص بودند بعد از تحقیق و تفتیش کہ شب و روز شیوہ و پیشہ غیر ازاں نداشتند ص ۲۵۷

ہر ملک سے ہر قسم کے دانشمند، اور مختلف مذاہب و ادیان کے لوگ دربار میں جمع ہوکر بادشاہ کی ہمکلامی سے شرف یاب ہوتے تھے تحقیق و تلاش جس کے سوا بادشاہ کا رات دن میں کوئی مشغلہ نہ تھا اس میں مشغول رہتے۔

لیکن یہ سعدی تعمیر جو ہو رہی تھی ظاہر ہے کہ ایک مستقل مذہبی نظام" کی تخریب و تکذیب کے بعد ہو رہی تھی یکن ہے کہ ابتداً اس عمارت منہدمہ کی چیزوں سے بھی اس جدید عمارت کی تیاری میں کام لیا جاتا ہو۔ لیکن حالات نے بہ تدریج کروٹ لینا شروع کیا، اور نوبت آخر میں یہاں تک پہونچی کہ

برغم اسلام ہر حکمے کہ ارباب ادیان دیگر بیان می کردند آں را نص قاطع شمردند بخلاف دین ملت (اسلام) کہ ہمہ آں نامعقول و حادث و واضع آں فقرائے عرباں ص

اسلام کی ضد اور اس کے توڑ پر ہر وہ حکم جو کسی دوسرے مذہب کا ہوتا اس کو بادشاہ نص قاطع اور قطعی دلیل خیال کرتے تھے۔ بخلاف اسلامی ملت کے کہ اس کی ساری باتیں مہمل اور نامعقول نو پیدا، عرب کے مفلسوں کی گڑھی ہوئی چیزیں خیال کی جائیں۔

اس لئے اب سلسلۂ تحقیقات میں "اسلام" کا نام تختہ سے کاٹ دیا گیا۔ اور آخری طریقہ کار یہ رہ گیا۔

ہر چہ خوش می آمد از ہر کس غیر از مسلمانان التقاط و انتخاب نمودہ و آنچہ نا مرضی طبع و خلاف خواہش بود احتراز و اجتناب لازم می دانستند ص ۲۵۶

مسلمانوں کے سوا جس شخص کی جو بات پسند آجاتی تھی اُس کا انتخاب کر لیا جاتا تھا اور جو باتیں ناپسندیدہ اور بادشاہ کی خواہش کے خلاف ہوتی تھیں ان سے احتراز اور پرہیز کو ضروری خیال کرتے تھے۔

Marfat.com

اس معاملہ میں اکبر کی رفتار جس نقطہ پر پہونچ کر رہی ملا صاحب ہی اس کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:۔

بعد از پنج و شش سال اثرے از اسلام نماند و قضیہ منعکس شد ص۲۵۵	پانچ چھ سال کے بعد اسلام کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور بات بالکل الٹ گئی۔

اور یوں "مساوات مذاہب" "ترجیح بلا مرجح" رواداری انصاف کا سارا دعویٰ انتہائی تعصب کی شکل میں بدل گیا اور جب کبھی جس ملک اور قوم میں اس قسم کے دعاوی کا اعلان کیا گیا ہے اس کا آخری انجام یہی ہوا ہے۔ ملا صاحب کی عینی شہادت ہے کہ ۔رواداراکبر۔ "صلح کل" والے اکبر کی ذہنیت کا آخری حال یہ تھا۔

ہر کرا نہ بر وفق اعتقاد خویش می یافتند کشتنی و مردود و مطرود ابدی می دانستند و نامش نقیہہ ماندند ص۳۳۹	جس کسی کو اپنے اعتقاد کے موافق نہ پاتے تھے وہ بادشاہ کے نزدیک کشتنی اور دھتکارا ہوا شمار ہوتا تھا اور اس کا نام "نقیہ" رکھ دیا جاتا تھا۔

اور ملا صاحب کے سامنے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز	بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

حالانکہ اس میں کوئی بوالعجبی نہیں ہے۔ ہمیشہ ارتداد و الحاد کی بنیاد "رواداری" کے نرم و دل کش دعویٰ پر قائم کی جاتی ہے۔ لیکن اس مسلک کے سلوک کی آخری منزل وہی ہے جہاں آخر اکبر پہونچ گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ اب یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ اسلام کے سوا تمام دوسرے مذاہب کے اصول و فروع کا مطالعہ کیا جائے اور ترجیح و عمل کا ذریعہ عقل کے فیصلہ کو ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ ملا صاحب کے بیان سے معلوم ہوا کہ خود اکبر شب و روز اسی ادھیڑ بن میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن اکیلے کہاں تک خود کام کر سکتا تھا۔ اور متفرق طور پر مختلف لوگوں کی کوششوں سے بھی کسی مستقل "نظم" کی تکوین ناممکن تھی اور وہی گیتی وہ انجمن جس کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ

Marfat.com

یورپ کے عہد تجدید کا نتیجہ ہے لیکن ملا صاحب فرماتے ہیں کہ اکبر مذہب کو بھی ریزہ ریزہ کرنے لگے خواد ہر جہت سے کر رہا۔ چالیس آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی اور

حکم کردند کہ از مقربان چہل کس بعدد چہل تن بنشینند و ہر کس ہرچہ داند بگوید و ہرچہ خواہد پرسد ص۳۰۸

بادشاہ نے حکم صادر کیا کہ چہل تن کے حساب سے خاص خاص لوگوں میں سے جن کو بادشاہ سے قرب حاصل تھا چالیس آدمی ایک جگہ بیٹھا کریں اور اس مجلس میں جو شخص جو کچھ جانتا ہو اس کا اظہار کرے اور جس قسم کے سوالات کرنا چاہتا ہو کرے۔

چہل تن کی اس مجلس میں مسائل پیش ہوتے تھے اور بحث عقل سے اس کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ البتہ اس کمیٹی کی یہ ایک خصوصیت بھی تھی کہ اسلامی عقائد و اعمال کے متعلق

شبہات گوناگوں بہ تسخر و استہزا وارد آوردہ اگر کسے در معرض جواب تند جواب ہمہ شیخ بود ص۳۰۷

طرح طرح کے شبہے ہنسی مذاق کی شکل میں کیے جاتے، اور اگر کوئی بیچارہ جواب دینے کا ارادہ کرتا تو جواب سے ساکت کر دیا جاتا۔

آزاد کمیٹیوں کا یہ عارضہ گویا نیا عارضہ نہیں ہے سب کچھ بول سکتے ہو اور کچھ نہیں بول سکتے اس تناقض کا کتنا اچھا ثبوت آج بھی قومی اور حکومتی مجلسوں میں ملتا رہتا ہے۔ یہ تھی اکبر دی گریٹ کی مسلمہ رواداری اور بجائے اکبر کو کیا کہا جائے۔ آج بھی مسلک صلح کل کے مدعیوں کا جو تجربہ ہو رہا ہے کیا اس سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ لیکن سب کچھ سننے اور سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی جو سننا نہ چاہتے ہوں اور دیکھنے سے آنکھیں میچتے ہوں ان سے کیا کہئے کہ بہت جلد ہی خود اُن کو

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔

کہنا ہی پڑے گا۔ بہرحال یوں۔ اسلام کے سوا دیگر ادیان و مذاہب کے عناصر کا

Marfat.com

انتخاب کیا جاتا اور اس ذریعہ سے "دین الٰہی" کی تعمیر ہو رہی تھی اس ذیل میں یہ واقعہ ہے کہ پیش شدہ مذاہب میں سے سب ہی سے کچھ نہ کچھ لیا جاتا تھا۔ مثلاً عیسائیوں سے بقول ملا صاحب

نواختن ناقوس نصاریٰ و تماشائے صورت ثالث ثلثہ و بلبلان کہ خوش گاہ ایشان ست و سائر لہو و لعب وظیفہ شد ص ۳۰۴

نصاریٰ سے سنکھ بجانے اور ثالث ثلثہ (باپ بیٹا روح القدس) کی صورت دیکھنا اور بلبلان جہاں لوگوں کی "خوش گاہ کا نام ہے) اور ایسی ہی دوسری کھیل کود کی باتیں بادشاہ کے وظیفہ میں داخل ہو گئیں۔

واللہ اعلم بالصواب "بلبلان" کیا چیز ہے؟ "خوش گاہ ایشان ست" سے جو تفسیر کی گئی ہے بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بال گھر" وغیرہ کا یہ کوئی بگڑا ہوا تلفظ ہے۔ اسی طرح ملا صاحب نے جہاں یہ لکھا ہے کہ "مدار دین بر عقل گذاشتند اسی کے بعد ان کا یہ فقرہ ہے کہ:-

آمد و رفت فرنگیان نیز شد و بعضے اعتقادیات عقلی ایشاں را فرا گرفتند ص ۳۱۲

فرنگیوں کی آمد و رفت بھی شروع ہو گئی تھی، اور بعض عقلی اعتقادات بادشاہ نے ان سے حاصل کئے۔

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس "عقلیت" کی آندھی کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ مغربی تسلط کے بعد ہندوستان میں آئی۔ در اصل وہ اس سے دو صدی پیشتر دھمک چکی تھی۔ شائد وحی و نبوت معجزات کرامات وغیرہ کے انکار کی بنیاد "آمد و رفت فرنگیان" پر ہی مبنی ہو۔ گویا ریشنلزم (عقلیت) جسے خود اب یورپ کے اگناسٹک (ارتیابی) سراسر بد عقلی قرار دے چکے ہیں ہندوستان کے لیے یورپ کا یہ تحفہ کوئی جدید تحفہ نہیں ہے۔ "مغربی فلسفہ" کی تاریخ پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی زمانہ تھا کہ جب کیتھولک مظالم سے تنگ آ کر کمزور اعصاب والوں کا غضبناک گروہ یورپ میں پیدا ہو کر سرے سے "مذہبی بنیادوں" پر جا و بیجا طریقہ سے پیہم حملے کر رہا تھا۔ اور نادانی سے اس عہد کے لوگوں نے منافرت کی اس پیداوار کا نام فلسفہ رکھ دیا تھا۔

Marfat.com

اسی طرح پارسیوں کی بھی بعض باتیں قبول کی گئی تھیں، اور جیسا کہ گذر چکا شاہی محل میں انھیں کے مشورہ سے ایک "دوامی آتشکدہ" بھی علامی ابوالفضل کی نگرانی میں قائم کر دیا گیا تھا، ملا صاحب نے لکھا ہے کہ آگ "آیتے ست از آیات خدا و نورسیت از انوار وے" قرار دیگئی تھی، اور ھوتن کی رسم جو پارسیوں سے پہلے بھی شاہی محل میں "دختران راجہائے ہند" کی وجہ سے انجام دی جاتی تھی، اس میں اس آتشکدہ کے قیام سے اور اضافہ ہو گیا، خود بادشاہ علانیہ آتش پرستی کرتا تھا۔ اھ

مقربان نیز در وقت افروختن شمع و چراغ قیام لازم می ساختند

اور بادشاہ کے مقربین بھی شمع اور چراغ کے روشن ہونے کے وقت قیام کرنا اپنے لئے فرض قرار دئے ہوئے تھے۔

یہ تھے وہ اجزا، جو نصرانیوں، اور مجوسیوں کے دین سے اس "جدید مذہب" میں شریک کئے گئے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ سب سے زیادہ "اس دین" پر جس مذہب کا اثر پڑا تھا، وہ وہی مذہب تھا جس کو "ہندی قومیت" کی تعمیر کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اثر انداز ہونا قدرتی طور پر ضروری تھا یعنی تو اس مذہب کے علما اور رہبروں سے دربار بھرا ہوا تھا اور جیسا کہ ملا صاحب کا بیان ہے کہ بادشاہ کو

از صغر سن باز بطوائف مختلف از براہمہ و باد فروشان و سائر اصناف ہندواں ربطے خاص والتفاتے تمام است۔ ص ۲۶۱

بادشاہ کو بچپن ہی سے ہندوستان کی مختلف قوموں مثلاً برہمنوں سے بھاٹوں سے اور ازیں قبیل دوسری ہندی جماعتوں سے خاص ربط اور ان کی طرف فطری میلان تھا۔

اسوا اسکے۔

دختران راجہائے عظیم ہند کہ بتصرف آوردہ بود ند تصرف در مزاج کردہ۔ ص ۳

ہندوستان کے بڑے بڑے راجواڑوں کی لڑکیاں جنھیں بادشاہ اپنے تصرف میں لاچکا تھا ان کو

کو بھی بادشاہ کے مزاج میں خاصہ دخل ہو گیا تھا۔

اور اسی کے ساتھ کا یہی تھا ایک برہمن جس کا نام برہمداس تھا اور جسکو پہلے کب رائے میں "ملک الشعراء" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا اور بعد کو وہی بیر بر (بہادر) کے نام سے مشہور ہوا بادشاہ کے مزاج میں یہ بہت دخیل ہو گیا تھا۔ اکبر و بیربر کے تعلقات اس درجہ پر پہونچے ہوئے تھے کہ آج تک ان کے چرچوں سے ہندوستان کے گلی کوچے معمور ہیں۔ ملا صاحب نے اگر اسکے متعلق یہ لکھا ہے کہ بادشاہ سے اس کا تعلق "لحمک لحمی ودمک دمی" کا سا ہو گیا تھا تو اس میں کیا تعجب ہے۔ اور آخر میں اسی بیربر کی سفارش سے ایک بڑا فلسفی برہمن جس کا نام دیوی تھا بادشاہ کے قرب سے معزز ہوا۔ بتدریج اس برہمن کا اثر اکبر پر یہاں تک پڑا کہ رات کو بھی جب شاہی خوابگاہ میں چلا جاتا تھا دیوی برہمن سے ملنے کے لئے بے چین رہتا تھا۔ معلوم نہیں کہ خاص اسی برہمن کے لئے یا کسی اور وجہ سے اکبر نے ایک کھٹولا (جھولا) تیار کیا تھا، جس پر بیٹھنے والا بیٹھ جاتا اور اوپر کھینچ لیا جاتا تھا۔ جہاں وہ خاص شاہی خوابگاہ میں پہنچ جاتا تھا، ملا صاحب لکھتے ہیں:-

چندگاہے دیوی برہمن کہ از مفسران مہابھارت بود بر چارپائی نشاندہ بالا کشیدہ نزدیک بقصرے کہ آں را خوابگاہ ساختہ بودند معلق داشتہ از وے اسرار و افسانہائے ہندی و طریق عبادت اصنام و آتش و آفتاب و تعظیم کواکب و احترام اسالیین کفرہ از برہما و مہادیو و بشن و کشن و مہامائی ...... شنیدہ بآں جانب گرائیدند ص ۲۵۸

ایک زمانہ تک دیوی برہمن جو مہابھارت کی کتھا کہنے والا تھا اسکو چارپائی پر اوپر کھینچ لیا جاتا تھا جو اس قصر کے پاس تھا جسکو بادشاہ نے اپنی خوابگاہ میں بنایا تھا اور اس سے ہندوستانی قصے اور اس کے اسرار نیز بتوں کے آفتاب کے آگ کے پوجنے کے طریقے ستاروں کی تعظیم کے آداب اکابروں کے جو دیوتے لگ گئے ہیں مثلاً برہما، مہادیو، بشن، کشن، مہامائی وغیرہ کے احترام کی صورتیں سنتا اور پھر ان کی جانب مائل ہوتا۔ انکو قبول کرتا۔

Marfat.com

اسی طرح پرکوتم نامی برہمن بھی بادشاہ سے بہت زیادہ ہل مل گیا تھا ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر دین اکبری میں ان ہی لوگوں کے عقائد و اعمال رسوم و طریقے کو جگہ ملی۔

دین الٰہی کے عناصر

اگرچہ ایک مستقل نظام مذہبی کا تفصیلی تذکرہ اس مختصر سے مضمون میں ناممکن ہے لیکن بطور نمونہ کے بعض نمایاں اجزاء کا ذکر بھی آئندہ مقصد کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ سلبی طور پر اسلامی عقائد و عبادات و اعمال و رسوم کا تدریجی خاتمہ ہو چکا تھا لیکن ان کی جگہ جو چیزیں اس جدید دین میں بھری گئیں ان میں ممتاز چیزیں یہ ہیں۔

عبادت میں بجائے توحید کے شرک صریح

کسی تاویل و توجیہ کی پناہ میں نہیں، بلکہ علانیہ اس باب میں اکبر کا جو مسلک تھا، ملا صاحب ہی سے اسکو سننا چاہئے۔

عبادت آفتاب را روزے چہار وقت کہ سحر و شام و نیم روز و نیم شب باشد لازم گرفتند و ہزار و یک نام ہندی آفتاب را وظیفہ ساختہ نیم روز متوجہ آں شدہ بحضور دل مے خواندند و ہر دو گوش گرفتہ و چرخے زدہ تھپا بر بنا گوش کوفتہ حرکاتے دیگر نیز ازیں قبیل بسیار بود و نشقہ کشیدند و نوبت و نقارہ یکے در نیم شب و یکے در وقت طلوع قرار یافت ص ۳۳۶

آفتاب کی عبادت دن میں چار وقت یعنی صبح و شام دوپہر آدھی رات میں لازمی طور پر کرتے تھے۔ اور ایک ہزار ایک آفتاب کے ہندی ناموں کو اپنا وظیفہ بنایا تھا، ٹھیک دوپہر کو آفتاب کی طرف متوجہ ہو کر حضور قلب کے ساتھ ان ناموں کو پڑھا کرتے تھے، اور اپنے دونوں کانوں کو پکڑ کر یا شاید ایک چرخ کھاتا اور کانوں کے اوپر ٹھپکے لگاتا اسی قسم کی دوسری حرکات بہت سی بادشاہ سے صادر

ہوتی تھیں، وہ قشقہ بھی لگاتے تھے، اور آدھی
رات کو ایک دفعہ، پھر طلوع آفتاب کے وقت
دوسری دفعہ روزانہ نوبت ونقارہ بھی مقرر تھا۔

یہ قاعدہ مقرر تھا کہ جب آفتاب کا ذکر کیا جائے (العیاذ باللہ) اس وقت جلت قدرتہ کہا جائے اور ایک بیچارہ آفتاب ہی کیا،۔

ہم چنیں آتش وآب وسنگ ودرخت وسائر مظاہر روزگار تا گاؤ وسرگین آں نیز وقشقہ وزنار را جلوہ دادہ دعا تسخیر آفتاب کہ ہندو آں تعلیم دادہ بودند بہ طریق ورد در نیم شب و وقت طلوع خواندن گرفتند صـ۲۶۱

اسی طرح آگ، پانی، درخت، اور تمام مظاہر فطرت حتی کہ گائے اور گائے کے گوبر تک کو پوجتا تھا، اور قشقہ جنیو سے اپنے بدن کو آراستہ کرتا، اور آفتاب کے سخر کرنیکی دعا جس کی تعلیم ہندوؤں نے دی تھی، ورد کے طور پر آدھی رات کو اور طلوع آفتاب کے وقت پڑھا کرتا تھا۔

اور صرف عبادت ہی نہیں کی جاتی تھی، بلکہ ربوبیت میں بھی اسکو شریک ٹھیرایا گیا تھا کہ،۔

آفتاب نیر اعظم وعطیہ بخش تمام عالم ومربی بادشاہان و پادشاہان مروج اد ایند۔ صـ

آفتاب نیر اعظم ہے، اور سارے عالم کو وہ دادو دہش کرتا ہے، بادشاہوں کا مربی و سرپرست موجد ہی ہے، اور سلاطین اسکو رواج دلانے والے ہیں۔

کواکب پرستی میں غلو اس قدر بڑھ گیا تھا کہ،۔

لباس را موافق رنگ از سبع سیارہ کہ ہر روزے بکوکبے منسوب است ساختند صـ

بادشاہ اپنے لباس کا رنگ سات ستاروں کے رنگ کے مطابق رکھتے تھے، چونکہ ہر دن کسی سیارہ کے ساتھ منسوب ہے (اس لئے ہر دن کے لباس کا رنگ جداگانہ مطابق رنگ سیارہ ہوتا)

Marfat.com

سد کے متعلق بھی ہندوؤں نے باور کرایا تھا کہ:-

"شوکت ازاں دہ مظہر ست کہ حق تعالیٰ دراں حلول کردہ (العیاذ باللہ)"

"مبداء و معاد" جن پر مذاہب کی بنیاد قائم ہے، اسمیں مبدء کے متعلق تو یہ عقیدہ قرار دیا گیا، اب رہا معاد یعنی "بعد مردن" کے متعلق جدید دین میں۔

درمذہب تناسخیہ رسوخ قدم حاصل شد، صـ۲۵۸

تناسخ کے عقیدہ میں بڑی پختگی پیدا ہوگئی تھی۔

اعظم خاں گورنر بنگال جب دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا:-

"ما دلائل قطعی بر حقیقت تناسخ یافتہ ایم شیخ ابوالفضل خاطر نشان شما خواہد کرد" صـ۳۰۰

اس مسئلہ کے متعلق خوش اعتقادی یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ برہمنوں کے مشورہ سے بادشاہ صرف سر کے بیچ کے بال منڈوایا کرتے تھے۔ اور چاروں طرف کناروں کے بال چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ چونکہ بادشاہ کی روح کامل ہو چکی ہے اور

روح کامل کملاں از راہ ہامہ کہ منفذ دہم ست خروج میکند دراں وقت آوازے مثل صاعقہ میکند وآں دلیل سعادت و نجات میت است از گناہان و علامت حلول روح است بمذہب تناسخ در بدن بادشاہے ذی شوکتے صاحب اقتدارے نافذ الامرے

صـ۳۲۵

اور کامل و مکمل لوگوں کی روح کھوپری (تالو) کی راہ سے نکلا کرتی ہے جو دس سوراخوں (یعنی بدن کے) سوراخوں میں سے دسواں سوراخ ہے جس وقت کاملوں کی روح کھوپری سے نکلتی ہے اسوقت ایک کڑاکے کی آواز پیدا ہوتی ہے، اور یہ آواز روح کی سعادت و نجات کی دلیل ہوتی ہے، اور یہ کہ مردہ کو گناہوں سے نجات ہوگئی (شاید جلنے کے وقت آخر میں جو مردوں کی کھوپڑی پھٹتی ہے اور اس وقت ایک سخت آواز قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہے برہمنوں نے اسی کو نجات کی دلیل بنالیا ہوگا) بہرحال اس آواز کو یہ لوگ اسکی دلیل بھی قرار دیتے تھے کہ ایسے آدمی کی روح کسی صاحب شوکت باقتدار مطلق العنان بادشاہ کے بدن میں جنم لیتی ہے۔

Marfat.com

گویا اس طریقہ سے بادشاہ کو یقین تھا کہ مرنے کے بعد پھر کسی دوسرے تخت پر اسی شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے، اگرچہ بعض برہمنوں نے تو یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ اکبری عہد (الف ثانی) ہے چونکہ بجائے قمر کے زحل کا عمل دخل شروع ہو گیا ہے اس لئے عمر کی کمی جو دورہ قمر کا نتیجہ تھی اب نہ ہوگی۔ دورہ زحل کے متعلق خیال تھا کہ "مد ما طول ادوار، دورش طول اعمار است"، الغرض پہلے تو برہمنی کے خیال کو ایک دور دراز زمانہ تک ملتوی کر دیا گیا اور اسکے بعد بھی یقین دلایا گیا کہ آئندہ بھی بادشاہ کی روح کسی ایسے ہی بادشاہ کے جون میں حلول کرے گی جیسا کہ وہ خود تھا، ان باتوں نے تناسخ پر اس کے قدم کو راسخ کر دیا تھا۔

ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ

ایک دفعہ مہا بھارت کے ترجمہ میں بے ساختہ ایک قصہ کے ذکر میں میرے قلم سے یہ مصرعہ نکل گیا تھا ع

ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد

بادشاہ نے جس وقت یہ مصرعہ سنا، بگڑ گیا کہ (میرے اس مصرعہ کو

ایں ہمی رفت بر سوال منکر نکیر و حشر و نشر و حساب و میزان و غیر آں نمودہ مخالف قرار داد خویش کہ بغیر تناسخ ہیچ چیز قائل نیستند منہ ۷۰

بادشاہ نے منکر نکیر کے سوال، حشر و نشر، حساب و میزان وغیرہ کی طرف اشارہ خیال کیا، اور ان ہی پر اس مصرعہ کو محمول کیا، اور اسکو اپنے اس تناسخ کے عقیدے کے مخالف قرار دیا جس کے سوا وہ کسی چیز کا قائل نہ تھا۔

ملا بیچارے کی خیر نہیں تھی، بارے ترجمہ کے حیلے سے رہائی ملی، عقائد کے یہی وہ اہم جز تھے اسلئے اکبر کا اس میں یہ حال تھا۔

یہ عقائد و عبادات تھے جو بادشاہ کرتا تھا،

اور ستم ظریفی یہ تھی کہ با ایں ہمہ شرک اس مذہب کا نام

"به توحید الٰہی" موسوم ساختند - ص۳۲۵

"توحید الٰہی" کے نام سے اس مذہب کو موسوم کیا گیا تھا۔

مریدوں سے باضابطہ اس دین میں داخل ہونے کے متعلق بیعت لی جاتی تھی۔ سب سے پہلے جو کلمہ پڑھایا جاتا تھا، وہ جیسا کہ ملا صاحب لکھتے ہیں:

قرار دادند که به کلمه لا اله الا الله "اکبر خلیفة الله" علانیه تکلیف نمایند - ص۲۷۳

حکم تھا کہ "لا اله الا الله" کے ساتھ "اکبر خلیفة الله" کہنے پر لوگوں کے ساتھ اصرار کیا جائے اور اس کا ان کو مکلف ٹھیرایا جائے۔

بلکہ اس قول سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض مریدوں ہی تک یہ بات محدود نہ تھی بلکہ عام رعایا کو بھی اس کے کہنے پر قانونی حیثیت سے مجبور کیا جاتا تھا۔

بہرحال جو لوگ اس دین میں باضابطہ داخل ہوتے تھے۔ ان کو گزشتہ بالا کلمہ کے ساتھ حسب ذیل معاہدہ نامہ کا اقرار کرنا پڑتا تھا ملا صاحب نے اس معاہدہ نامہ کو بجنسہ نقل کر دیا ہے۔

منکہ فلاں بن فلاں باشم بطوع و رغبت و شوق قلبی از اسلام مجازی و تقلیدی کہ از پدران دیدہ و شنیدہ بودم ابراء و تبرا نمودم و در دین الٰہی اکبر شاہی در آمدم و مراتب چہار گانہ اخلاص کہ ترک مال و ترک جان و ناموس و دین باشد قبول کردم ص۳

میں کہ فلاں بن فلاں ہوں، اپنی خواہش و رغبت اور دلی شوق کے ساتھ دین اسلام مجازی، تقلیدی جو باپ دادوں سے سنا اور دیکھا تھا اس سے علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں، اور اس دین کے اخلاص کے چاروں مراتب یعنی ترک مال، ترک جان، ترک ناموس و عزت، ترک دین کو قبول کرتا ہوں۔

جو لوگ اس دین میں داخل ہوتے تھے انکو "موافق اصطلاح جوگیاں چیلہ نامیدند" ص۳۲۵ اور خود یہ لوگ "بجماعتہ را کہ مرید ساختہ اند چیلہ مشہور بودند" ص۲۹۹ انہی لوگوں کے لئے یہ دستور ٹھہرایا گیا تھا کہ:-

Marfat.com

اللہ اکبر عنوان نامہائے قرار یافت ص۳۲۱

اپنے خطوط کے سرناموں میں "اللہ اکبر" لکھا کریں۔

نیز بجائے "سلام" کے

مریدان چوں ہم دگر ملاقات بہ کردند یکے "اللہ اکبر" دیگرے جل جلالہ گوئند۔ ص۳۵۶

مرید جب باہم ملتے جلتے، تو ان میں ایک "اللہ اکبر" اور دوسرا "جل جلالہ" کہتا۔

مرید کرنے کا طریقہ یہ تھا،

ہر دوازدہ نفر نوبت بہ نوبت و مثل بہ مثل مرید شدہ موافقت در مشرب مذہب مے نمودند

بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولی ٹولی نوبت بہ نوبت بادشاہ سے مرید ہوتی اور مشرب و مذہب میں یہ لوگ موافقت اختیار کرتے

ان کو "شجرہ" بھی دیا جاتا تھا لیکن وہ "شجرہ" کیا ہوتا تھا، حامیان تجدد" کے لئے باعث رشک ہے ہائے!

حریفاں بادہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

بجائے شجرہ شبیہے دادہ آں را علامت اخلاص و مقدمہ رشد و دولت مے دانستند و در غلافے مرصع پیچیدہ بالائے دستار مے گذاشتند۔ ص۳۴۱

"شجرہ" کی جگہ بادشاہ کی ایک "شبیہہ" (تصویر) مریدوں کو دی جاتی تھی، اس تصویر کو اخلاص کی علامت یکجہتی اور دولت و اقبال کا مقدمہ خیال کیا جاتا تھا ایک مرصع جواہر نگار غلاف میں اس تصویر کو رکھ کر یہ لوگ اپنی اپنی دستاروں پر لگاتے تھے۔

علاوہ ان معبودوں کے جنھیں پیر پوجتا تھا، مریدوں کے لئے خود "بادشاہ" کی عبادت بھی "دین جدیدہ" کے اہم ارکان میں شمار کی جاتی تھی، اس عبادت کا خاص طریقہ تھا، ملا صاحب لکھتے ہیں:-

ہر صباح در وقت عبادت شمس بجھروکہ تا طلعت مبارک مے دیدند، مسواک و طعام

ہر صبح میں اس وقت جس وقت بادشاہ جھروکہ میں آفتاب کی پوجا کرتا تھا ان مریدوں کی جب تک بادشاہ کے مبارک

آب بر ایشاں حرام بود و در ہر شب صاحب
حاجتے و نیاز مندے از ہندو و مسلم و انواع
طوائف مرد و زن صحیح و سقیم را آنجا بار عام
بود و کار بارے طرفہ و ہنگامہ گرمی و از
دحامے عظیمے دہیں کہ از تسبیح ہزار و یک
نام نیر اعظم فارغ شدہ از حجاب بر مے آمدند
ایں جماعۃ در سجدے افتادند۔ ص ۳۲۲

چہرہ پر نظر نہ پڑتی تھی نہ تو یہ دفن کرتے تھے اور
کھانا پانی ان پر اس وقت تک حرام تھا، رات ہی کے وقت
سے ہر شب میں حاجت و ضرورت والے خواہ ہندو ہوں
یا مسلمان عورتیں مردوں میں سے بیمار سے ہی طرح
کے لوگوں کو اس جگہ آنے کی عام اجازت تھی جس کا نتیجہ یہ تھا
کہ ایک بڑا ہنگامہ ایک بڑا میلہ، رونق جاتا تھا، بادشاہ
جوں ہی آفتاب کے ایک ہزار ایک نام کے وظیفہ سے فارغ
ہو کر پردہ سے باہر آتا سب کے سب ایک دفعہ سجدہ میں گر جاتے۔

الغرض بادشاہ تو ذرہ سے لیکر آفتاب تک ہر اس چیز کا پجاری بن گیا تھا جس میں نفع و ضرر کا پہلو کچھ بھی نمایاں ہوتا، اور بادشاہ کے مرید علاوہ ان معبودوں کے خود اپنے پیر کو بھی پوجتے تھے اسی سجدہ کا نام "زمیں بوس" رکھا گیا تھا، اس سلسلہ میں تاج العارفین صاحب کا صوفیانہ اغوا بھی شریک تھا، یہ مولانا زکریا اجودھنی کے صاحبزادے تھے، اور نزہۃ الارواح جو تصوف کی مشہور کتاب ہے اس پر شرح بھی لکھی تھی آپ ہی نے بادشاہ کو "عین واجب" "لا اقل عکس واجب" قرار دے کر

سجدہ براے او تجویز کردہ آں را زمیں بوس
نامیدند و رعایت ادب بادشاہ را فرض
عین شمردہ روے او را کعبہ مرادات و
قبلہ حاجات دانایندند و بعضے روایات
مرجوحہ و عمل مریداں بعضے مشائخ ہند را
دریں باب تمسک آوردند ص ۲۵۹

بادشاہ کے لئے سجدہ کو جائز قرار دیا، اور اس کا نام
"زمین بوس" رکھا گیا تھا، اور بادشاہ کے ادب کا خیال
فرض ٹھیرایا گیا، اور بادشاہ کو مقاصد و مرادوں کا کعبہ
اور اس کے چہرہ کو قبلہ حاجات مقرر کیا گیا، اور بعض
کمزور روایتوں، اور ہندوستان کے بعض صوفیوں کے
طرز عمل سے اس دعوے کو ثابت کیا جاتا تھا۔

*زمیں بوس کا یہی طریقہ تھا، جو بعد میں بھی جاری رہا، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کے دل کا زخم اسی مسئلہ کے منہ سے بالآخر پھوٹ پڑا تھا، جیسا کہ آئندہ ذکر آتا ہے۔ اکبری عہد میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص علما، بھی ایس مشرکانہ فعل کے مرتکب ہوتے تھے ملا صاحب نے ایک عالم کی تصویر زمیں بوس کے وقت کی کھینچی ہے فرماتے ہیں کہ یہ مولوی دربار میں جس وقت حاضر ہوا تو

گردن کج کرد و کورنش کرده تا دیرے دست بستہ چشم پوشیدہ ایستادہ ماند بعد از مدتے چوں حکم نشستن فرمودند سجدۂ بجا آوردہ و مانند اشتر کوک نشست۔ صـ ۲۴۷

گردن ٹیڑھی کر کے کورنش بجالایا، اور دیر تک ہاتھ باندھے اور آنکھیں بند کئے کھڑا رہا، دیر کے بعد جب اس کو بیٹھنے کا حکم ملا تو فوراً سجدہ میں چلا گیا اور پھر اونٹ کی مانند بیٹھ گیا۔

یہ حال عقائد و عبادات کا تھا، ان کے ماسوا اور جو باتیں اس "دین" کے رسوم و عادات میں سے تھیں ان کا افسانہ طویل ہے، تاہم خروارے مشتے نمونہ از "مشتے" ہی پر کفایت کی جاتی ہے۔

سود اور جوئے کی حلت

ملا صاحب لکھتے ہیں:۔

ربوا و قمار حلال شد و دیگر محرمات بر ایں قیاس باید کرد و قمار خانہ در دربار بنا کرده زرے بسود بقماراں از خزانہ مے دادند۔

سود اور جوا حلال کر دیا گیا تھا، اسی پر دوسری حرام چیزوں کو قیاس کر لینا چاہئے، ایک جوا گھر خاص دربار میں بنایا گیا اور جواریوں کو شاہی خزانہ سے سودی قرض دیا جاتا تھا۔

شراب کی حلت

فتویٰ دیا گیا کہ۔

شراب اگر بجہت رفاہیت بدنی بطریق اہل حکمت بخورند و فتنہ و فسادے از اں نزاید مباح باشد بخلاف مستی مفرط و اجتماع و غوغا کہ اگر ایں چنیں یا فتند سیاست بلیغ نمودند۔

شراب بدن کی اصلاح کے لئے طبی طور پر استعمال کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کے پینے سے کوئی فتنہ و فساد نہ پیدا ہو اس طرح شراب پینا جائز ہے، البتہ حد سے گذرا ہوا نشہ، اور اس کی وجہ سے گول کا جمع ہو کر شور و غوغا مچانا بد شاہ کو اگر اس کی خبر ہو جاتی تھی تو سخت سزا دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

اور جس طرح جوئے اور سود کی عملی شکل اختیار کی گئی تھی، بادشاہ نے خود ہی۔

"دوکان شراب فروشی بر در بار با اہتمام خاتون دربان کہ از نسل خمار است برپا کردہ نرخ معین نہادند۔"

ایک دکان شراب فروشی کی بھی دربار ہی کے پاس دربان عورت جو شراب فروشوں کی نسل سے تھی اس کے اہتمام میں قائم کی تھی اور اس کے نرخ بھی خود ہی مقرر کئے تھے۔

گویا "محکمۂ آبکاری" کی ہندوستان میں یہ پہلی بنیاد تھی، شراب کے مسئلہ میں بادشاہ کو جس قدر غلو تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ:

"مجالس نوروزی اکثر علما و صلحا بلکہ قاضی و مفتی را نیز بدور دادی قدح نوشی آوردند۔"

کہ نوروز کی مجلسوں میں اکثر علماء و صلحاء بلکہ قاضی و مفتی تک شراب نوشی کے میدان میں آ جاتے تھے۔

"نشاط" کی اس مجلس میں مختلف لوگوں کے نام سے جام تجویز کئے جاتے ہیں۔ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ملک الشعراء (فیضی) مے گفتند کہ ایں پیالہ بکوری فقہاء مے خوریم۔"

کہ ملک الشعراء فرمایا کرتے کہ یہ پیالہ میں فقہا کے "اندھاپن" کے نام سے پیتا ہوں۔

داڑھی کی درگت

شراب کی حلت کے بعد "دین الٰہی" میں سب سے زیادہ زور جس چیز پر دیا جاتا تھا وہ ریش تراشی کا مسئلہ تھا ملا صاحب کا بیان ہے کہ ابتداءً داڑھی منڈانے کا خیال "مخدرات راجہائے عظیم" کی بدولت پیدا ہوا اس کے بعد پھر کیا تھا اس خیال کی تائید میں عقلی و نقلی دونوں قسم کے دلائل کا دریا بہا دیا گیا عقلی دلائل میں سے عجیب دلیل تو یہ تھی کہ:

"ریش از خصیتین آب مے خورد لہٰذا ہیچ خواجہ سرائے ریش ندارد و رنگا بداشتن او چہ ثواب۔"

داڑھی کے بالوں کی پرورش خصیتین سے ہوتی ہے اور ان ہی سے داڑھی پانی لیتی ہے، پھر اس کے رکھنے سے کیا ثواب ہو سکتا ہے۔

اور نقلی دلائل جو اس مسئلے میں پیش کئے گئے ان میں بعض سننے کے قابل ہیں۔ ان ہی سے دوسری دلیلوں کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے فقہ کی کسی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ داڑھی کو اس طرح

نہیں ترشوانا چاہیے۔ جس طرح عراق کے بعض اوباش کرتے ہیں۔ اوباش کا ترجمہ عربی میں قضاۃ سے کیا گیا تھا۔ ہندو مسلمانوں کی صورت کو واحد نقطہ پر جمع کرنے کی کوشش میں ایک مولوی صاحب نے عین کو قاف بنا دیا۔ اور شاہی دربار میں انھوں نے عبارت اس شکل میں پیش کی۔

کما یفعلہ قضاۃ العراق — جس طرح عراق کے قاضی منڈایا کرتے ہیں:

دلیل یہ تھی کہ جب عراق کے قاضی داڑھی منڈاتے تھے، تو ہندوستان کے کیوں نہ منڈائیں۔

ملا ابوسعید پانی پتی جو ملا امان کے بھتیجے تھے، ان کے پرانے مسودوں سے ایک حدیث بھی بارگاہ شاہی میں گزرانی گئی تھی جس کا ترجمہ ملا صاحب نے درج کیا ہے۔

پسر صحابی متراش در نظر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد فرمودند کہ اہل بہشت باین ہئیت خواہند بود ص۲۷۵

ایک صحابی کے صاحبزادے داڑھی منڈائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت والوں کی یہی صورت ہوگی۔

آخر میں "ریش تراشی" کے معاملہ میں اکبر کا جنون اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ "ریش تراشی بہ کلاش میکردند"۔ بیچارے ملا صاحب نے اس کی تاریخ بھی لکھی۔

بگفتہ ریشہا برباد دادہ مفسدے چند

دربار اکبری کے بڑے بڑے فضلا و علما روزمرہ اپنی اپنی داڑھیاں بادشاہ کے قدموں پر نثار کرتے تھے۔

غسل جنابت — ایک مسئلہ اس "دین جدید" کا یہ بھی تھا۔

فرضیت غسل جنابت مطلقاً ساقط شد کہ تخم آفرینش نیکان است بلکہ مناسب آن ست کہ اول غسل کنند بعد ازاں جماع

ناپاکی کی وجہ سے غسل کے فرض ہونے کا مسئلہ منسوخ کر دیا گیا اس لئے کہ منی، نیک لوگوں کی پیدائش کا تخم ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ پہلے آدمی غسل کرے بعد اس کے ہم بستر ہو۔

قانون نکاح اور ساردا ایکٹ — نکاح کے متعلق چند جدید قوانین نافذ کیے گئے ایک تو یہ کہ دختر خالہ

Marfat.com

نکاح نکنند کہ میل کم شود" اور اسی کے ساتھ یہ بھی قانون بنایا گیا کہ :۔

پسر را پیشتر از شانزدہ سالگی و دختر را از چاردہ سالگی نکاح روا نہ باشد کہ فرزند ضعیف مے شود

سولہ سال سے پہلے لڑکوں کا اور چودہ سال سے پہلے لڑکیوں کا نکاح جائز نہ ہوگا اس لئے کہ بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں۔

گویا سارد ا ایکٹ کا نفاذ بھی اسی زمانہ میں ہوگیا تھا۔ ملا صاحب نے لکھا ہے، کہ مسلمانوں نے اس وقت حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کو عذر میں پیش کیا تھا، غنیمت ہے، کہ اکبر نے صرف واقعہ کے انکار پر قناعت کی جیسا کہ لکھتے ہیں۔

قصہ زفاف صلی اللہ علیہ وسلم با صدیقہ را مطلق منکر بودند

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقہ کی رخصتی کے بالکلیہ منکر تھے (یعنی عمر کی مشہور مدت غلط ہے)

نکاح ہی کے سلسلہ کا ایک قانون یہ بھی تھا کہ "بیشتر از یک زن نکاح نکنند"۔

گویا تعدد ازدواج کا قصہ اسی وقت اٹھ چکا تھا، دلیل میں کہا جاتا کہ "خدا ایکے و زن یکے"۔

یہ بھی حکم تھا کہ آئسہ عورت (جس کے ایام بند ہوں) نکاح نہیں کر سکتی، اسی طرح ایسی عورت جو مرد سے بارہ[12] سال بڑی ہو مرد اس کے ساتھ ہم بستری نہیں کر سکتا، سارد ا ایکٹ کی پیچیدگیاں ابھی سامنے نہیں ہیں چونکہ اس دور میں ابھی اس پر پورا عمل نہیں ہوا ہے ورنہ اکبر کے عہد میں اس کا جو انجام ہوا تھا، ملا صاحب بیان کرتے ہیں کہ حکم چونکہ یہ تھا کہ جب تک لڑکا اور لڑکی کا کوتوالی میں معائنہ نہ کرا لیا جائے، اور عمر کا صداقت نامہ نہ حاصل کر لیا جائے ان کا نکاح نہیں ہو سکتا نتیجہ جس کا یہ ہوا

بایں تقریب خیلے منافع و فوائد عہدہ داران خصوصاً کسان کو توال و خانۂ کلال و سائر عوانان ارذال بیروں از وہم و

اس خلیعہ سے عہدہ داروں کو کمائی کا خوب موقع ملا خصوصاً کوتوال اور خانۂ کلال کے آدمیوں، اور ان کے دوسرے مددگاروں ماتحتوں کو جو عموماً کمینے ہوتے ہیں ان کی اس

خیال عائد گردید۔ صـ۳۹۱

قانون سے جو نفع پہونچا اس کا اندازہ حد وہم و خیال سے باہر ہے۔

پردہ ملا صاحب کی اس عبارت سے

زنے جوانے کہ در کوچہ و بازارے گردیدہ باشد و دران حال یار دیدہ شد یا روے کشادہ گردد صـ۳۹۱

جو آن عورتیں جو کوچہ بازار میں نکلتی ہیں، باہر نکلنے کے وقت ہی چاہئے کہ چہرہ کو یا کھلا رکھیں، یا چہرہ کو کھول دیا کریں (اگر برقعہ وغیرہ ہو)

معلوم ہوتا ہے، کہ شاید قانوناً پردہ بھی اٹھا دیا گیا تھا۔ گویا وہ ساری روشن خیالیاں اور جدت طرازیاں جن پر "عہد جدید" کو ناز ہے، نہایت افسوس ناک سانحہ ہے، کہ تقریباً ان میں سے اکثر روشنی جدید نہیں، بلکہ قدیم ہے، کاش! اس کی کہنگی و قدامت ہی ان لوگوں کے جھجکنے کا ذریعہ بنجائے۔

زنا کی تنظیم نکاح کے قوانین میں ان ترمیموں کے سوا عہد اکبری میں بعض علما نے فقہ حنفی کی رو سے "جواز متعہ" کا بھی فتوی صادر کیا تھا جس کا قصہ طویل ہے بعضوں نے تو اکبر کے "الحاد" کا نقطہ آغاز اسی مسئلہ کو قرار دیا ہے بعض مولویوں نے بجائے چار کے اکبر کے کانوں تک یہ بھی پہونچایا تھا کہ بعض مجتہدین (نو) اور بعض اس سے زیادہ بھی بیویوں کے قائل ہیں، لیکن یہ باتیں اس وقت کی ہیں جب تک ان مولویوں کو "فقیہ کدہ" کا خطاب نہ ملا تھا "دین الٰہی" کی تدوین کے بعد تو آپ دیکھ چکے کہ ایک سے زائد تک کی حرمت کا قانون بن گیا تھا، البتہ بانجھ ہونے کی صورت میں دوسری بیوی کی اجازت تھی، ایک طرف تو یہ حال تھا، دوسری طرف بغیر نکاح و متعہ کے بھی اس فعل کی اجازت ہو گئی تھی، گویا قانوناً زنا حرام نہ تھا، صرف اس کو منظم کرنے کے لئے ایک دستور بنا دیا گیا تھا، ملا صاحب لکھتے ہیں۔

از شہر بیرون آبادان ساختند و آن را شیطان پورہ نامیدند و آنجا نیز محافظ و مشرفے و داروغہ

شہر سے باہر آبادی بنائی گئی، اور اس کا نام شیطان پورہ رکھا گیا، وہاں باضابطہ محافظ، نگراں، داروغہ مقرر تھے

Marfat.com

نصب کردند تا ہر کہ باآں جماعت صحبت دارد یا کہ جوان ہے..... یا گھر لیجانا چاہے اپنا نام
یا بخانہ ببرد اول نام و نسب خود بنویساند آں گاہ و نسب لکھوائے اور ان ملازموں کے اتفاق
باتفاق تتغاچیاں جماع ہر چہ خواہد کند ہے..... جو چاہے کرے۔

اس سے بھی زیادہ پرلطف قانون کا یہ حصہ تھا "اگر کسے خواہد کہ بکارت آنہا بہ برد اگر خواستگار از مقربان نامی ست دارو غہ بعرض رسانیدہ رخصت از درگاہ بگیرد الانہ" بادشاہ کو اس مسئلہ سے اتنی دلچسپی تھی کہ "پنہانی تحقیق مے نمودند کہ بکارت انہا کہ بردہ باشد" بیربر کے متعلق اس سلسلہ میں بادشاہ تک یہ خبر بھی پہنچائی گئی کہ "از نبات ہم نہ گذشت" مگر شدت محبت سے بادشاہ نے اس کے قصور کو معاف کر دیا۔

رسم ختنہ حالانکہ دین جدید سے پہلے اکبر نے اپنے شاہزادوں کا خود ختنہ کرایا تھا، ملا صاحب نے اس کو بھی نقل کیا ہے، لیکن "ہندو مسلم" کے رفع خلاف کا جب شوق پیدا ہوا تو اسلام کے ایسے اہم "شعار" کے متعلق یہ قانون نافذ کیا گیا کہ

ختنہ پیش از دوازدہ سالگی نہ کنند بعد ازاں اختیار دارد خواہ کند یا کند، ص ۳۶۴ کہ بارہ سال سے پیشتر لڑکوں کا ختنہ نہ کرایا جائے بارہ سال کی عمر کے بعد لڑکے کو اختیار ہوگا چاہے کرے چاہے نہ کرے۔

ظاہر ہے کہ بارہ سال کی عمر کے بعد مشکل ہی سے کوئی اس اذیت کے برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتا تھا خصوصاً جب سلطنت کی جانب سے اس کی ہمت شکنی بھی ہوتی ہو، گویا "سنت ختنہ" کے مٹانے کی ایک مخفی تدبیر تھی۔

میت دین الٰہی میں داخل ہونے والوں کے لئے مرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا

کہ پاسے از غلہ خام و خشت پختہ بر گردنش بستہ در آب بسوہ بندو بجائے کہ آب نباشد بسوزند یا بطور خطائیاں بر درختے خام غلہ اور کچی اینٹیں مردہ کی گردن میں باندھ کر اس کو پانی میں ڈال دیا جائے اگر پانی نہ ہو، تو اس کو جلا دیا جائے یا چینیوں کی طرح کسی درخت

بربندند — سے مردہ کو باندھ دیا جائے۔

شاید ڈبونے یا جلانے لٹکانے کا حکم بعد کو ہوا، ورنہ اس سے پہلے جو حکم تھا اس میں دفن کی مخالفت نہیں کی گئی تھی، البتہ اتنی ترمیم اس میں بھی تھی کہ

سر مردہ بجانب مشرق و پائے آں بجانب — مردہ کا سر مشرق کی جانب اور پاؤں مغرب کی جانب

مغرب دفن کنند۔ ص۳۵۶ — رکھ کر اس کو دفن کیا جائے۔

سلطان خواجہ کہ از جملہ مریدان خاص الخاص بود، جب مرا ہے تو اکبر نے علاوہ مذکورہ بالا سمت کے ایک حرکت یہ بھی کی تھی کہ اس کی قبر میں ایک کھڑکی بنا دی گئی تھی "مقابل نیر اعظم گذاشتند تا فروغ آں پاک کنندہ گناہاں است دہر صباح برروئش افتد" ملا صاحب لکھتے ہیں کہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ برروئش زبانہ آتش نیز رسانیدہ بودند" یہ تھا وہ دین جس میں ہندوستان کے باشندوں کا تعلق بیرون ہند سے توڑ لیا گیا تھا، اور ٹھیک جس سمت کعبہ ہے مردہ کی ٹانگ اسی جانب رکھی جاتی تھی۔ ضد کی یہ حد تھی کہ

خواب رفتن خود را نیز بہ ہمیں ہیات قرار — سونے کے وقت بادشاہ اسی ہئیت کے ساتھ سوتے

دادند ص۳۵۶ — تھے (یعنی ٹھیک بجانب قبلہ پاؤں کرتا تھا)

کہاں تک لکھا جائے ایک جز ہو، وہ جز ہو اس نے تو ابتداء زندگی سے آخر زندگی تک کے سارے قوانین کو الٹ پلٹ دیا تھا، ملا صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ گذشتہ بالا چیزوں کے ریشم، سونے کو مردوں کے لئے نہ صرف حلال بلکہ قریب قریب وجوب کی حد تک پہونچا دیا گیا تھا، عموماً اس زمانہ کے وہی علماء جنھوں نے اس "ہندی دین" کو قبول کر لیا تھا، یا اس کے حامی تھے وہ ریشمین کپڑے پہنتے تھے، اور خدا کے ایک باغی کے حکم کی تعمیل کرتے تھے آج بھی کتنے ہیں جنھیں الٰہی احکام کی اتنی قطعاً پروا نہیں ہے جتنی کہ خدا کے بعض دشمنوں کی ہے اسی طرح سور و کتے کو پاک قرار دیا گیا تھا، نہ صرف پاک بلکہ

بر رغم اسلام خنزیر و کلب از نجس بودن — بلکہ اسلام کے ضد پر سور اور کتے کے ناپاک ہونے کا

Marfat.com

بازماندن درون حرم وزیر تصرف نگاہداشتہ
ہر صباح نظر براں عبادت می شمردندے

سلسلہ منسوخ قرار دیا گیا، اور شاہی محل کے نیچے بعض ناپاک) جانور رکھے جاتے تھے، صبح سویرے اس کے دیکھنے کو بادشاہ عبادت خیال کرتا تھا۔

اس سلسلہ میں اکبری عہد کے ایک عالم (فیضی) کا قصہ تو ملا صاحب نے یہانتک نقل کیا ہے کہ۔

چند سگ را در سفر ہمراہ گرفتہ طعام با ایشاں می خوردند، و بعضے شعراء زبان سگان در دہان می گرفتند۔

چند کتوں کو سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ان ہی کتوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے بعض شاعر تو کتوں کی زبان بھی اپنے منہ میں لیتے تھے۔

یہ تھا اس دین کا ایک اجمالی نقشہ، جس میں سارے مذاہب کو ایک نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کس قدر عجیب ہے کہ اسلام اور اسلامی احکام کے سوا اور کسی مذہب کے کسی جزء کو ان لوگوں کی عقل نہ رد کرتی تھی نہ اس میں خرابی نظر آتی تھی، حالانکہ اسلام کے ساتھ جہاں ان کا یہ برتاؤ تھا اسی کے ساتھ دوسرے مذاہب اور ان کے رسوم کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت یہ نہ تھی، سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ آخر ان باتوں کو ان کی عقلیں کس طرح تسلیم کر لیتی تھیں، مثلاً یہی عقلی بادشاہ تھا، جو اپنے ہاتھ میں راکھی کے نام سے بخوشی لتہ باندھتا تھا، نیز

در روز عید ہشتم سنبلہ بر رسم اہل ہند قشقہ کشیدہ بر در دولت خانہ برآمدندے و ریسمانے جواہر دراں کشیدہ از دست براہمہ بہ تبرک گرفتہ بر دست بستندے۔

۸ سنبلہ کو جو تیوہار پڑتا تھا اہل ہند کے رسم کے مطابق بادشاہ قشقہ لگا کر برآمدہ پر بیٹھتے تھے، اور ایک ڈوری جس میں جواہرات پروئے ہوتے اسکو برہمنوں کے ہاتھ سے لیکر بطور تبرک کے اپنے ہاتھ پر باندھتے تھے،

دوسروں کے متعلق حسن ظنی کا یہ حال تھا کہ شیورا تری میں رات رات بھر جوگیوں کے ساتھ جاگا جاتا تھا کہ:- سہ چہار بار از عمر طبیعی زیادہ باشد۔

لیکن اسلام کا کوئی جزء قابل انتخاب و پسندیدگی نہ تھا، ایک طرف شیر اور بھیڑیے

Marfat.com

کے گوشت کی حلت کا فتویٰ دیا جاتا تھا کہ اس سے بہادری پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف حکم "تحریم گوشت گاو گاؤ میش و اسپ و میش و شتر بود" اسی کے ساتھ یہ بھی ایک قانون تھا، کہ

اگر کسے با شخصے کہ ذبح جانور پیشہ او شدہ باشد طعام بخورد دست او بہ برند و اگر اہل خانہ او بود انگشت اکل قطع نمائند

ص ۳۰۶

جو آدمی اس شخص کے ساتھ کھانا کھائے جس کا پیشہ ذبح کرنے کا ہے، تو اس کھانیوالے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے حتیٰ کہ اگر اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ کھائے تو کھانے کی انگلیاں اس کی بھی تراش لی جائیں۔

جس کے دوسرے معنے یہی تھے کہ ہندوستان سے "لحمی غذاؤں" کو ہمیشہ کے لئے معدوم کر دینے کا ارادہ کر لیا گیا تھا اور کون جانتا ہے کہ جب قدیم "ہندی قومیت" کی تعمیر اس نقطہ پر آکر ختم ہوئی تھی، حالانکہ اس کی تعمیر میں ایک ایسے شخص کا ہاتھ تھا جو اگر کچھ نہیں تو یقینی مسلمان ضرور تھا مسلمان ماں اور باپ سے پیدا ہوا تھا، لیکن کیا حال ہو گا "اس قومیت کا" جس کی تحریک ان ہاتھوں سے شروع ہوئی ہے، جو صدیوں سے اپنے سینوں کو انتقامی جذبات کی بھٹی بنائے ہوئے ہیں بلا شبہ اس وقت بھی کہا یہی جاتا تھا کہ کسی مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح نہ ہو گی، لیکن کیا جو کچھ جاتا تھا وہ آپ دیکھ چکے حد تو یہ ہے کہ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ منجملہ "دین جدید" کے قانونوں کے ایک قانون یہ بھی تھا۔

زن ہندو اگر بر مسلمانے فریفتہ شدہ در دین مسلمانان در آید جبراً و قہراً گرفتہ با اہل او سپارند۔ ص ۳۹۲

کوئی ہندو عورت اگر کسی مسلمان مرد پر فریفتہ ہو کر مسلمانوں کا مذہب اختیار کرے تو اس عورت کو جبراً و قہراً اس کے گھر کے لوگوں کو سپرد کر دیا جائے۔

خیر یہ تو ملا صاحب کی شہادت ہے، لیکن کیا کوئی اس شہادت کو بھی جھٹلا سکتا ہے؟

کفار ہند بے تحاشا ہدم مساجد مے نمایند و آنجا تعمیر معبد ہائے خود مے سازند، و نیز کفار

ہندوستان کے کفار بے تحاشا مسجدوں کو ڈھاتے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں، اسی طرح کفار علانیہ

برملا رسم کفر بجا می آرند و مسلمانان در اجرای اکثر احکام اسلام عاجز اند۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ۱۶۳/۴۷)

کفر کے رسوم انجام دیتے ہیں لیکن مسلمان اسلام کے اکثر احکام کے بجا لانے سے مجبور ہیں۔

یہ اکبری نہیں، بلکہ جہانگیری عہد کے ابتداء کے زمانہ کی رپورٹ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے اور یہ بائیں تو وہ تھیں جن کا براہ راست تعلق مذہب سے ہے۔

"الف دوم" میں تجدد کا جو علم ہندوستان میں لہرایا گیا اس میں مسلمانوں کے تمدنی و تہذیبی اجزاء کی حیثیت کیا باقی رہی تھی؟

مضمون کو ختم کرتے جی چاہتا ہے کہ درد کے ان پھپھولوں کو بھی پھوڑ دیا جائے، دعویٰ کیا گیا تھا کہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھا جائے گا، لیکن کیا کیا گیا؟ یا کرایا گیا؟

ملا صاحب اکبر کی زبانی نقل فرماتے ہیں ایک دن اس نے مجمع کو مخاطب کر کے اپنی رائے ظاہر کی۔

اکنون کتابہائے ہندی کہ دانایان مرتاض عابد نوشتہ اند و ہمہ صحیح و نص قاطع است و مدار دین و اعتقادیات و عبادات ایں طائفہ بر انست ترجمہ از ہندی بزبان فارسی فرمودہ چرا بنام خود نہ سازیم کہ غیر مکرر و تازہ است و ہمہ مثمر سعادات دنیوی و دینی و منتج حشمت و شوکت بے زوال و مستوجب کثرت اموال و اولاد است۔

ص ۳۲۰

اب ہندی زبان کی کتابیں جو ہندوستان کے مرتاض و عابد و دانشمندوں کی تصنیفات ہیں، یہ سب صحیح اور بالکل یقینی علوم پر حاوی ہیں اس گروہ (ہندوؤں کے) اعتقادات و عبادات کا سارا دارومدار انہی کتابوں پر ہے۔ میں کیوں نہیں ان کتابوں کے ترجمے ہندی سے فارسی زبان میں اپنے نام سے کراؤں کہ یہ ایسی کتابیں ہوں گی جو فارسی میں مکرر مضمون والی نہ ہوں گی، بلکہ تازہ معلومات ہوں گے، اور ان سے دنیوی و دینی سعادت فتح و شوکت حشمت بے زوال کے نتائج حاصل ہوں گے، اور کثرت مال و اولاد کے یہ ذریعہ ہوں گی۔

Marfat.com

اس کے بعد دفتر قایم کر دیا گیا، علماء مقرر ہوئے جو ان کتابوں کی اشاعت کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے فارسی زبان میں انکو منتقل کر رہے تھے لیکن ٹھیک اسی کے مقابلہ میں:-

عربی خواندن و دانستن آں عیب شد وفقہ وتفسیر وحدیث و خوانندہ آن مطعون ومردود۔

عربی پڑھنا عربی جاننا عیب قرار دیا گیا، اور فقہ وتفسیر وحدیث کے پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھیرائے گئے۔

اور ان علوم کی جگہ "نجوم وحکمت وطب وحساب وشعر وتاریخ افسانہ رائج ومفروض" گویا مذہبی علوم اور دینیات کی سرپرستی جو اب تک حکومت کا شیوہ تھا، یہ سرپرستی اُٹھالی گئی، اور اکبری دور کے مدارس میں مضامین فنون وسائنس کی حوصلہ افزائی کی گئی، لیکن یہ بھی چند دنوں کی بات تھی، آخری عنوان وہی تھا جس کی توقع اس کے بعد ہونی چاہیئے ملا صاحب لکھتے ہیں:-

دریں سال حکم شد کہ ہر قوم ترک علوم عربیہ نمودہ غیر از علوم غریبہ از نجوم وحساب وطب وفلسفہ نخوانند ص۳۶۳

اسی سال فرمان صادر ہوا، کہ ہر قوم عربی علوم کو چھوڑ کر صرف "علوم نادرہ وغریبہ" یعنی نجوم، حساب، طب، فلسفہ پڑھا کریں۔

پھر اس کے بعد کیا ہوا، ملا صاحب بیچارے اسلامی علوم کے اس مقتل کو دیکھتے ہیں اور روتے ہیں،

مدارس ومساجد مندرس علماء اکثرے جلاوطن شدند واولاد ناقابل ایشاں کہ بماند بمرور بہ یاجی گیری نام برآوردند ص۲۶۳

مدرسے اور مسجدیں سب ویران ہیں اکثر اہل علم جلاوطن ہو گئے ان کی اولاد ناقابل جو اس ملک میں رہ گئی ہے "یاجی گیری" میں نام پیدا کر رہی ہے۔

آخر میں ان دو شعروں پر ان کا نوحہ ختم ہوتا ہے۔

مدارس از علماء آن چناں بود خالی | کہ ماہ روزہ زمے خوار خانہ خمار
برند تختہ لوح ادیب از پے نرد | کنند مصحف قاری گرو بوجہ قمار

Marfat.com

اور معاملہ اسی پر بس نہیں ہوتا ہے، یہ تو غنیمت ہے کہ اس وقت تک ہندوستان کی زبان سے عربی الفاظ کی جلا وطنی کی تحریک کا آغاز نہیں ہوا تھا اگرچہ اکبر کا رحجان طبع ادھر معلوم ہوتا ہے، عموماً چیزوں کے نام رکھنے میں وہ ہندی ترکیبوں کو زیادہ پسند کیا کرتا تھا، مثلاً "انوپ تلاؤ" "سندر پول" "چین نگر" "پیر پرشاد" "ہاتھی کا نام وغیرہ اس کے رجحانات کا پتہ دیتے ہیں، لیکن کھل کر ابھی دماغ میں اس کے یہ تجویز نہیں آئی تھی، تاہم اسی کے قریب قریب ایک "چیز" اس کے زمانہ میں بھی پائی جاتی ہے، یعنی روزمرہ کی بولی کے بجائے عربی الفاظ کے نکالنے کے مخرج کی حروف کو ہندوستان کی عام زبان سے نکالنا چاہتا تھا۔ ملا صاحب لکھتے ہیں:۔

وحروف خاصہ زبان عرب مثل ثا، حا، عین، صاد، ضاد، طا و ظا، از ملفظ بر طرف ساختند ص ۳۰۶	ایسے حروف جو عربی زبان کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً ث ح ع ص ض ط ظ کو بول چال سے بادشاہ نے باہر کر دیا۔

اور اس پر عمل کرنے کی صورت یہ نکالی گئی تھی کہ

عبداللہ را ابداللہ، واحدی را ابدی وامثال آن، اگر میگفتند خوش مے داشتند	عبداللہ کو ابداللہ، احدی کو ابدی اور اسی قبیل (الفاظ کو بگاڑ کر) کوئی بولتا تو بادشاہ بہت خوش ہوتے تھے۔

لیکن یہ خدا کی غیبی تائید تھی، کہ اس کوشش کا دائرہ صرف بول چال ہی تک محدود رہا، ورنہ خدا نخواستہ اگر لکھنے پڑھنے میں بھی اس طریقہ کو داخل کر دیا جاتا، تو آج اسلاف کی محنتوں تک کیا ہماری رسائی ہو سکتی تھی، اور وہ کوشش جو اردو ہندی کے نام سے آج جاری ہے، اس کا مقصد اس کے سوا اور بھی کچھ ہے؟ کہ قرآن پڑھنے والی امت کو قرآنی الفاظ و حروف سے جتنی دور تک ڈھکیلا جا سکتا ہو، ڈھکیل دیا جائے۔

اسلامی علوم کی بربادی کا ایک سامان تو یہ تھا، اسی کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ

Marfat.com

اس دور میں علماء و مشائخ ائمہ و خطباء کے نام کی جو جاگیریں صدیوں سے چلی آتی تھیں، ان پر دست اندازی کی گئی،

اور جیسا کہ ملا صاحب لکھتے ہیں۔

مدرس ہدایہ و کتب منتہیانہ مثلاً نہایتش تا صد بیگہہ کم و بیش بود

کہ ہدایہ جیسی انتہائی کتابوں کے پڑھانے والوں کو کم و بیش سو بیگہہ کی جاگیر آخری حد تھی۔

اور یہ تو ابتدائی زمانہ میں ملا عبد النبی کے ہاتھ عمل میں آیا۔ آخر میں تو جیسا کہ خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے،

از جملہ شعائر اسلام تعین قضاۃ است در بلاد اسلام، کہ در قرن سابق محو شدہ بود۔ (مکتوب ۱۹۵ ج ۱)

اسلام کے منجملہ دوسرے شعائروں کے اسلامی آبادیوں میں قاضیوں کا تقرر کرنا ہے، جو قرن سابق (عہد اکبری) میں مٹادیا گیا تھا

یہ تھی اس "صلح کل" مشرب کی حقیقت جس کا ڈھنڈورا اس زور سے پیٹا جارہا ہے۔ "خلق در آسایش بود" طباطبائی کے اس جملہ کا مطلب اب کھلتا ہے، واقعہ ہے کہ اس انقلاب کے بعد بقول حضرت مجددؒ۔

غربت اسلام نزدیک بہ یک قرن بہجے قرار یافتہ است کہ اہل کفر بہ مجرد اجرائے احکام کفر برملا در بلاد اسلام راضی نے شوند۔ مے خواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گردند، واثرے از مسلمان و مسلمانی پیدا نشود، کار تا بآں سرحد رسانیدہ اندکہ اگر مسلمانے از شعائر اسلام اظہار نماید بہ قتل مے رسد، ص ۱۰۶

ایک قرن میں اسلام کی غربت اس درجہ کو پہونچی کہ اہل کفر صرف اس پر راضی نہیں ہیں کہ محض کفر کے احکام علانیہ اسلامی بلاد میں اجرا ہو جائے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکلیہ مٹادیے جائیں، اور اسلام و مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے، بات یہاں تک پہونچائی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلام کے کسی شعار کا اظہار کرتا ہے، تو اس کو قتل کے انجام تک پہونچادیا جاتا ہے۔

Marfat.com

یہ تھا اسلام کا حال جہانگیر کے ابتدائی عہد میں، پھر اکبر کے زمانہ میں جو کچھ ہوگا ظاہر ہے اس کے بعد اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکبر و جہانگیر کے بعد واقعی عدل اور حقیقی رواداری کے ساتھ جن مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان پر تعصب اور شدید تعصب کا الزام کیوں لگایا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں ایسی یک طرفہ خواہش عمل کر رہی ہو، اگر اس ملک میں کسی غیر کے ساتھ کچھ بھی اچھا سلوک کیا جائے گا۔ اس کا نام تعصب ہی رکھا جا سکتا ہے ورنہ شاہجہاں اور عالمگیر کی ایام حکومت میں کیا اکبری عہد کے ان قوانین کے مقابلہ میں کوئی ایک قانون بھی ایسا پیش کر سکتا ہے جس کا اثر ملک کے دوسرے طبقوں پر وہی پڑتا ہو، جو اکبر کی کرتوتوں سے سنی مسلمانوں پر پڑ رہا تھا، اور سچ تو یہ ہے کہ "الف ثانی" کی فرضی تحریک کی باگ جن پوشیدہ ہاتھوں میں تھی، ان میں ایک بڑا طبقہ ان لوگوں کا تھا جو مسلمانوں کے سوائے ہندوستان کے عام باشندوں کے ساتھ بھی رواداری کرنا نہیں چاہتا تھا، آخر اکبر سے مسلمانوں کے علوم کے انسداد کے بعد جو یہ فرمان نکلوایا گیا تھا کہ

اراذل را از خواندن علم در شہرہا مانع آیند کہ فساد ہا ازیں قوم برمے خیزد منت ۳۵۶	کمینہ قوم کے لوگوں کو علم کے پڑھنے سے شہروں میں روکا جائے کہ اس قوم سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

بجز ان شودروں کے اس کا اور کون نشانہ تھا، جن کے کان میں علم سننے کے گناہ میں سیسہ پلوایا جاتا تھا، اور خدا ہی جانتا ہے کہ ہندوستان کی کون کون سی "ملکش" قومیں اراذل کے تحت میں داخل تھیں۔

بہرحال بات بہت طویل ہو گئی، اور "حرف مدعا" سے پھر بھی میں اب تک دور ہوں لیکن کیا کیا جائے روشنی کو وہی پہچان سکتا ہے، جس نے اندھیرے کو دیکھا ہو، ان تفصیلات کی بڑی ضرورت تو یہی تھی، اس کے سوا مدعیان تنور و تجدد کو بھی تھوڑی دیر کے لئے ایک تماشا دکھانا تھا، شاید کہ انکو عبرت ہو، اور وہ یہ سمجھیں کہ ان کا دماغ ممکن ہو کہ نیا ہو، ان کا دل بھی نیا ہو، لیکن اپنے مشن سے جو انکو اپنا معمول و فخر بنانا ہے وہ

بہت پرانا ہے، پیغمبروں (علیہم الصلوٰۃ والتسلیم) کے مقابلہ میں اس کے یہ حربے بہت پرانے ہیں، ہو سکتا ہے کہ جدت پرستی کے ذوق میں شاید ان فرسودہ و پارینہ وسوسوں سے ان میں کچھ گھن پیدا ہو۔

اسی کے ساتھ مایوسوں کے سامنے امید کی ایک روشنی ہے، آج جس خطرہ سے ایمانیوں کے دل تھرا رہے ہیں انکو دیکھنا چاہیئے کہ کل کا خطرہ کیا اس سے کم تھا، بلکہ سچ تو یہ ہے، کہ اسوقت جو کچھ ہو سکتا تھا اب تو عقلی راہوں سے بھی اس کا ہونا بہت بعید ہے، یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کا درتابندہ پروردہ "آغوش موج" ہے، نہ طوفانوں سے کبھی وہ گھبرایا، اور نہ سیلاب اس کی رفتار کو دھیما کر سکے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ہ

لیکن افسوس کے ساتھ ایک تلخ حقیقت کا بھی مجھے آخر میں اعتراف کرنا ہے کہ "غریب اکبر" دراصل ابتداء سے "اکبر" نہ تھا، یہی ملا عبدالقادر جن کے حوالہ سے میں نے سب کچھ نقل کیا ہے لکھتے ہیں۔

بادشاہے کہ جوہر نفیس وطالب حق بود، اما عامی محض ص ۲۵۵

اس کی زندگی کے ابتدائی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ شدت کے ساتھ اسلامی عبادات کا پابند تھا، نماز تو بڑی چیز ہے، سفر و حضر میں جماعت بھی ترک نہیں ہوتی تھی، سات عالم امامت کے لیے مقرر تھے، جن میں سے ایک ہمارے ملا عبدالقادر بدایونی ہیں ان کا بیان ہے کہ

ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در دربار میگفتند، ص ۳۱۵	ہر پانچ وقت بر سر دربار جماعت کے متعلق فرماتے تھے۔

سفر میں ایک خاص خیمہ نماز کا ہوتا تھا، جس میں بادشاہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا تھا۔ علم دین اور علماء دین کا احترام جس حد تک کرتا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ شیخ عبدالنبی جو اکبر کے ابتدائی عہد حکومت میں "صدر جہاں" تھے ان کے ساتھ،

Marfat.com

بادشاہ از غایت تعظیم واحترام گاہے بہ — انتہائی احترام وتعظیم کی وجہ سے بادشاہ کبھی کبھی علم
جہت استماع علم حدیث بخانہ شیخ مے رفتند — حدیث سننے کے لئے ان کے گھر جاتا، اور ایک دو دفعہ تو
ویک دو مرتبہ کفش پیش پائے او ہم مے ماندند — جوتیاں بھی (شیخ) کے آگے بادشاہ نے رکھیں۔

علماء وصلحاء کی صحبت اس قدر مرغوب تھی کہ حضرت شیخ سلیم چشتی کے پڑوس میں رہنے کی غرض سے اس نے فتحپور ر ہی کو دار السلطنت بنالیا، اور مدتوں پیادہ پا اجمیر شریف حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو جایا کرتا تھا۔ فتحپور میں اس نے (انوپ تلاؤ) کے نام سے تالاب بنوایا تھا، اور اس کے ارد گرد عمارتیں بنائی گئی تھیں جن کا نام عبادت خانہ رکھا گیا تھا، ملا عبد القادر کا بیان ہے، کہ جہاں پر یہ عمارت بنائی گئی، بادشاہ اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اسی مقام پر ایک پرانے حجرہ کے پتھر پر بیٹھ کر کہ:-

از آبادی یک سو افتادہ نشستہ بمراقبہ — آبادی سے دور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور صبح
مشغول می شدند وفیض سحر مے ربودند — کے فیض کو حاصل کرتے تھے۔

نماز جمعہ کے بعد اسی عمارت میں علماء کا اجتماع ہوتا تھا، بعد کو یہ ذوق اتنا بڑھا کہ جمعہ کی پوری رات ان ہی علماء ومشائخ کی صحبت میں گذرتی تھی، خوشبوئیں جلائی جاتی تھیں؛

پیوستہ کار تحقیق مسائل دین بود چہ — اور دینی مسائل خواہ اصول سے متعلق ہوں یا فروع سے
اصول چہ فروع — ہمیشہ ان ہی کی تحقیق سے سروکار تھا۔

بادشاہ اس مجلس میں حسب استعداد ہر ایک کی معقول خدمت بھی کرتا تھا، اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسائل تلاش کر کر کے علماء ومشائخ کی ایک کافی جماعت یہاں اکٹھی ہونے لگی، ملا صاحب کا اندازہ ہے کہ:-

جماعت مباحثین ومناظرین چہ محقق چہ مقلد — بحث ومباحثہ ومناظرہ کرنیوالے علماء خواہ محقق ہوں یا
از صد نفر متجاوز بودند ۱۸۵۱ — مقلد ان کی تعداد سو آدمیوں سے متجاوز تھی۔

Marfat.com

بھلا جہاں مولویوں کی اتنی تعداد جمع ہو جائے - اور وہ بھی ان دنی اغراض کے تحت جو ان لوگوں کو یہاں تک کھینچ کر لائی تھیں، انجام اس کا وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ شروع شروع میں پہلا جھگڑا نشستگاہوں پر چلا، ہر ایک بادشاہ سے قریب ہونا چاہتا تھا، ملا صاحب لکھتے ہیں کہ یہ

بدنفسیہا ازیں جماعت ظاہر شد — پہلی بدنفسی تھی جو اس گروہ سے ظاہر ہوئی۔

اگرچہ اکبر نے اس دفعہ اغماض سے کام لیا، لیکن دل میں غیر شعوری طور پر ان کا وزن کم ہو رہا تھا۔ آخر ایک دن جبکہ "چشم بد دور" دین کے ان ستونوں کا یہ حال تھا۔

کہ باہم دیگر تیغ زباں کشیدہ در مقام منافی و تقابل بودند و اختلاف بجائے رسید کہ تکفیر و تضلیل ہمدگرے نمودند۔ — باہم ایک دوسرے پر زبان کی تلواریں نکالے ایک دوسرے کی نفی و تردید اور مقابلہ میں مصروف تھے کہ ان کے اختلافات اس حد کو پہنچے کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگا اور ایک دوسرے کو گمراہ کہنے لگا۔

اور شاہی دربار میں

رگ گردن علمائے زماں برآمدہ آوازہا بلند و دمدمہ بسیار ظاہر شد۔ — ان مولویوں کی گردن کی رگیں پھول آئیں، اور شور ہونے لگا، سخت ہڑبونگ مچ گیا۔

بادشاہ کے متاثر قلب پر ان کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ "بر خاطر اشرف گراں آمد"

اس کے بعد ملا عبدالقادر کو حکم دیا گیا، کہ آئندہ سے جو ان میں نامعقول ہو اس کو مجلس میں نہ آنے دینا، یہ پہلی ضرب تھی، جو اس جماعت کو نصیب ہوئی، اور گو ان کی آمد و رفت باقی رہی، لیکن ایک ایسے بادشاہ کے دربار میں جو ان کی ہر گفتگو سے، بجائے ایمانی قوت کے سوءظنی میں روز بروز ترقی کر رہا تھا، آخر ایک کے فتوٰی حلال اور دوسرے کے حرام نے بادشاہ کو مطلق دین ہی کے متعلق

در شک انداختہ حیرت بر حیرت افزود — شک میں ڈال دیا، اور اس کی حیرت پر حیرت میں اضافہ

مقصود از میان رفت — ہوتا رہا تا آنکہ جو مقصود تھا وہی سامنے سے جاتا رہا

اکبر کے دربار میں کس قسم کے علماء جمع تھے، اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے، کہ ان میں ملا عبد اللہ سلطانپوری تھے، جن کا عہدہ مخدوم الملک کا تھا، محض اس لئے کہ حج نہ کرنا پڑے، فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ دیا، زکوٰۃ کے متعلق بھی مشہور ہے کہ ششماہی تقسیم والے حیلہ سے کام لیا کرتے تھے اور آخر میں جب ہزارہا ذلت و خواری کے بعد انتقال ہوا، تو بادشاہی حکم سے ان کے مکان کا جو لاہور میں تھا جائزہ لیا گیا،

چنداں خزائن و دفائن او پدید گشت کہ قفل آں را بہ کلید وہم نتواں کشاد ازاں جملہ چند صندوق طلا، از گورخانہ مخدوم الملک کہ بہ بہانہ اموات دفن کردہ بود ظاہر شد ص ۳۱۱

اتنے خزانے اور دفینے ظاہر ہوئے کہ ان خزانوں کے تالوں کو وہم کی کنجیوں سے بھی کھولنا ناممکن ہے منجملہ ان کے سونے سے بھرے ہوئے چند صندوق مخدوم الملک کے "گورخانہ" سے برآمد ہوئے جنھیں مردوں کے بہانہ سے اس نے دفن کیا تھا۔

ادھر حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا عبد النبی تھے جو عہد اکبری کے سب سے بڑے محدث خیال کئے جاتے تھے، ان ہی کی بادشاہ نے جوتیاں سیدھی کی تھیں اور سارے ہندوستان کے ائمہ و خطباء وغیرہ کی جاگیروں کا اختیار ان کو دیا گیا تھا، لیکن علم کا حال یہ تھا کہ مشہور حدیث الحزم سوء الظن کو آپ ہمیشہ بجائے زائے معجمہ کے رائے مہملہ سے تلفظ فرماتے تھے، اور جب صدارت کے اختیارات ملے تو پھر کسی کو آنکھ ہی نہیں لگاتے تھے، سارے ہندوستان کے مذہبی جاگیرداروں کو دوڑانا شروع کیا، آخر میں یہ حالت ہوئی:۔

کہ سائر وکلائے شیخ و فراشاں و درباناں و سائساں و حلال خوراں نیز رشوتہائے کلی داد وگلیم ازاں ورطہ بدر بردے

کہ لوگ شیخ کے وکیلوں، ان کے فراشوں، دربانوں، سائیسوں، حلال خوروں (مہتروں) تک کو رشوتیں دے دے کر اپنے اپنے کمل اس گرداب سے باہر نکالتے۔

Marfat.com

مخدوم الملک اور ملا عبدالنبی دونوں میں رقیبانہ کشمکش جاری تھی، ہر ایک نے دوسرے کے متعلق رسالے لکھے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کو بواسیر ہے، اس لئے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے، دوسرا کہتا ہے کہ تو اپنے باپ کا چونکہ عاق شدہ بیٹا ہے، اس لئے تیرے پیچھے بھی نماز جائز نہیں، الغرض صبح و شام شاہی کیمپ علما کے ان دینی ہنگاموں سے گونجتا رہتا تھا۔ اور بقول ملا عبدالقادر ایک بڑی مصیبت یہ بھی تھی کہ جاہل اکبر

علماء عہد خویش را بہتر از غزالی و رازی تصور نمودہ بودند رکاکتہائے ایشاں را دیدہ قیاس غائب بر شاہد کردہ سلف را نیز منکر شدند۔

اپنے زمانہ کے علماء کو غزالی و رازی سے بھی بہتر خیال کرتا تھا، پھر ان کے پچھورے پن کو جب بادشاہ نے دیکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا۔

آخر اس عہد کا رازی جب حرّم کو خرم پڑھتا ہو۔ اور اس زمانہ کے غزالی کے گھر سے طلائی اینٹوں کی قبریں برآمد ہوتی ہوں، تو گزشتہ زمانے کے رازیوں اور غزالیوں کے متعلق کیا خیال کیا جا سکتا ہے، ازیں قبیل طرح طرح کے مشائخ بھی آتے اور اکبر کے سامنے جھوٹے دعوے کرتے کبھی کہتے کہ آپ کی فلاں حاملہ حرم کے لڑکا ہوگا، بدقسمتی سے لڑکی ہو جاتی، ایک بڈھے باکرامت بزرگ لاہور سے تشریف لائے، جب اکبر نے تنہائی میں امتحان لیا اور کچھ پیش نہ چلی تو "پیٹ" کا حیلہ ظاہر کر کے دم بخود ہو گئے۔

یقیناً علماء کا یہ فتنہ بھی بڑا فتنہ تھا، اور بقول بدایونی

اختلاف علماء کہ یکے فعلے را حرام می گفت و دیگرے بحیلہ ہماں را حلال می ساخت وجہ انکار گشت

علماء کا یہ اختلاف کہ ایک اُن میں ایک ہی فعل کو حرام کہتا تھا دوسرا کسی حیلہ سے اس کو حلال ثابت کرتا تقلید شاہ کے انکار کا سبب بن گیا۔

لیکن اس سلسلہ کا سب سے زیادہ "سیاہ حلقہ" وہ ہے، جو اگرچہ علماء ہی کا فتنہ

Marfat.com

تھا لیکن شدت تاثیر نے اکبری الحاد کا اس کو سب سے بڑا ذریعہ بنا دیا ۔

میری مراد ملا مبارک ناگوری اور ان کے شہرۂ آفاق صاحبزادوں سے ہے، ملا صاحب جیسا کہ ان کی سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے، بڑے پایہ کے عالم تھے، علوم متداولہ سے ان کو ہر فن کا ایک مستقل متن زبانی یاد تھا، جبتک ناگور ہیں رہے، زیادہ تر معقولات اور فقہ و اصول انکا علمی سرمایہ تھا، پھر یہ احمد آباد پہونچے ہیں، اس زمانہ میں ہندوستان کے ساحلی شہروں میں بجائے عقلیات کے دینی علوم کا زیادہ چرچا تھا، ملا مبارک کو احمد آباد میں اپنے دینی تبحر کا موقعہ ہاتھ آیا لیکن دماغ میں فطرۃً شورش تھی، مذاہب اربعہ اور ان کے اختلافات سے واقف ہونے کے بعد یہ غیر مقلد ہو گئے، جیسا کہ خود ابوالفضل لکھتا ہے کہ

وبہ نگاپوئے سخت پایہ اجتہاد برد نمود اگرچہ بہ اقتضائے نیاکان بزرگ روش ابو حنیفہؒ انتساب داشتند...... وازتقلید برکنارہ بندگی دلیل کردے، (آئین اکبری)

سخت دوڑ دھوپ کے بعد اجتہاد کے درجہ تک انکی رسائی ہو گئی اگرچہ بزرگان سلف کی پیروی میں ابو حنیفہؒ کی طریقہ کی جانب اپنے کو منسوب کرتے تھے ...... لیکن تقلید سے کنارہ ہو کر دلیل کی غلامی کرتے تھے ۔

اس غیر مقلدی کے سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ شیراز کے ایک فلسفی ابوالفضل گازرونی کے حلقہ میں بھی شریک ہو گئے اور،

بسیارے غوامض شفا و اشارات و تذکرہ ومجسطی را تذکار فرمودند،

اور شفا اشارات تذکرہ مجسطی کے بہترے مشکلات کو ان سے حاصل کیا۔

اس پر طرہ یہ تھا کہ ملا صاحب کو تصوف کا بھی شوق ہوا اور

اسالیب تصوف و اشراق برخواندند وفراوان کتاب نظر و تالہ دیدہ شد،

تصوف و اشراق کے مختلف طریقوں کا بھی مطالعہ کیا، اور نظر و فکر اور خداشناسی کی کتابیں بھی نظر سے گذریں۔

Marfat.com

ظاہر ہے کہ شوریدہ مغزوں میں جب یہ ساری کرامتیں جمع ہو جاتی ہیں تو پھر ان سے بے محابا ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں، جن سے جمہور میں برہمی پیدا ہوتی ہے، اگرچہ ملا صاحب پر مہدویت کا کبھی تشیع کا الزام لگایا گیا۔ لیکن ابوالفضل کو اس سے انکار ہے، بہر حال عام علماء کو ان کے طرز و روش سے ضرور شکایت تھی، اور ان پر مولویوں نے چند سخت حملے بھی کئے، اس کا آسان جواب تو یہی ہو سکتا تھا کہ یہ بھی جواب دیتے، لیکن علم کے غرور نے ملا صاحب کو ایک خطرناک اقدام پر آمادہ کیا، خلاف عادت اپنے زاویہ درس و ارشاد سے نکل کر بیٹوں کی معیت میں یہ ملک کی سیاسیات میں داخل ہو گئے، علم کا گھرانا تھا، اور پڑھے ہوئے ؟؟ زیادہ دیر نہیں لگی، چند ہی دنوں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہی ملا مبارک جن کے متعلق ابوالفضل لکھتا ہے کہ:-

شیر خاں و سلیم خاں و دیگر بزرگان در مقام آں شدند کہ از وجوہ سلطانی چیزے بر گیرند

شیر خاں (شیر شاہ) و سلیم خاں (پسر شیر شاہ) اور دوسرے بزرگوں نے اصرار کیا کہ "سلطانی وجوہ" سے کچھ قبول کریں۔

لیکن "از انجا کہ ہمت بلند بود و نظر عالی سر باز زد" یہی ملا مبارک یکایک اکبر کے بارگاہ جلال میں اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ جلوہ فرما ہیں، اس میں شک نہیں ہے، کہ مولویوں نے ان کو اور ان کے خاندان کو ضرور ستایا تھا، اور ملا صاحب کو ان کی وجہ سے کچھ دنوں پورے خاندان کے ساتھ در بدر مارا مارا پھرنا پڑا، لیکن کیا اس کا شریفانہ جواب یہ تھا کہ "بانسری" کے بجنے کو روکنے کے لئے دنیا سے بانس کے جنگل ہی نابود کر دیئے جائیں، اور بالفرض انتقام کے غصہ میں اگر یہی کرنا چاہتے تھے، تو پھر جو چوٹ انہوں نے پہاڑ سے کھائی تھی، اس کا بدلا یہ گھر کی "سل" سے کیوں لینے لگے،

بہر حال تینوں باپ بیٹوں نے اپنے شخصی انتقام کا نشانہ ہندوستان کے اہل سنت کے مولویوں ہی کو نہیں بلکہ اسلام ہی کو بنا لیا، مقصد میں کامیاب ہونے

Marfat.com

کے بعد جس وقت "اسلام" کا ایوان" اپنے سارے متوسلین کے ساتھ چل رہا تھا، اس وقت ملا عبد القادر کا بیان ہے، کہ ابوالفضل کے زبان پر ہر تھوڑی دیر کے بعد حسب ذیل اشعار جاری ہو جاتے تھے،

آتش بدو دست خویش در خرمن خویش | چوں خود زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش | اے وائے من و دست من و دامن خویش

الغرض اکبری دربار میں ابوالفضل و فیضی کا فتنہ بھی سچ پوچھو تو یہ علماء سوء ہی کا فتنہ تھا، کس قدر عجیب بات ہے، کہ شخصی اغراض نے بہ تدریج کیسی سخت قومی اور مذہبی خطرہ کی صورت اختیار کر لی تھی، اور آج بھی جو کچھ ہو رہا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ کن اثرات کے تحت ہو رہا ہے، ان فی ذلک لعبرۃ

کیسا دردناک نظارہ ہے، کہ خود دین کے معماروں کے ہاتھوں دین کی بنیاد کھد رہی تھی، اور کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آتا تھا، کہ آخر اس کا انجام کیا ہو گا، علماء و مشائخ کی عام حالت تو یہی تھی، لیکن اللہ کے بندوں سے زمانہ کا کوئی حصہ خالی نہیں ہوتا۔ اسی ہنگامہ میں کبھی کبھی ایسے نفوس بھی نظر آ جاتے ہیں جن کے سامنے دنیا سے زیادہ "آخرۃ" اور "نقد" سے زیادہ "نسیئہ" عزیز ہوتا ہے۔ حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا بدر الدین کا کارنامہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ممتاز ہے، خاندانی حیثیت سے انکا حکومت اور بادشاہ پر جو اثر تھا ظاہر ہے، لیکن جوں ہی بادشاہ کے طرز عمل میں یہ تغیرات شروع ہوئے، شاہی نوکری سے مستعفی ہو کر گھر بیٹھ گئے، اکبر نے چند بار خود ایوان خاص میں بلا کر ان کو سمجھایا، لیکن ہر ملاقات میں ناگواری بڑھتی رہی، انھوں نے قطعی طور پر "زمیں بوس" وغیرہ رسوم کا شدت سے انکار کیا، حکومت نے ان کے ساتھ سختیاں شروع کیں، آخر تنگ آ کر چپ چاپ

جریدہ در غرابے نشستہ بشرف حج مشرف شد | اکیلے ایک کشتی میں بیٹھ کر "حج" کے شرف سے مشرف ہوئے،

Marfat.com

اور کعبہ کی دیوار کے نیچے کعبہ والے کی امانت بغیر کسی خیانت کے سپرد کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے فاللّٰھم ارحمہ

درباری امراء میں ایک صاحب قطب الدین خاں تھے، اکبر اپنے دین جدید کی ان کو بھی تبلیغ کیا کرتا تھا، خاں صاحب نے ایک دن فرمایا۔

بادشاہان ولائت چوں اخوند کار روم وغیرہ ایشاں کہ ایں سخناں شنوند چہ گویند، ہمہ ہمیں دین دارند خواہ تقلیدی باشد خواہ نہ،

دوسرے ممالک کے سلاطین مثلاً روم کے اخوند کار (سلطان ترکی) وغیرہ اگر ان باتوں کو سنیں گے تو کیا کہیں گے، آخر وہ لوگ تو سب یہی دین رکھتے ہیں، خواہ تقلیدی ہو، یا نہ،

اکبر ان کے اس فقرہ پر بگڑ گیا، اور غریب پر یہ الزام لگایا کہ تم "اخوند کار روم" کے دربار میں رسوخ حاصل کرنا چاہتے ہو، خوب خوب برسا، ایک اور امیر شہباز خاں تھے، بھرے دربار میں اللہ کے اس بندہ سے نہ رہا گیا، جب بیربر کو بھی اس نے اسلامی ارکان پر تمسخر کرتے ہوئے دیکھا، بے ساختہ ان کی زبان سے "اے کافر ملعون تو ہم ایں چنیں سخناں مے گوئی" نکل پڑا، خانصاحب کی ان گالیوں کو سن کر اکبر آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا کہ "ایسے لوگوں کے منہ پر نجاست بھری ہوئی جوتیاں لگواتا ہوں"

بہر حال زیادہ تو نہیں، لیکن اکے، دکے اس قماش کے بھی لوگ کبھی کبھی نظر آجاتے ہیں۔ خود مولانا عبد النبی جن کو اکبر نے زبردستی مکہ معظمہ جلاوطن کرادیا تھا جب دوبارہ ہندوستان واپس ہوئے ہیں، اس وقت حمیت وغیرت کی دبی دبائی چنگاریاں پھر چمک اٹھی تھیں، ایک دن بر سر گفتگو زبان سے چند سخت الفاظ بادشاہ کے روبرو نکل پڑے، وہی اکبر جس نے کبھی ان کی جوتیاں سیدھی کی تھیں ملا عبد القادر لکھتے ہیں کہ۔

مشتے مضبوط بنفس خود بر روئے او زد و نند گفت چرا بکارد نمی زنی صد ۳۱۱

ایک سخت مکہ بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے (شیخ عبد النبی) کے منہ پر مارا شیخ صاحب نے کہا کہ چھری سے کیوں نہیں مار ڈالتے ہو،

Marfat.com

لیکن بدتمیزی کے اس طوفان کا مقابلہ بھلا ان تنکوں سے کیا ہو سکتا تھا؟

قدرت ہمیشہ ایسے موقعہ پر کسی ایسی "عظیم ہستی" کو برسرِ کار لاتی ہے، جو وہبی کمالات اور غیبی قوتوں سے سرفراز ہوتا ہے، اور درِاصل یہ ساری تمہید اسی بزرگ ہستی اور اس کے محیر العقول کارنامے، آہنین عزائم وارادے کی تفصیل ہی کے لئے تھی، لیکن تمہید بھی اتنی طویل ہو چکی ہے، کہ اب اس کے لئے کسی دوسرے مستقل باب یا "مقالہ" کی ضرورت ہے، بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بالا واقعات ہائلہ کے دیکھنے کے بعد اب اندازہ ہو سکتا ہے کہ مغلی تخت پر اکبر کے نام سے جو بادشاہ پچاس سال تک بیٹھا رہا، وہ کیا تھا، اور پھر اچانک عہد جانگیری میں دریا کا رُخ بدلتا ہے، تا آنکہ شاہجہاں کے عہد تک پورا بدل جاتا ہے، اور عالمگیری دور میں تو وہ اسی سمت فرّاٹے بھرنے لگتا ہے، صرف اتنی سی بات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پہچاننے کے لئے اس وقت کافی ہو سکتی ہے، جب یہ بتا دیا جائے کہ یہ جو کچھ ہوا، حق تعالےٰ نے اس کا ذریعہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی گرامی کو بنایا، میں نے ارادہ کیا تھا کہ واقعہ کے اس رخ کو بھی تفصیل کے ساتھ لکھوں، لیکن میں جانتا تھا، کہ اکبری فتنہ جس کا دوسرا نام الف ثانی کا فتنہ ہے، عوام تو عوام خواص بھی بجز چند مشہور باتوں کے واقف نہیں ہیں، یا انکو ناواقف رکھنے کی کوشش کی گئی ہے ضرورت تھی کہ اس پہلو کو خوب اچھی طرح واضح کیا جائے، خدا کا شکر ہے کہ اس پر ایک سیر حاصل بحث کرنے کا مجھے موقعہ مل گیا، اگرچہ جو کچھ بھی لکھا گیا ہے، اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے، جو واقع ہوا تھا، اور جس کا مواد تاریخ کے منتشر اوراق میں بکھرا ہوا ہے، خود ملا عبدالقادر جن کی کتاب سے میں نے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے، بندۂ خدا نے نہ جانے کس مصلحت سے ان کو تقریبًا چار سو صفحات میں، انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ پراگندہ صورت میں قلم بند کیا ہے، ترتیب میں مجھے کافی وقت اُٹھانی پڑی، تاہم ایک کام

Marfat.com

ہو گیا، اب رہا دوسرا پہلو یعنی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے تجدیدی کارنامے اس وقت چند کلی واقعات کا ذکر کر کے میں اس اپنے مضمون کو سردست ختم کرتا ہوں۔

اکبر کی تخت نشینی کے آٹھویں سال ۹۷۱ھ ہجری میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت بہ مقام سرہند ہوئی، کم وبیش چالیس سال کا زمانہ آپ نے دور اکبری میں گذارا، حضرت کی عمر کا یہ حصہ زیادہ تر علوم ظاہری و باطنی اور کمالات باطنی کے حصول میں صرف ہوا، جوانی کے ایام میں آپ اکبرآباد (آگرہ) بھی تشریف لائے تھے، جہاں دربار کے ان دونوں عالموں ابوالفضل وفیضی سے آپ کی خوب خوب ملاقاتیں رہیں بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ جس ارادہ کا ظہور بعد کو ہوا، اس کا تخم ان ہی ملاقاتوں کے سلسلہ میں پیدا ہوا۔ ابوالفضل وفیضی آپ کی غیر معمولی قابلیت ذہن وذکاوت سے بہت متاثر تھے بلکہ مشہور تو یہاں تک ہے کہ "سواطع الالہام" جو فیضی کی مشہور بے نقط تفسیر ہے، اس میں حضرت کی بھی امداد شریک تھی فیضی کو حیرت ہو گئی، جب ایک دن اس صنعت میں جس کا وہ ملتزم تھا مضمون گرفت میں نہیں آرہا تھا، اس نے حضرت سے ذکر کیا، کہا جاتا ہے برداشتہ قلم آپ نے اسی صنعت بے نقط میں پوری عبارت لکھدی۔ ان ہی دنوں کا ایک مشہور واقعہ یہ بھی ہے کہ عید کے چاند میں اختلاف ہو رہا تھا شرعی ثبوت سے پہلے ہی اکبر نے عید کا اعلان کر کے لوگوں کے روزے تڑوا دیے، اسی دن حضرت بھی ابوالفضل سے ملنے آئے پوچھنے پر ابوالفضل کو معلوم ہوا کہ حضرت تو روزے سے ہیں۔ اس نے وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا کہ چاند کے متعلق اب تک شرعی شہادت فراہم نہیں ہوئی ہے۔ ابوالفضل نے کہا کہ بادشاہ نے تو حکم دیدیا ہے اب کیا عذر ہے، بے ساختہ آپ کے منہ سے اس وقت یہ جملہ نکلا۔

"بادشاہ بے دین ست اعتبارے ندارد"

ابوالفضل خفیف سا ہو کر رہ گیا، پھر بھی اس نے پانی کا پیالہ اٹھا کر آپ کے منہ

سے لگایا، لیکن آپ نے ہاتھ جھٹک دیا، اور اسی وقت غصہ میں گھر چلے آئے، کہلا بھیجا کہ اہل علم سے ملنے جلنے کا شوق ہے تو ان سے ملنے کے طریقے سیکھو، ابوالفضل نے معافی مانگ لی، اور پھر آمد و رفت شروع ہوگئی، اس کے بعد آپ پھر والد کے اصرار سے سرہند واپس لوٹ گئے، اور زندگی کا بقیہ حصہ اسی قصبہ میں گذرا حج کے ارادہ سے ایک دفعہ دہلی آئے، میاں حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بعض غیبی اشاروں کے تحت ماوراءالنہر سے دہلی پہونچکر کسی کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں

آمد آں یارے کہ ما مے خواستیم

دونوں میں ملاقات ہوئی۔ پھر کیا طے ہوا خدا ہی جانتا ہے اس کے بعد دیکھا گیا کہ حضرت دوبارہ سرہند کی طرف لوٹ گئے، اور وہیں اپنے مرشد کی زیر نگرانی سلوک کے مقامات طے کرتے رہے، ابوالفضل اور فیضی کی صحبت آگرہ میں آپ کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی، ان لوگوں سے آپ کو "فتنہ" کے اسباب، اور ان موثرات کے سمجھنے کا خوب موقع ملا، جس نے بادشاہ اور اس کی حکومت کو اس نقطہ تک پہنچا دیا تھا، اور غالباً وہیں آپ نے ان حربوں کا پتہ چلا لیا، جن کی راہوں سے یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر رہے تھے، بتدریج آپ نے ان حربوں سے اپنے کو بھی مسلح کیا،

خلاصہ یہ کہ اکبر کا زمانہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے تیاری کا زمانہ تھا، ادھر اس کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت پر بیٹھا، کہ آپ میدان میں اتر پڑے، بہرحال مکتوبات شریف سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہانگیر کے تخت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی آپ نے اپنا کام شروع کر دیا، قریب قریب اس وقت آپ کی عمر چالیس سال پورے ہو چکے تھے بہرحال یہ ہو سکتا تھا کہ آپ بھی ملک کی سیاسیات میں شریک ہوکر حکومت کا کوئی عہدہ اپنے ہاتھ میں لیکر کام کرتے، اور جس قسم کے وسائل آپ کو میسر تھے، یہ چنداں دشوار

Marfat.com

بھی نہ تھا، لیکن آپ نے بظاہر اپنے کو سلطنت سے بالکل الگ تھلگ رکھا، لیکن مکاتیب اُٹھا کر دیکھو! جہانگیر کے دربار کا شاید ہی کوئی ممتاز رکن ہوگا، جس کے نام سے آپ کے خطوط نہیں ہیں، خان اعظم، خان جہاں، خان خاناں، مرزا داراب، قلیچ خاں، خواجہ جہاں اور سب سے زیادہ نواب سید فرید صاحب وغیرہم کے نام خطوط ہیں، ان تمام خطوط کا قدر مشترک صرف ایک ہی مقصد ہے، کہ جس طرح ممکن ہو اس نقصان کی تلافی ہونی چاہیئے۔ جو اسلام کو اکبری عہد میں پہنچ گیا ہے، یہ بات کہ آپ نے جہانگیر کے تخت نشینی کے ساتھ یہ کاروبار شروع کر دیا تھا، اس کا پتہ خود آپ کے خطوط سے چلتا ہے، لالا بیگ جہانگیری دربار کے ایک امیر ہیں ان کے نام والے مکتوب میں فرماتے ہیں۔

در ابتداء بادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت و مسلمانان اعتبار پیدا کردند فبہا واگر عیاذاً باللہ سبحانہ در توقف افتد کار بر مسلمانان بسیار مشکل خواہد شد الغیاث ثم الغیاث الغیاث

بادشاہت کے شروع ہی میں اگر مسلمانی کا رواج ہوگیا، اور مسلمانوں کا کھویا ہوا اعتبار حاصل ہوگیا، تو کیا کہنے لیکن العیاذ باللہ اگر اس میں کچھ رکاوٹ یا تاخیر ہوئی تو مسلمانوں کا کام سخت دشواری میں پڑجائے گا، "الغیاث، الغیاث، الغیاث"
فریاد فریاد فریاد

آخر میں فرماتے ہیں، اور کتنے خروش وجوش کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

تا کدام صاحب دولت بایں سعادت مستسعد گردد و کدام شاہ باز بایں دولت دست برو نماید و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۵

دیکھیں کون ایسا صاحب دولت ہے، جو اس سعادت سے فیض یاب ہوتا ہے، اور کس شاہ باز کی رسائی یہاں تک ہوتی ہے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے اور خدا بڑے فضل والا ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں "خان جہاں" کو اسی مقصد کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

ہمیں خدمت کہ در پیش دارند اگر آں را بایتاں	یہی نوکری جو تم کرتے ہو، اگر اس کو آنحضرت صلعم کی
شریعت علی صدرہا الصلوٰۃ والسلام جمع سازند	شریعت کے زندہ کرنے کا ذریعہ بناؤ، تو تم نے
کار انبیاء کردہ باشند و دین متین را منوّر	گویا پیغمبروں کا کام کیا، دین متین کو روشن کروگے
ساختہ و معمور گردانیدہ ما فقیراں اگر سالہا	اور آباد کروگے، ہم فقیر لوگ اگر اپنی جان بھی لگا
جان بکنیم دریں عمل بہ گرد شما شاہ بازاں	دیں جب بھی آپ جیسے شاہ بازوں کی گرد تک نہیں
نرسیم ے	پہونچ سکتے ہیں۔
گوے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند	سعادت اور توفیق کی گیند میدان میں پھینکی گئی ہے، میدان
کس بمیداں درنمی آند سواراں را چہ شد	میں کوئی نہیں اتر رہا ہے، آخر سواروں کو کیا ہوگیا ہے؟

اور مکتوبات شریف میں تو اس قسم کے مضامین کا ایک ذخیرہ موجود ہے، دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دربار کے ان امراء پر آخر کس طرح قابو حاصل کیا، حالانکہ کوئی زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا، یہ جتنے تھے اکبر ہی کی تھیلی کے چٹے بٹے تھے، ابوالفضل وفیضی کے فیض یافتہ تھے ان اسباب کا احاطہ اور استقصاء اور وہ بھی اس مقالہ میں مشکل ہے، لیکن سرسری طور پر اس عہد کے علماء اتنا تو اندازہ کرسکتے ہیں، کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لکھنے لکھانے میں کیا وہ رنگ اختیار نہیں کیا تھا، جو اس عہد کے بڑے سے بڑے انشا پردازوں کا تھا، ایک طرف آپ ابوالفضل کی سحر نگاریوں کو رکھئے، اور دوسری طرف حضرت مجددؒ کے زور قلم کو رکھئے، پھر اندازہ کیجئے کہ انشاء کا زور کس میں ہے، اسی کے ساتھ آپ نے "دینی حقائق" کی تعبیر میں بھی، اپنے زمانہ کا ساتھ دیا، کہتے وہی تھے، جو تیرہ سو سال پیش تر سے کہا جاتا تھا، لیکن کہنے کا ڈھب وہ اختیار کیا، کہ سننے والے کو محسوس ہوتا تھا، کہ شاید کوئی نئی باتیں سُن رہا ہے، ایک نیا فلسفہ، نئے نظریات، جدید نظام اس کے سامنے پیش ہو رہا ہے، یہ ہیں مجددانہ ہاتھوں کی چابکدستیاں جن کے ذریعہ سے وہ اپنے زمانہ کے عامی دماغوں پر قابو

حاصل کرتے ہیں، اور قابو پالینے کے بعد تو پھر اختیار حاصل ہو جاتا ہے، کہ اس راہ سے آپ مخاطب کے دل میں جو چاہئے ڈالئے، جن نشیانہ اور فلسفیانہ تعبیروں سے الحاد پیدا کیا گیا تھا، شیخ فاروقیؒ کے خطوط میں دیکھو ٹھیک ان ہی تعبیروں سے وہ براہ راست قرآنی تعلیمات، اور پیغمبرانہ سنن کی عظمت قلوب میں اتارتے چلے جاتے ہیں۔

کیا اس زمانہ کے علماء کے لئے اس میں کوئی عبرت ہے؟ یاد رکھنا چاہیئے کہ عوام سے مراد کبھی وہ جماعت نہیں ہوتی، جن کا شمار ان پڑھے جاہلوں میں ہے، بلکہ ہر قوم کا یہ طبقہ ان لوگوں کے زیر اثر رہتا ہے، جو دنیاوی حیثیت سے مناصب وجاہ کے مالک ہوتے ہیں، حضرت مجدد صاحبؒ کا قلم اسی طبقہ کے شکار میں بڑا ماہر تھا، آج بھی عوام پر ان ہی لوگوں کا اثر ہے، جو انگریزی تعلیم پاکر حکومت میں کسی عہدہ یا وقار کے مالک ہیں، عام مسلمانوں کو قابو میں لانے کے لئے ضرورت اس کی تھی، کہ علماء اس طبقہ کو اپنے دائرہ عقیدت سے نکلنے نہ دیتے، لیکن اس بدبختی کا کیا علاج ہے کہ یہ صف مقابل کی ایک جماعت ٹھیرائی گئی ہے، عملاً صرف ان لوگوں پر قناعت کئے ہوئے ہیں، جو ابھی حکومت سے دور ہیں، یا دوسرے لفظوں میں جن پر جدید تعلیم کا اثر نہیں پڑا ہے، لیکن بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی، خصوصاً لازمی تعلیم کے بعد کیا آپ امید کرتے ہیں کہ آپ کی قوم میں پھر کوئی ایسی جماعت بھی رہ جائے گی، جس کو موجودہ تعلیم کی ہوا نہ لگی ہو، اگرچہ قیمتی اوقات کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو چکا ہے، لیکن پھر بھی کامل مایوسی کی حد تک بات نہیں پہونچی ہے،

لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہ چیزیں بھی اسی وقت کارگر ہو سکتی ہیں، جب ان سے بھی پہلے کام کرنے والا اپنے اندر اس "یقین" کو پیدا کر چکا ہو، جو بےچین کرکے اس کو کام کرنے کے لئے مضطرب اور بےکل کر دے، وہ کام کو نہ اٹھائے بلکہ کام ہی اس کو اٹھائے، ورنہ مذہب ٹھنڈے دلوں سے آپ اس گرمی کو کہاں سے پیدا کر سکتے ہیں؟

جن کے شعلے حضرت مجدد کے لفظ لفظ سے پھوٹے پڑتے ہیں، خدا کا شکر ہے، کہ ابھی علماء کے چند افراد ہیں، "یقین" کا یہ ذخیرہ باقی ہے، وہ اس کو دوسروں تک منتقل کر سکتے ہیں، لیکن صرف اس کی ضرورت ہے کہ جن کو یہ "یقین" سپرد کیا جائے، ان کو عصری اسلحہ اور آلات سے بھی تھوڑا بہت مسلح ہو جانے کا سامان کر لیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ اسی "گرد" سے کوئی "سوار" آج نہیں تو کل نکل پڑے۔

خیر یہ ایک ضمنی بات تھی، میں اپنے اس مضمون کو محض ان چند باتوں کے ذکر کے بعد ختم کرتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ درباری امراء کو قابو میں لانے کے بعد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء میں بعض دشواریاں بھی اُٹھانی پڑیں، بعض اہل علم جو آپ کو اور آپ کے نصب العین کو نہ سمجھ سکے، کچھ اپنی جیسی تنگ نظریوں سے حضرت کو بھی انھوں نے متہم خیال کیا، اور معاصرانہ رشک و حسد کے سلسلہ میں حسب دستور وہی چند بیتیرے جو اس جماعت کی طرف سے ہمیشہ ارباب حق کے مقابلے میں نکالے جاتے ہیں، آپ کے ساتھ بھی نکالے گئے، آپ پر بعضوں نے کفر کا فتویٰ بعضوں نے فسق کا فتویٰ صادر کیا، بادشاہ کو بھی بدگمان کرنے کی کوشش کی گئی۔ "یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے" علماء سوء نے احبار یہود کی پیروی میں بادشاہ کے کان میں اس کی بھی بھنک ڈالی، امراء وقت حکام عصر کی آپ کی ذات کے ساتھ گرویدگی اس بیہودیانہ اتہام کی ممد ثابت ہوئی، آخر آپ کو کچھ دن کے لئے اس منزل سے بھی گذرنا پڑا، جس سے ہمیشہ اس راہ کے چلنے والوں کو گذرنا پڑا ہے، آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کیا گیا، زندان کے یہ دن حضرت مجددؒ کے بڑے پُر لطف گزرے، مکتوبات میں اس کی طرف مختلف مقامات میں اشارہ بھی کیا گیا ہے، کما لا یخفی علی من طالعھا۔

لیکن "حق" کا آفتاب کب تک چھپا رہتا، صبح ہوئی اور اس کا دمکتا ہوا "چہرہ"

Marfat.com

لوگوں کے سامنے تھا، انشاء اللہ، جب کبھی اس حصّہ کی تکمیل کا موقعہ آیا، اس وقت اس کی پوری تفصیل کی جائے گی، بالفعل صرف حضرت کے اس مکتوب گرامی کو اپنے مضمون کا خاتمہ بناتا ہوں، جو اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصوم کے نام آپ نے وہلی سے اس وقت لکھا، جب "زندان بلا" سے رہائی کے بعد آپ جہانگیر کے دربار میں بعد عزت و احترام حق تعالےٰ کی طرف سے شریک کئے جاتے ہیں، اور روزانہ بعد مغرب بادشاہ سے خاص صحبت رہتی ہے، یہ تیسری جلد کا (۴۳) مکتوب ہے۔

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفےٰ احوال و اوضاع این حدود مستوجب حمد است صحبتہائے عجیب و غریب مے گذارند بعنایت اللہ سر موئے دریں گفتگوہائے امور دینیہ و اصول اسلامیہ مساہلہ و مداہنۃ راہ نمی یابد و ہمان عبارات کہ در خلوات و در مجالس خاصہ بیان میگردد دریں معرکہا بتوفیق اللہ سبحانہ بیان می نماید اگر یک مجلس را نوسید دفترے باید خصوصًا امشب کہ شب ہفتدہم رمضان بود، آنقدر از بعثت انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات و از عدم استقلال عقل و از ایمان بآخرت و عذاب و ثواب در آں و از اثبات روئت و از خاتمیت نبوت

اس طرف کے حالات بہت اچھے ہیں، موقع کا شکریہ ہے عجیب و غریب صحبتیں گذاری جارہی ہیں، اللہ کی عنایت سے اپنی ان ساری گفتگوؤں میں دینی امور اور اسلامی اصول کے متعلق بال برابر کسی قسم کی نرمی یا سستی کا اظہار نہیں ہوا، وہی باتیں جو خاص مجلسوں اور خلوت میں بیان کی جاتی تھیں، ان معرکوں میں بھی حق تعالےٰ کی توفیق سے وہی بیان ہورہی ہیں، اگر میں کسی ایک مجلس کا بھی حال لکھوں، تو اس کے لئے ایک دفتر چاہئے، خصوصًا آج کی رات جو رمضان کی ۱۷ تاریخ ہے پیغمبروں (علیہم الصلوات والتسلیمات) کی بعثت اور یہ کہ عقل (زندگی کے تمام مسائل کے لئے) مستقل اور کافی نہیں ہے، اور آخرت عذاب و ثواب پر ایمان لانے، حق تعالیٰ کے دیدار اور خاتم الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ختم نبوت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے

خاتم الرسل، و از تجدد ہر ماشہ و از اقتدا،
بخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
و سنت تراویح و از بطلان تناسخ و از احوال
جن و جنیان و از عذاب و ثواب ایشاں
و امثال آنہا بسیار مذکور شد و بحسن
استماع مسموع گردید و ہم چنیں دریں ضمن
اشیائے دیگر از احوال اقطاب و ابدال و
اوتاد و بیان خصوصیات ایشاں کذا و کذا
مذکور گشت الحمد للہ سبحانہ کہ بجائے مانند
و تغیرے ظاہر نمی شود دریں واقعات
و ملاقات شاید حق را سبحانہ و تعالیٰ مصلحتہا
و سرہا مکنون بود الحمد للہ الذی ھدانا
لھذا و ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا
اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق۔
دیگر ختم قرآن را تا سورہ عنکبوت رسانیدہ
ام شب کہ از اں مجلس بگشتہ مے آئم بہ تراویح
اشتغال مے یابم این دولت عظمیٰ حفظ
دریں فترات کہ عین جمعیت بود حاصل
گشت الحمد للہ اولاً و آخراً ......

راشدین کی پیروی (رضی اللہ عنہم) اور تراویح کا
مسنون ہونا، تناسخ کا باطل ہونا، جن اور جنیوں
کا ذکر ان کے عذاب و ثواب کا مسئلہ، اور اسی
قسم کی بہت سی باتوں کا ذکر رہا، (بادشاہ) نے خوبی
و حسن کے ساتھ سنا، اسی سلسلہ میں اقطاب و ابدال
و اوتاد اور ان کی خصوصیتیں مثلاً یہ یہ ہیں، ان باتوں
کا بھی ذکر آیا خدا وند تعالیٰ کا شکر ہے کہ (بادشاہ)
ایک حال میں رہے، اور کسی قسم کا کوئی تغیر (جو برہمی
پر دلالت کرے) اس کا اظہار نہ ہوا، شاید ان ملاقاتوں
میں حق تعالیٰ کی مصلحتیں ہوں، اور ان کے اسرار
ان میں پوشیدہ ہوں، شکر ہے اس خدا کا جس نے
مجھے اس بات کی طرف رہنمائی فرمائی ہم اس راہ کو
پا نہیں سکتے، اگر حق تعالیٰ راہ نہ دکھاتے، بلاشبہ
ہمارے رب کے پیغمبر "حق" کے ساتھ آئے۔

دوسری بات، ختم قرآن سورہ عنکبوت تک
پہونچا چکا ہوں۔ رات کو جب اس مجلس (شاہی مجلس)
سے واپس آتا ہوں، تب تراویح میں مشغول ہوتا ہوں
اور حفظ کی دولت جو ان پریشانیوں میں (جو عین جمعیت
تھی) حاصل ہوئی، الحمد للہ اولاً و آخراً

غور سے بار بار اس مکتوب کے ہر لفظ پر غور کرنا چاہئے جس تفصیل کا میں نے اپنے
دوسرے مقالہ میں وعدہ کیا ہے، واقعہ یہ ہے، اس کا اجمال سب اس میں موجود ہے۔"

Marfat.com

خصوصاً اس مکتوب میں آپ نے ان مضامین کی ایک اجمالی فہرست دیدی ہے، جن پر آپ "الف ثانی" کے فتنہ اکبری کے ردعمل کے لئے گفتگو فرماتے رہتے تھے، کلیات تقریباً سب ہی آ گئے ہیں۔

بہرحال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کے بعد جہانگیر کی گرویدگی اتنی بڑھی، کہ برابر اپنے ساتھ آپ کو شاہی کیمپ میں رکھتا تھا، اور آخر میں اپنے ولی عہد شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا حکم دیا، اور یوں مغل امپائر کو خدا کے ایک فقیر نے بے داموں خرید لیا، چاہتا تو اس سے وہ اپنی بادشاہی کا کام لے سکتا تھا، لیکن وہ اس کے بعد بھی فقیر ہی رہا بلکہ سچ یہ ہے کہ کتنوں بادشاہوں کو بادشاہی کے ساتھ بھی فقیر ہی بنائے رکھا، والقصہ بطولہا و انشاء اللہ سانزل الیہا نزلۃ اخری ٥

اگلے صفحہ سے جو مضمون شروع ہو رہا ہے وہ اسی مضمون کی دوسری قسط ہے، جو مولانا گیلانی مرحوم کئی مہینے کے بعد لکھ سکے تھے۔

مرتب

الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ

(۲)

تصوّف و صوفیہ

حضرت مجدد امام سرہندی قدس سرہ العزیز کے متعلق اب تک جو کچھ لکھا گیا تھا زیادہ تر اس کا تعلق حضرت ہی کے فقرہ

درسلطنت پیشین عناد بدین مصطفوی مفہوم می شد (مکتوب ۶۵ دفتر اول)

پچھلی حکومت میں دین مصطفوی سے دشمنی اور عناد مفہوم ہوتا تھا۔

کی شرح سے تھا، ملا عبدالقادر بدایونی (پیش امام دربار اکبری) کی حلفی شہادت کی روشنی میں اسی مرقع کو بے نقاب کیا گیا تھا، اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ ملا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مکتوبات میں بھی اجمالاً اس کا ذکر پایا جاتا ہے، مثلاً مکتوب ۴۷/۱۴ میں فرماتے ہیں:-

در قرن ماضی (عہد اکبری) بر سر اہل اسلام چہا گذشتہ زبونی اسلام باوجود کمال غربت در قرون سابقہ ازیں نگذشتہ بود کہ مسلمانان بر دین خود باشند و کفار بہ کیش خود کہ مہ لکم دینکم ولی دین بیان این معنی است و در قرن ماضی کفار

مسلمانوں پر پچھلے دور میں کیا کچھ گذر گیا، اسلام کی زبوں حالی پہلے زمانہ میں اس سے آگے نہ گئی تھی۔ کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کفار اپنے دین پر لکم دینکم[1] ولی دین کی آیت سے ہی معلوم ہوتا ہے لیکن گذشتہ دور (اکبری) میں کھلے بندوں اسلامی سلطنت میں

---

[1] تمہارے لئے تمہارا دین، میرے لئے میرا دین ۱۲ منہ

Marfat.com

برملا بطریق استیلا اجرا احکام کفر در بلاد اسلام می کردند و مسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند اگر میکردند بہ قتل رسیدند ص۶۵

کفر کے قوانین غالب اور نافذ تھے بحالیکہ مسلمان اسلامی قوانین کے اظہار سے عاجز تھے اگر ظاہر کرتے تو قتل کئے جاتے۔

کیا غریب ملّا کی شہادت میں اس سے بھی زیادہ تیز و تند ہیں، اور یہ تو عہد اکبری ہی کا حال تھا، خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی عینی شہادت ان الفاظ میں قلم بند فرماتے ہیں۔

اسلام ضعیف گشتہ کفار ہند بے تحاشا ہدم مساجد می نمایند و در آنجا تعمیر معبد ہائے خود می سازند۔ مکتوبات امام ربانی ج۲ ص۱۶۳ / ج۱

اسلام اتنا کمزور ہو گیا ہے، کہ ہندوستان کے کفار بے کھٹکے مسجدوں کو گرا رہے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر بنا رہے ہیں)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی ریستاں میں جو آگ لگی تھی اس کی شعلہ فشانیاں کس حد کو پہونچی ہوئی تھیں، مکتوب ۹۲ ج۲ میں خود اپنے جوار کے ایک جزئی حادثہ کی خبر ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

در تھانیسر درون حوض کرکھیت مسجدے بود و مقبرہ عزیزے آں را ہدم کردہ بجائے آں دیہرہ کلاں ساختہ اند مکتوبات ص۱۶۲

تھانیسر میں کرکھیت (غالباً کورکشتر) کے تالاب کے اندر ایک مسجد اور ایک معزز آدمی کی قبر تھی ان کو ڈھا کر بجائے اس کے "دیہرہ کلاں" "مندر" بنایا گیا ہے۔

مکتوب ص۶۵ ج۲ میں ایک اور واقعہ کی خبر ان دردناک لفظوں میں درج فرماتے ہیں۔

در نواحی نگرکوٹ بر مسلمانان در بلاد اسلام چہ ستمہا نمودند چہ اہانتہا رسانیدند، ص۱۳۸ ج۲

نگرکوٹ کے پاس مسلمانوں پر اسلامی حکومت کے اندر ان کافروں نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں اور مسلمانوں کی کیسی کیسی توہین و تذلیل کی ہے

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جیسے "ثقہ" "وحجت" کی ان کھلی کھلی شہادتوں کے بعد بھی ملا عبدالقادر کے بیانات میں کون شک کر سکتا ہے، اگر اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی قسمت کے متعلق یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا۔

Marfat.com

اہل کفر بہ مجرد اجراء احکام کفر برملا در بلاد اسلام راضی نمی شوند، می خواہند کہ احکام اسلامیہ را بالکلیہ زائل گردانند تا اثرے از مسلمانی و مسلمانان پیدا نشود،

مکتوبات شریف صـ۲۶ ج ۱

کفر والے صرف اسپر راضی نہیں ہیں کہ اسلامی حکومت میں کھلے بندوں ان کے کافرانہ قوانین نافذ ہو جائیں بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام اور قوانین سرے سے نابید اور نابود کر دیئے جائیں، انکو اتنا مٹا دیا جائے کہ مسلمانی اور مسلمان کا کوئی اثر اور نشان یہاں باقی نہ رہے۔

تو اس پر تعجب کیوں کیا جائے، اور آج دیکھو! کہ اسی خونی فیصلہ کی ننگی تلوار مسلمانوں کے سروں پر لٹک رہی ہے۔ ان کا اب باقی ہی کیا تھا، زبان میں چند الفاظ تھے، اور معاشرت میں کچھ رسوم تھے، جن سے آئندہ مؤرخ شاید یہ استدلال کر سکتا تھا کہ کسی زمانہ میں مسلمان نامی قوم بھی اس سرزمین پر آباد تھی، لیکن ان الفاظ کو بھی مٹایا جا رہا ہے اور ان رسوم کے محو کرنے کا بالجزم عزم کر لیا گیا ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

دولت، علم، جاہ، زر، زمین کی قوتوں سے محروم ہونیوالی قوم کاش! اب بھی اتنا سمجھ لیتی کہ ایک طاقت اب بھی (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) اُس کے قبضہ میں اور صرف اسکے قبضہ میں باقی ہے جس کے بعد قدرت اور اس کے سارے قانون کی حمایت اس قوم کے لئے واجب ہو جاتی ہے، یہ "مونیوں" کا عمل سوز، اور "مولویوں" کا ادعا، افروز دعویٰ نہیں، بلکہ اس کتاب کا نعرہ

کان حقًّا علینا نصر المؤمنین ایمان والوں کی نصرت و اعانت ہم پر واجب ہے۔

ہے، جس کے کسی لفظ کا انکار ہی نہیں بلکہ اس کے متعلق صرف شک کا احساس ہمیشہ کے لئے اسلام سے محروم کر کے آدمی کو مرتد بنا دیتا ہے کیسی عجیب نصرت، کیسی حیرت انگیز پشت پناہی اور قوت جس کے لئے، نہ ایم۔ اے کی ڈگریوں کی حاجت اور نہ دیوبند کی سند تکمیل کی حاجت، نہ چندوں کے لئے دوسروں کے سینہ کے بوجھ بننے کی حقارت برداشت کرنے کی مشق و مہارت نہ صحافی و جلسی شور و شغب (پروپیگنڈا) کے نقصان پر دست تاسف و حسرت ملنے کی حاجت صرف

ایک ذہنی تبدیلی ایک فکری انقلاب تذبذب، اور تشکیک کی دماغی کیفیت کو، فقط ایک قلبی یقین کی شکل میں بدل دینے کے ساتھ خدا کی قسم آسمانوں سے

انتم الاعلون — تم ہی اونچے ہو۔

کی ملکوتی شاباشیوں کا شور بلند ہو جاتا ہے، جب امت کے عام افراد میں حصول قوت کی اس سہل ترین تدبیر کے سمجھنے اور سمجھنے سے زیادہ عمل کرنے کی بھی صلاحیت مفقود ہو چکی ہے اب اس سے کیا کہا جائے اور کس طرح کہا جائے۔ عہد سابق کے ان عملی تجربات بینہ سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جو اس نسخہ کے استعمال کے متعلق تواتر کی روشنی میں جگمگا رہے ہیں، جن کی داستانوں سے روم و ایران کا گوشہ گوشہ پٹا ہوا ہے، تھوڑی دیر کے لئے ان سے اعتماد اٹھا بھی لیا جائے اور بجائے اس قرآنی قوت کے مغربی مورخین کے ستم ظریفانہ اختراعی اسباب ہی میں ان کامیابیوں کے راز کو پوشیدہ فرض کر لیا جائے جو ان کمزوروں کو ان زور آوروں کے مقابلہ میں حاصل ہوئی تھیں، جن سے ہندوستان کے مسلمان یقیناً زیادہ کمزور نہیں ہیں۔ اور نہ ان کے سامنے اتنی ہیکڑی والے ہیں؛ جتنے منہ زوروں سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی تھی خیال کر لیا جائے، یا رینہ افسانوں ہی میں ان قصوں کو شامل کر دیا جائے لیکن اس میں کیا مضائقہ تھا کہ جس کے لئے دنیا کی دشمنی، انھوں نے خریدی ہے، ایک دفعہ اس کا خود ہی تجربہ کر لیتے، معیار پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نظریہ (خاکم بدہن) اگر کسی کو کھوٹا نظر آتا، تو طے کر کے اس الزام سے العیاذ باللہ اپنی آخری برأت کر لی جاتی۔

کتنے اچنبھے کی بات ہے، قومیں اس لئے ہم پر غراتی ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، تلواریں اس لئے ہم پر اٹھتی ہیں کہ ہم اہل ایمان ہیں، لیکن کوئی ہوتا کہ جس الزام کی فرد جرم ہم پر لگائی جا رہی ہے، آہ کہ حقیقی معنوں میں ہم اس کے مرتکب ہی نہیں ہیں، لیکن حماقت سے اس کا انتساب اپنی طرف کر رہے ہیں یا کرا رہے ہیں، کاش! ہم اس جرم کے مرتکب ہوتے، اور میری آخری تمنا بھی ہے کہ ہم پر جو الزام تھوپا جا رہا ہے، جس کو تھوپ کر ہمارے سر کچلنے کا سامان اندر اور باہر کیا جا رہا ہے، یہ

Marfat.com

الزام واقعہ میں بھی ہم پر تھپ جاتا ـــــ خون ہو گا آہ! اور یہ کیسا ناحق خون ہو گا، کہ جس الزام میں اس قوم کا خون بہایا جائیگا، وا حسرتاہ! کہ اس سے اسکا دامن پاک تھا۔

"اس گنہ میں مجھے مارا کہ گنہ گار نہ تھا"

کیسا بدبخت ہے وہ جو غازی بنکر اگر زندہ نہ رہ سکتا تھا، تو اسے شہید بنکر بھی مرنا نصیب نہ ہوا ولئن متم او قتلتم لالی اللہ تحشرون (اگر وہ ایمان کی حالت میں مرتے یا مارے جاتے تو اپنے اللہ کے قدموں پر لوٹتے)

کیا کہا گیا تھا؟ مخلوقات، ہر قسم کے مخلوقات؛ ہر طبقہ کی مخلوقات سے عبادت و دعا کا، استعانت، و استمداد کا تعلق توڑ کر اسی نسبت کو صرف الرحمن الرحیم کے ساتھ جوڑ دو۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تجھی کو پوجتے ہیں اور تجھی سے اعانت چاہتے ہیں کی چٹان پر قدم جماؤ، اس طرح جماؤ، کہ جان قالب سے اکھڑ جائے لیکن پاؤں اس چٹان سے نہ اکھڑے، عبادت و استعانت کی یہی یکروئی یک سوئی تو پہلا کلمہ طیب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ترجمہ تھا، جس کے ساتھ یہ دونوں تعلق ہوں اسی کو تو اللہ کے رسول (صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ) نے تمہارا "اِلٰہ" بنا کر تمہارے سپرد کیا تھا، وصیت کر کے گئے تھے۔ تمہارے ان باپ دادوں کو جنہوں نے اللہ کے اس ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ اپنی ہر ضرورت کو اپنے اسی اِلٰہ سے مانگنا نمک بھی جب گھٹ جائے اور چپل کی گٹھائی بھی جب ٹوٹ جائے ـــــ لیکن جو کچھ بھی اپنے نفس کے بصیر ہیں معاذیر کے پردوں کو چاک کریں اور دیکھیں کہ تمہارا پہلا طیب کلمہ تک بھی، کیا واقعی تمہارے لئے طیب اور پاک رہ گیا ہے، جو جمادات و حیوانات سے آزاد ہیں، وہ جنوں اور ملائکہ کے ساتھ اُلجھے ہوئے ہیں، اور جنہوں نے ان سے گلو خلاصی کی، وہ مردہ جسموں کی زندہ روحوں سے کیا اپنے کو لگائے نہیں بیٹھے ہیں؟

زندہ روحوں کے جسد جس خاک میں مدفون تھے، جس نے اس کے آگے ماتھا ٹیکا، کہا گیا کہ اس نے اللہ کے ساتھ ایک اور "اِلٰہ" کو شریک کیا، لیکن جو زندہ روحوں کے زندہ جسد کے آگے

Marfat.com

جھکا۔ اسی سے اپنی امید بھی قائم کی، اور اسی کے ضرر سے وہ ڈرتا بھی ہو، تو تم نے کیسے کہا کہ اِس کا "اِلٰہ" تب بھی اللہ ہی ہے، پھر اس گروہ کو میں کیا کہوں۔ جو اپنے باپ دادوں کے اس طریقہ پر اس لئے قہقہہ لگاتا ہی، کہ جو "الٰہ" نہیں تھا، اسکو انھوں نے اپنا "الٰہ" بنا رکھا تھا لیکن شیطان کے اس ٹھٹھے کی آواز کون سنتا ہے، جب وہ اپنی تالیوں کو پیٹ کر چلّایا، کہ جو "اللہ" نہیں تھا، تمہارے اگلوں نے اسکو "الٰہ" بنایا، لیکن جو واقعی سچا "الٰہ" تھا، کیا ان کے پچھلوں نے اس کو اپنا اِلٰہ بنانے سے انکار نہیں کیا؟ اگلوں کا لا الٰہ غلط تھا تو پچھلوں کے الا اللہ کو میں نے کب صحیح رہنے دیا، یہ جنکے آذر تھے، پھر کیا ان کے پسروں میں کوئی ابراہیم باقی ہے؟ اوپر سے نیچے تک بھانت بھانت کی بولیوں والے جو تم میں بول رہے ہیں، خدارا بتاؤ، جو فہرست اوپر پیش کی گئی ہے، کیا اس کے کسی نہ کسی خانہ میں اس قوم کے افراد تمھیں نظر نہیں آتے ہیں، ان ہی خانوں میں سے کسی ایک میں جب میں گھسنے سے ان کا پہلا کلمہ ان کو روک رہا تھا الا ما شاء اللہ وقلیلٌ ما ھم،

جب عذاب کا سوط، اور خداوند خدا کے جلال کا کوڑا اکثروا فیہا الفساد (بگاڑ کو جب انھوں نے بڑھا دیا) کی پیٹھ پر برسنے لگتا ہے، تو اگر تمہارے چند کا لا الٰہ الا اللہ درست بھی رہا، وہ اس کوڑے کو کیسے روک سکتا ہے جس کی بارش فساد کی اکثریت پر مبنی ہے، لوگ باہر میں ارحم الراحمین کے رحم کو ڈھونڈھتے ہیں، حالانکہ اس کا چشمہ اندر سے پھوٹتا ہے۔ باہر میں عذاب کے ٹلنے کی دعا سے زیادہ اپنے دلوں کے بدلنے کی دعا کرو، تم کنگروں کو ڈھو رہے ہو، حالانکہ تمہارے قصر کی پہلی بنیادی اینٹ خدا کی قسم ہل چکی ہے، اور وہ اوپر سے نہیں اندر سے بیٹھتی ہے، مجلسوں اور انجمنوں میں نہیں بلکہ اندھیری رات کی تاریک گھڑیوں میں کچھ طے کیا جاتا ہی، اور وہ طے ہی کر لیا گیا، نام تو ایمان ہی کا میں کیا لکھنا چاہتا تھا، اور کیا بڑا نکلنے لگا، پھوٹا ہوا زخم بہتا ہے بہنے دیا گیا۔ اللہ کے بندو! زخمی پر رحم کرو، روتا ہے تو اسے رونے دو، بہر حال یہ کہہ رہا تھا کہ ملا عبد القادر نے سچ پوچھئے تو یہی کچھ بیان کیا ہے، جو حضرت مجددؒ نے لکھا ہے، فرق صرف تفصیل و اجمال کا ہے، بلکہ مجھے افسوس ہی کہ گذشتہ نمبر کے لکھنے کے وقت میری نظر ابو الفضل کی ان سوانحوں پر نہیں پڑی تھی،

Marfat.com

جن سے ملا عبدالقادر کے لفظ لفظ کی توثیق ہوتی ہے خیال ہو کہ کسی دوسری اشاعت یا مستقل نمبر میں "دشمن عبدالقادر" کی شہادتوں کے ساتھ "دوست ابوالفضل" کی روایتوں کا بھی اضافہ کر دوں[1] لیکن اب وہ مضمون کافی طویل ہو چکا ہے، مجھے اب حضرت مجدد امام کے دوسرے تجدیدی شعبوں کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔

غالباً مجدد نمبر والے مضمون میں عہد اکبری کے "اس فتنہ" کے چند در چند اسباب میں سے زیادہ تر میں نے زور صرف دو سببوں پر دیا تھا یعنی (۱) حکومت (۲) علماء سو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر تحلیل و تجزیہ سے کام لیا جائے تو اس فتنہ کے ابھار نے پھولنے پھلنے میں علاوہ ان دو سببوں کے یہ دو اہم اسباب اور بھی تھے۔

(۱) دربار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باریافتوں اور شرف صحبت کے سعادتمندوں کی تحقیر کرنے والی جماعت۔

(۲) اور دوسرا وہ گروہ جن کی تعبیر مجدد امام کے الفاظ میں "صوفیہ خام" ہے، ہمارے دوست مولانا نعمانی غالباً الفرقان میں سبب ثالث کے متعلق کافی بحث فرما چکے ہیں اور ضمنی طور پر خاکسار نے بھی اپنے گذشتہ مضمون میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس وقت میرے سامنے صرف چوتھی چیز ہے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک عمل تجدید سے پہلے ہندوستان میں صوفیائے خام، کے ہاتھوں اسلام پر جو مصیبت ٹوٹ پڑی تھی۔ اسکو نہ بیان کیا جائے، میں چاہتا ہوں کہ خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اس عہد کے ان خام کاروں کی تصویر مرتب کروں، اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا جائے گا، جن کی گرد اچھال کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ

---

[1] جو زیادہ بے چین ہوں وہ آئین اکبری کے اس حصہ کا مطالعہ کریں جس میں ابوالفضل نے اکبری عقائد و نظریات کو "فرمودند" کے عنوان سے پھیلا کر بیان کیا ہے۔ ۱۲، سنہ علیٰ افسوس یہ کام رہ گیا اور صاحب مضمون مولانا گیلانی اس دنیا سے اٹھا لیے گئے۔ "وکم حسرات فی بطون المقابر" نعمانی غفرلہ

Marfat.com

علیہ کے زمانہ میں تو بہت زیادہ، اور ایک حد تک اب تک یہ غوغا کیا جا رہا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے گذشتہ ارباب معرفت و سلوک کے اہم مسلمات کا انکار فرمایا ہے۔ واللہ المستعان،

بہر حال ہندوستان میں جس وقت الف ثانی کی تجدید کا کام شروع ہوا ہے، اس وقت "اسلامی شریعت" یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل آدم کے لئے جو "آئین حیات" خدا کے حکم سے پیش فرمایا تھا، خود اس کی تبلیغ کے مدعیوں بلکہ اسی کے نام کی روٹی کھانے والوں کے ایک طبقہ کا یہ حال تھا،

اکثر ابنائے ایں وقت بعضے بہ تقلید بعضے بہ مجرد علم بعضے دیگر بعلم ممتزج بذوق ولو فی الجملہ و بعضے بالحاد و زندقہ دست بدامن ایں توحید وجودی زدہ اند و ہمہ را از حق می دانند بلکہ حق می دانند۔

اس زمانہ کے بعض نہیں بلکہ اکثر لوگ جنہیں کچھ تو بطور تقلید کے اور کچھ محض علم کے زور سے اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے علم میں کچھ "ذوقی کیفیات" بھی شریک ہیں خواہ جسقدر بھی شریک ہوں اور کچھ لوگوں نے محض الحاد و زندقہ کے طور پر، "توحید وجودی" کے دامن کو پکڑ لیا ہے (نتیجہ یہ نکلا ہے) کہ سب کو حق سے جانتے ہیں بلکہ سب کو خدا سمجھتے ہیں۔

اور اس "توحید" کا نتیجہ صرف ارباب الحاد و زندقہ ہی نہیں بلکہ ان سب نے جن کا تذکرہ کیا گیا یہ نکالا تھا

گروہے خود را از ربقہ تکلیف شرعی بالحیلہ می کشانند و مداہنات در احکام شرعیہ می نمایند،

اپنی گردنوں کو شرعی قوانین کی پابندی سے اس حیلے کے ذریعہ سے آزاد قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اور شرعی احکام کے متعلق مداہنت و اغماض سے کام لیتے ہیں،

بیچارہ فاسق۔ اعمال شرعی کا تارک اپنی جگہ نادم ہوتا ہے، لیکن دین کے ان پیشواؤں کا ضمیر اتنا زندہ ہو چکا تھا کہ

بایں معاملہ خوش وقت و خورسند اند۔

اور اپنے اس رویہ و شیوہ سے خوش وقت و مسرور ہیں۔

Marfat.com

کیا تماشا تھا، بیٹھے تھے اس گدی پر جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے خلفاء کی گدی قرار دیتے تھے اس لئے بیٹھے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو مسلمانوں اور نامسلمانوں تک پہونچائیں گے، لیکن یہ کیا شیطانی چرخ تھا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو کھلے الفاظ میں اعلان کرنا پڑا،

متصوفان خام و ملحدان بے سرانجام در صدد آنند کہ گردن از ربقہ شریعت برآرند و احکام شرعیہ را مخصوص بعوام دارند خیال میکنند کہ خواص مکلف بہ معرفت اند و بس،

یہ کچے صوفی، اور بے انجام ملحد اس کے درپے ہیں کہ شریعت کے طوق کو گلے سے نکال پھینکیں، شرعی احکام کی پابندی کو صرف عوام کے ساتھ مخصوص خیال کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ خواص بس صرف "معرفت" اور جان لینے کے مکلف و ذمہ دار ہیں اس سے آگے کچھ نہیں۔

اور اگر بات خود اپنی جماعت تک محدود رکھتے تو شاید کہ وہ "مصیبت عظمیٰ" پیدا نہ ہوتی، جو ہوئی، جسے دیکھ دیکھ کر حضرت مجدد کا سینہ پھٹتا تھا، فرماتے ہیں کہ ان "متصوفان خام" نے

از جہل امراء و سلاطین را بتجویز عدل و انصاف مکلف نمی دانند و می گویند کہ مقصود از اتیان شریعت حصول معرفت ست چون معرفت میسر شد تکلیفات شرعیہ ساقط گشت۔ (مکتوب ۴۳)

اپنی جہالت سے انھوں نے بادشاہوں اور امیروں کو یہ باور کرا رکھا ہے کہ یہ لوگ بھی "عدل و انصاف" کے جاری کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں کہتے ہیں کہ شریعت کے آنے کا مطلب صرف یہ تھا کہ معرفت حاصل ہو جائے، جب معرفت حاصل ہو گئی، تو شرعی قوانین کی پابندی سے آزادی حاصل ہو گئی۔

حضرت مجدد جیسے مخبر صادق کی اس ذاتی شہادت کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ بیچارے اکبر سے جو کچھ سرزد ہوا، اور پھر اسکی بے راہ روی نے اسلام کو ہندوستان میں جس نازک نقطہ تک پہونچا دیا تھا، اس میں ان "صوفیان خام" کو دخل نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اپنے سینتالیسویں مکتوب میں عہد اکبری میں اسلام کی زبوں حالی کی داستان دہرا کر، "وا ویلاہ! وا مصیبتاہ! وا حسرتاہ! وا حزناہ!" فرماتے ہوئے جہانگیری دربار کے ایک امیر کو مخاطب فرماتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

ارقام فرماتے ہیں۔

اکثر جہلاء صوفی نما ایں زمانہ حکم علماء سوء دارند فساد اینہا متعدی است م۶۶

اس زمانہ کے اکثر صوفی نما جاہل بھی علماء سوء کے حکم میں داخل ہیں، کہ ان جاہل صوفیوں کا بگاڑ بھی متعدی ہے۔

اور یہ تو کلی بیانات ہیں، ورنہ مکاتیب کے مختلف مواقع پر، اس گروہ کے کچھ جزئی اعتقادی و عملی حالات بھی درج فرمائے ہیں، مثلاً فلسفہ "ہدایت" کے اصول "فنا فی الاصل" کے متعلق اپنے مکتوب م۲۹۳ میں ان خام کاروں کا یہ عقیدہ نقل فرماتے ہیں۔

جمعے از ناقصان ایں راہ ازاں الفاظ موہمہ محو و اضمحلال عینی دانستہ اند و بزندقہ رسیدہ اند کہ از عذاب و ثواب آخروی انکار نمودہ اند و خیال کردہ اند کہ ہمچنانکہ از وحدت بکثرت آمدہ اند مرتبہ دیگر ہمیں طور از کثرت بوحدت خواہند رفت و ایں کثرت دراں وحدت مضمحل خواہد شد جمعے ازیں زنادقہ آں محو شدن را "قیامت کبریٰ" خیال کردہ اند و از حشر و نشر و حساب و صراط و میزان انکار نمودہ اند ضلوا فاضلوا"

ناقصوں، اور کوتاہ بینوں کا ایک گروہ ہے جو "محو و اضمحلال" کے موہم الفاظ سے یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی آدمی خدا میں گم ہو جاتا ہو (جیسے قطرہ دریا میں) اور اسی قول کی وجہ سے ان کی اعتقادی حالت زندقہ کی قریب پہنچ گئی ہے، یہ لوگ اخروی عذاب و ثواب کا انکار کرتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس طرح وحدت سے نکل کر کثرت میں آئے تھے، پھر دوبارہ اسی طرح کثرت سے وحدت میں گم ہو جائیں گے اور انکی یہ کثرت پھر خدا کی وحدت میں گم ہو جائیگی، ان ہی بے دینوں کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہو کہ اسی "محو ہونے" کا نام "قیامت کبریٰ" ہے، یہ حشر و نشر، حساب، صراط، میزان سب کے منکر ہیں آہ! خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

یہ تھا ہندوستان میں قرآن کی جنت، دوزخ، قیامت اور حشر و نشر کا انجام الطف یہ ہو کہ ان ہی صوفیوں میں کسی "مشہور مشائخ" کے متعلق حضرت مجدد کا ذاتی بیان مکتوب م۵ میں یہ ہے۔

بعضے از ملاحدہ کہ بہ باطل سند شیخی گرفت حکم جواز تناسخ می نمایند و می انکارند کہ نفس تا

ان بے دینوں میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے زبردستی شیخی کی سند پر قبضہ جمالیا ہو، یہ تناسخ کا دعا کرتے

زمانہ کہ بحد کمال رسید از تقلب ابدان
و از اعادہ نبود می گویند چوں بحد کمال
رسید از تقلب ابدان بلکہ از تعلق بدن
فارغ گشت ۔

کے قائل ہیں خیال کرتے ہیں جبتک آدمی کی روح اپنے کمال کو حاصل نہیں کرتی ایک بدن سے دوسرے بدن میں چکر کاٹتی رہتی ہے اور جب کمال کے آخری نقطہ تک اسکی رسائی ہوجاتی ہے تو اس وقت اس چکر بلکہ سرے سے بدن ہی کو بے تعلق ہوجاتی ہے۔

یہ چند مثالیں اعتقادی تماشوں کی تھیں، اس طبقہ کی عملی حالت کے متعلق حضرت مجدد ہی کی زبانی سنئے، "اقیموا الصلوٰۃ" و "ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابًا موقوتًا" کے قرآنی فرمان کا ترجمہ گنگا کے کنارہ یہ ہوگیا تھا کہ ۔

گروہے از ینہا نماز را دور از کار دانستہ
مبنائی آں را بر غیر و غیریت داشتند ۔
مکتوب ۲۶۱/۱۷۰

ان لوگوں میں ایک گروہ وہ بھی ہے جو نماز کو دور از کار خیال کرتا ہے سمجھتا ہے کہ نماز کی بنیاد تو اسی پر ہے کہ آدمی اور خدا دو جداگانہ چیزیں ہیں (یعنی غیر و غیریت پر مبنی ہے۔

جمعہ و جماعات کے متعلق فرماتے ہیں۔

صوفیہ خام ذکر و فکر را از اہم مہام دانستہ
در ادائی فرائض و سنن مساہلات می نمایند و
اربعینیات و ریاضات اختیار نمودہ، ترک
جمعہ و جماعت می کنند ص ۲۹۷ – ۱ ص ۳۵۶

کچے صوفی ذکر و فکر کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور فرائض و سنتوں کے متعلق سہل انگاری برتتے ہیں، چلّے اور مختلف ریاضتیں انھوں نے خود اپنے لئے اختیار کی ہیں جن کی وجہ سے جمعہ اور جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔

اور یہ حال صرف "مست قلندروں" "آزادی بھنگڑوں" کا ہی نہیں تھا، حضرت مجدد کے معاصر ایک مشہور بزرگ حضرت نظام تھانیسری ہیں، ان ہی کے نام مکاتیب شریفہ میں ایک مکتوب ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت اپنے مریدوں کے ساتھ عشاء کی نماز تہجد کے وقت تک مؤخر فرماتے تھے، اور اپنے وضوء کا غسالہ[1] مریدوں کو بطور تبرک پلاتے تھے، اور

[1] وضو کے پانی کے متعلق امام ابوحنیفہؒ نجاست کے قائل ہیں، بہرحال کم از کم اس کے پینے پلانے کی اجازت عجیب ہے۔ ۱۲

Marfat.com

حد یہ ہوگئی تھی کہ حضرت کو لکھنا پڑا۔

از مردم معتمد نقل کردہ اندکہ بعضے از خلفائے شما از مریدان ایشاں سجدہ می کنند۔ | مجھے معتبر آدمی سے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہارے خلفاء میں کوئی صاحب ہیں جنھوں نے اپنے مریدوں کو حکم دیا ہے کہ ان کو وہ سجدے کیا کریں۔

ص ۳۷

اسلامی معتقدات واعمال کی جس طبقہ میں یہ گت بن رہی ہو، اگر حضرت مجدد ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

پیران ایں وقت از خود بےخبر ند ایساں را از کفر جدا نمی تواند کرد۔ | اس زمانے کے پیر خود اپنے حال سے بے خبر ہیں، وہ ایمان کو کفر سے بھی جدا نہیں کرسکتے۔

تو اس پر کیوں تعجب کیا جائے، اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ نت نئے دعوے نت نئی دلیلوں کی روشنی میں پیش کیے جاتے تھے۔ ان لطائف میں لطیف تر وہ لطیفہ ہے جس کا ذکر حضرت نے اپنے مکتوب ۲۴۵ میں فرمایا ہے صوفیوں کی عام مجلسوں میں یہ لطیفہ مشہور تھا (غالباً تسکین اکبر کے لئے تراشا گیا تھا) کہ ایک دن حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ مشہور عارف اسلام نے ابن سینا فلسفی سے دریافت کیا کہ مقصود تک پہونچنے کی کیا راہ ہے؟ فلسفی نے جواب میں لکھا۔

لطیفہ

درآئی درکفر حقیقی و برآئی از اسلام مجازی | کفر حقیقی اختیار کرو، اور اسلام مجازی سے باہر نکل آؤ۔

"سعدی" نے "زلیخا" میں یہ تو جو کچھ لکھا تھا وہ بجائے خود تھا، لیکن اس کا دوسرا مصرعہ اس سے زیادہ چست ہے کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے عین القضاۃ ہمدانی کو لکھا اگرچہ لکہ[1] سال عبادت می کردم آنچہ ازیں کلمہ ابن سینا حاصل شد از ونی شد" عین القضاۃ نے جواب میں لکھا "اگر می فہمید ند شل ایں بیچارہ ملعون و نام گرامی شدند" (یعنی اگر ابن سینا کا یہ قول تمہاری سمجھ میں آجاتا تو اسی طرح تم بھی رسوا و بدنام ہوتے) حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس لطیفہ کو نقل فرما کر جو اکبری دربار کے ایک امیر کی جانب سے پوچھا گیا تھا، ارقام فرماتے ہیں۔

---

[1] لکہ کا لفظ فارسی زبان میں قابل غور ہے ۱۲

"شیخ ابو سعید از عین القضاۃ بسیار متقدم است با وجہ نویسد"۔

اسی قسم کے خرافاتی لطائف کا نام علم تھا، اور یہی ہوائی باتیں، بجائے تنزیلی آیات، و نبوی روایات کے مسلمانوں کی زندگی کی تنظیم کرتی تھیں، ہر بوالہوس اپنی ہوسناکیوں کے جواز کے لئے کوئی سند بنالیتا تھا، نقل کرتے ہوئے شرم آتی ہے، لیکن ان پیشوایان دین متین کی اخلاقی بلندی جس حد تک پہونچی ہوئی تھی، اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، مکتوب ۲۳۲ میں ارقام فرماتے ہیں۔

بعضے از صوفیہ بہ مظاہر جمیلہ و نغمات مستحسنہ گرفتار اند بہ تخیل آنکہ این جمال و حسن مستعار از کمالات حضرت واجب الوجود است تعالیٰ و تقدس کہ دریں مظاہر ظہور فرمودہ است و این گرفتاری مانیک و مستحسن انگارند بلکہ راہ وصول تصور می نمایند۔

صوفیوں میں کچھ ایسے حضرات بھی ہیں جو حسین و جمیل صورتوں اور دلکش گانوں میں گرفتار ہیں، یہ خیال کرکے کہ یہ حسن و جمال تو حضرت واجب الوجود سے مستعار ہے اور وہی ان صورتوں اور پیکروں میں نمایاں ہوا ہے، اور اپنی اس گرفتاری کو اچھا و پسندیدہ خیال کرتے ہیں بلکہ اسی کو رسائی حق کی راہ سمجھتے ہیں۔

پھر "جمال پرستی" کے اس آڑ میں جو کچھ ہوتا تھا، اس گھنونے منظر کے تصور سے بھی دل کانپ جاتا ہے خدا پرستی، اور خدا رسی کی کتنی مقدس اور پاک راہیں تھیں، قہر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ گستاخی کرنیوالوں کی یہ جماعت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بھی "ہوشیار" نہ رہنا چاہتی تھی، جھوٹ کہتی تھی اور جھوٹ بولتی تھی، حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ اپنے کمینہ فعل، اور ارتکاب فحشا، کے جواز میں (العیاذ باللہ)

مطلب خود این قول را سند می آرند گفتہ "ایاکم والمرد فان فیھم لون کلون اللہ"۔

اپنے مقصد کے اثبات میں سند یہ پیش کرتے تھے کہ روایت کی جاتی ہے "سادہ رخوں (بے ریشوں) سے ہوشیار رہنا کیونکہ ان میں ایک رنگ ہے اللہ کے رنگ جیسا۔

مشہور عارفانہ نظریہ "المجاز قنطرۃ الحقیقۃ"[1]، کا مطلب یہ لیا گیا تھا جیسا کہ حضرت اپنے

[1] مجاز حقیقت کا پل ہے ۱۲

Marfat.com

مکتوب ۲۶۶/ج۳ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ابلہان صوفیہ خام معنی ایں عبارت را نفہمیدہ وگرفتار زیبا بصورتِ جمیلہ پیدا کنند و بعشوہ و دلال ایشاں فریفتہ گردند بطمع آں کہ آں را وصول بحقیقت سازند و معراج حصول مطلوب نمائند۔

بیوقوف کچے صوفیوں نے اس فقرہ کا صحیح مطلب تو سمجھا نہیں اور اچھی صورتوں کی چاہ میں گرفتار ہو گئے اور ان حسینوں کے نازنخروں، عشوہ و غمزہ پر فریفتہ ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ اپنے اس مجازی عشق کو حقیقت تک پہونچنے کا ذریعہ بنائیں گے اور اپنے مقصد تک اسی ذریعے پہونچیں گے۔

حسینوں کی بھری محفل میں جبہ و دستار، تسبیح و سجادہ والے چلبلے دل بقول حضرت مجددؒ۔

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر ست

در حیرتم کہ وعدۂ فردا از برائے چیست

کہتے ہوئے اپنے اپنے منظوروں کے قدموں پر سر ڈالدیتے، اُدھر جنت کے مقابلہ انکی نقد بہشت یہی تھی گویا "قل للمومنین یغضوا من ابصارھم" کے فرمانِ الٰہی کا ان سے تعلق ہی نہ تھا، خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے عملی نظام کا نام "شریعت" رکھدیا گیا تھا، اور پھر اس شریعت کے متعلق ڈھنڈورا پیٹ دیا گیا کہ:۔

شریعت پوست حقیقت ست و حقیقت مغز شریعت

شریعت حقیقت کا چھلکا ہے اور حقیقت شریعت کا گودا ہے۔

بھلا جس کی رسائی مغز تک ہو چکی ہو، اب اسے چھلکے کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ ان میں بعض لوگ بظاہر نماز و روزہ کی جو پابندی بھی کرتے تھے، تو اس کی وجہ بیقرار دیتے تھے کہ:۔

"مبتدیان و پس روان ایشاں بآن اقتداء کنند نہ آنکہ عارفان محتاج بہ عبادت اند۔"

تاکہ مبتدی اور ان کے پیرو ان کی اقتدا کریں یہ مقصد نہیں ہے کہ عارفوں کا گروہ بھی ان عبادتوں کا مکلف ہے۔

مکتوب ۲۰۶ ص ۳۵۸/ج ۱

خذلھم اللہ (خدا انہیں رسوا کرے) فرما کر حضرت فرماتے ہیں کہ ان کا قول تھا کہ ہم ظاہر شریعت کی پابندی محض ریاکارانہ طور پر کرتے ہیں، ان کا علانیہ نظریہ تھا۔

تا پیر منافق و مرائی نہ باشد مرید از وے منتفع نہ گردد۔ ص ۳۵۸ ج ۱	جب تک پیر منافق اور ریاکار نہ ہو اس سے مرید نفع نہیں اٹھا سکتا۔

ریا اور نفاق جس طبقہ کے فرائض میں داخل ہو گئے تھے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس جذبہ کے زیر اثر وہ "کن"، "ناکردنیوں" کو "کردنی" بناتے ہونگے۔ خصوصاً جب یہ معلوم ہے کہ اس زمانہ میں پیری و مریدی کا مقصد بہ قول حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ یہ تھا۔

آنکہ مریدان ہرچہ دانند کنند، ہرچہ خواہند خورند و پیراں سپرا ایشاں گردند و از عذاب نگاہ دارند ص۵ مکتوب ۱۵ ج ۳	کہ مرید جو کچھ چاہے جانے، جو کچھ چاہے کرے جو کچھ چاہے کھائے پیران لوگوں کی ڈھال بنجائیگا اور اخروی عذاب سے انکو بچالے گا۔

اسی کے ساتھ "سلب نسبت" کا نظریہ پیدا کیا گیا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ مرید کے تمام دینی و دنیوی منافع اب صرف پیر کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہیں، دنیا ہی نہیں بلکہ مشہور تھا کہ پیر چاہے تو مرید کو دین سے بھی محروم کر کے جہنم کا ابدی کندہ بنادے۔ اور اس کے متعلق طرح طرح کے قصے مشہور کئے گئے تھے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب [illegible] ج ۲ میں کسی صاحب کا خط نقل فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بزرگ حضرت علاء الدین نامی اپنے مرید مولانا نظام الدین سے گراں خاطر ہوئے "و از ایشاں سلب نسبت کردند"، لیکن مولانا نظام الدین نے فوراً حضرت رسالت پناہی کی روحانیت میں پناہ ڈھونڈھی، حضرت پیر علاء الدین کو حکم دربار رسالت سے ملا "نظام الدین[1] از آنِ ماست کسے را بروے مجال تصرف نہ باشد" لیکن یہی بیچارے نظام الدین جب بوڑھے ہوئے تو خواجہ عبید اللہ احرار سے کسی بات میں شکر رنجی ہوگئی، باوجودیکہ نظام الدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آچکے تھے،

---

[1] نظام الدین میری ملکیت میں داخل ہو چکا ہے اب کسی دوسرے کو اس پر تصرف کرنے کی مجال نہیں ۱۲

Marfat.com

لیکن پھر بھی "خواجہ احرار از مولنا سلب نسبت نمودند" اس عمل پر حضرت نظام الدین سلوب سے یہ لطیفہ نقل کیا جاتا تھا کہ

خواجہ مارا پیر یافتند ہرچہ داشتم بروند در آخر کار مفلس گردانیدند	ہمارے خواجہ (عبید اللہ احرار) نے مجھے پیدا پایا جو کچھ میرے پاس تھا سب چھین لیا، اور انجام کار مجھے بالکل مفلس بنا کر چھوڑ دیا،

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے سارے واقعات کو نقل فرما کر لکھا ہے۔

حضرت خواجہ ما قدس سرہ می فرمودند کہ مفلس ساختن دلالت بر سلب ایمان دارد اعاذنا اللہ سبحانہ	ہمارے خواجہ (حضرت باقی باللہ) فرماتے تھے کہ مفلس بنا دینے کے تو یہ معنے ہوئے کہ انکا ایمان بھی چھین لیا گیا، پناہ میں رکھے اس سے اللہ

اس کے بعد آخر میں اس "سلب نسبت" کے لطیفہ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

این معنے تجویز نمودن بسیار مشکل	اس بات کو جائز قرار دینا نہایت دشوار ہے۔

اور اپنا خیال اس واقعہ کے متعلق ان الفاظ میں ثبت فرمایا

ہر دو قول بیشس نیامدہ	کہ ان دونوں قصوں میں سے کوئی قصہ بھی پیش نہیں آیا۔

"برہمن کدہ" ہند میں آزاد اسلام ان زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ اس آہنی جال میں پھڑ پھڑا رہی تھی، زیادہ تر ان تدبیروں سے غالبًا وہی مسئلہ حل کیا جاتا تھا۔ جسے عہد حالی میں بجائے مسئلہ موت کے اسی کو انسانیت کا سب سے اہم ترین مسئلہ ٹھیرایا جاتا ہے

کون کہہ سکتا ہے کہ اس بڑے لفافہ کا آخری ورق وہی "ردی" نہیں تھی، جو پرانے برہمنوں کا کتا ئتہ اور نئے پنڈتوں کا مراحۃً سب سے بڑا نصب العین ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک خلیفہ مجاز کو رجوع کرنے والے مریدوں کے متعلق جو اتنی شدت اور کرخت لہجہ میں یہ حکم دیتے ہیں کہ

Marfat.com

نیک تاکید نمایند کہ طمعے در مال مرید و توقع در منافع دنیاوی او پیدا نشود، ج۱ ص۱۷۰
خوب اچھی طرح سے اسکو سمجھو کہ مرید کے مال کے طمع اور دنیاوی منافع کی اس سے توقع کسی طرح دل میں نہ پیدا ہو۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں "پیری مریدی" کا چرخ کس محور پر گھوم رہا تھا، مرض نہ تھا تو علاج کی کیا ضرورت تھی، یہ تھی وہ چند مثالیں جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ "اسلامی دائرہ" کا یہ ممتاز طبقہ کس حال میں مبتلا تھا۔ میں نے بجائے کسی غیر معتبر مورخ کے قصداً اپنے بیان کی تائید کے لئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا گواہ بنایا ہے اور یہ سارے اجزاء ان ہی کے مکاتیب طیبہ سے فراہم کئے گئے ہیں۔

سوچا جاسکتا ہے کہ جس عہد میں ہندوستانی اسلام کے امراء و سلاطین علماء و صوفیاء تیرہ بختی کے اس مقام تک تنزل کرچکے تھے تو پھر اس ملک کے عام مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبانی اس کا فسانہ بھی کچھ سن لیجئے، خان اعظم کو خط لکھتے ہیں اسمیں زیادہ زور اسی پر ہے،

احکام کثیرہ اہل کفر در اہل اسلام شوخی پیدا کردہ است مکتوب ۵۶/۱
اہل کفر کے بہت سے احکام و رسوم اہل اسلام میں نمایاں ہو رہے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔ مکتوب ۲۶۶/۱

مسلمانان باوجود ایمان رسوم اہل کفر می نمایند و تعظیم ایام ایشاں می کنند ص ۳۳۷
مسلمان باوجود ایمان کے اہل کفر کی رسموں کو بجا لاتے ہیں اور ان کے ایام کی تعظیم کرتے ہیں۔

پھر جلد ثالث کے مکتوب چہل میں اس کی شہادت ادا کرتے ہیں۔

استمداد از اصنام و طاغوت در دفع امراض و اسقام در جہلہ اہل اسلام شائع گشتہ است ص ۶۹
ان کے دیوتاؤں، اور بھوتوں سے بیماریوں کے ازالہ میں اہل اسلام کے جاہل لوگوں کی مدد طلبی کا عام طور سے پھیلا ہوا ہے

خصوصاً عورتوں کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہ ہے کہ :۔

اکثر زنان بواسطہ کمال جہل کہ دارند ایں استمداد ممنوع مبتلا اند
اپنے انتہائی جہل کی وجہ سے اکثر عورتیں اس حرام و ممنوع استمداد میں مبتلا ہیں۔

Marfat.com

وطلب دفعیہ بلیہ ازیں اسماء بے مسمیٰ می نمایند و بادائے مراسم شرک واہل شرک گرفتار اند۔

اور ان دیوی دیوتاؤں سے (جن کا نام تو ہے لیکن مسمیٰ نہیں ہے) بلاؤں کے ٹلانے کی درخواست کرتی ہیں، اور شرک واہل شرک کی رسموں کو بجا لاتی ہیں۔

چیچک کی بیماری میں ہندوستان کے عام اسلامی گھرانوں میں جو کچھ ہوتا تھا اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

در وقت عروض مرض جدری کہ در زبان ہند بہ سیتلہ معروف است مشہور و محسوس است کم زنے باشد کہ از دقائق ایں شرک خالی بود و برسمے از رسوم آں در آنجا اقدام نہ نماید۔

چیچک کی بیماری جس کا نام ہندی میں سیتلہ ہے اسکے متعلق یہ بات مشاہدہ میں آ رہی ہے کہ کم کوئی ایسی عورت ہوتی ہے، جس کا دل اس قسم کے شرک کی باریکیوں سے پاک ہو، اور اس کے متعلق جو رسوم ہیں انہیں سے کسی نہ کسی رسم کے انجام دینے کی طرف سبقت نہ کرتی ہو،

غیر اسلامی تہواروں کے متعلق مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہو گیا تھا، دلی کے دربار میں جو کچھ ہوتا تھا۔ اس کا اثر سارے ہندوستان پر پھیل گیا تھا فرماتے ہیں۔

در ایام دوالی کفار جملہ اہل اسلام علی الخصوص زنان ایشان رسوم اہل کفر را بجا می آرند و عید خود میسازند وہدایا شبیہہ ہدایائے اہل کفر بخانہائے دختران و خواہران در رنگ اہل شرک می فرستند و ظروف ہائے خود را در رنگ کفار دراں موسم رنگ می کنند و بہ برنج سرخ آں را پر کردہ می فرستند۔

اہل اسلام کے جملہ دوالی کے دنوں میں خصوصاً عورتیں اہل کفر کی رسمیں کرتی ہیں، اور اس کو اپنا تہوار بنا کر مناتی ہیں، اور اس دن میں تحفے تحائف اہل کفر کے مانند اپنی لڑکیوں اور بہنوں کے گھر بھیجتی ہیں۔ اپنے برتنوں کو ان ہی رنگوں سے رنگتی ہیں جن سے اہل کفر اس خاص موسم میں رنگتے ہیں، اور سرخ چاولوں کو ان برتنوں میں بھر کر بھیجتی ہیں۔

عام مسلمانوں کے یہ تعلقات تو غیر اسلامی دیوتاؤں، اور غیر اسلامی تہواروں کے ساتھ تھے۔ خود اس ملک میں اکثر مسلمانوں نے اپنا بھی ایک مستقل مشرکانہ نظام قائم کر لیا تھا حضرتؒ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

حیوانات را نذر مشائخ می کنند بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح می نمایند

بزرگوں پر جانور چڑھاتے ہیں اور ان کی قبروں پر پہونچ کر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔

اور حالانکہ صرف اس حد تک نذر لغیر اللہ تک محدود نہ تھا، نماز و روزہ جو صرف اللہ کے لئے تھا، ہندوستان کے مسلمانوں نے اس میں بھی دوسروں کو ساجھی بنا لیا تھا، حضرت کا بیان ہے خصوصاً عورتوں کے متعلق

صیام نساء بہ نیت پیراں و بی بیان نگاہ دارند واکثر نامہائے ایشاں را از نزد خود تراشیدہ روزہائے خود را بنام آنہا نیت کنند۔

عورتیں بعض پیروں اور بیرنیوں کی نیت سے رکھتی ہیں، ان پیروں کے نام بھی یہ خود گڑھ لیتی ہیں اور ان ہی فرضی ناموں سے روزے رکھتی ہیں۔

لطف یہ تھا کہ ان عجیب و غریب روزوں کے رکھنے کا دستور بھی عجیب تھا، یعنی ہر روزہ کی کھلائی کے لئے خاص خاص طریقے اور کھانے مقرر تھے، حضرت والا ہی ارشاد فرماتے ہیں۔

واز برائے ہر روزہ خاص بوضع مخصوص تعیین می نمائند

اور ہر روزہ کے خاص خاص طریقے انھوں نے مقرر کر رکھے ہیں۔

ان روزوں کا مقصود کیا ہوتا تھا، حضرت ہی فرماتے ہیں:۔

مطالب ومقاصد خود را با آنها روزہا مربوط می سازند و بہ توسل ایں روزہ از آنہا حوائج می خواہند و روائے حاجت خود را از آنہا می دانند

اپنے مقاصد اور حاجتوں کو ان روزوں کے ساتھ وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہیں، سمجھتی ہیں کہ ان کی حاجت براری ان ہی روزوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان خاص روزوں کی کھلائی کس طریقہ اور کن کھانوں سے ہوتی تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھنا پڑا۔

بسا است کہ در وقت افطار ارتکاب محرمات نمایند و افطار بامر حرام کنند

بسا اوقات ان روزوں کے کھولنے کے وقت ایسے کاموں کی مرتکب ہوتی ہیں جو شرعاً حرام ہیں۔

Marfat.com

شائد ان روزوں میں سے بعض روزوں کے لئے یہ شرط تھی کہ بھیک مانگ کر اسی بھیک کے ٹکڑے سے روزہ کشائی کی جائے، جیسا کہ حضرت ہی فرماتے ہیں۔

بے حاجت سوال و گدائی کنند وآں افطار نمایند و تقاضائے حاجت خود را مخصوص بایں محرم می دانند۔	بغیر ضرورت کے بھیک مانگتی ہیں اور اسی بھیک کے ذریعہ سے روزہ افطار کرتی ہیں، سمجھتی ہیں کہ انکی حاجت اسی حرام کے ساتھ افطار کرلے پر موقوف ہے۔

اور یہ حال تو "عوام کالانعام" کا تھا، اچھے پڑھے لکھے لوگ جن کا شمار دیندار دل میں تھا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی گواہیاں ان کے متعلق بھی قابل عبرت ہیں۔ اور تو اور خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں صرف "میاں شیخ[1] احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ" تھے، باوجودیکہ اپنے والد مرحوم اور دوسرے علماء کبار سے علوم دینیہ کی باضابطہ تکمیل کی تھی، قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم سبقاً سبقاً حاصل کی تھی، گویا "سند یافتہ عالم" تھے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی و رسالت سے جو انسانی زندگی کا "دستور محکم" تیار ہوا تھا، اور جس کا عام نام شریعت تھا، خود حضرت بھی اس شریعت کے متعلق زمانہ کے اثر سے یہ خیال رکھتے تھے، جسے ایک نظم کی صورت دے کر جھوم جھوم کر پڑھتے۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی ست	افسوس! یہ شریعت اندھوں کی ملت ہے میرا دین
ملت ما کافری و ملت ترسائی ست	دین کافری، اور عیسائیوں کا دین ہے، اس زیبا
کفر و ایماں زلف و روی آں پری زیبائیست	پری کے زلف اور چہرہ کو کفر و ایمان کہتے ہیں۔
کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است	اس یگانہ و یکتائی کی راہ میں کفر و ایمان دونوں ہیں،

اللہ اکبر یہ تھا اُن مجدد صاحب کا حال جو تغیر حال کے بعد خانخاناں عبدالرحیم کے نام عربی میں ایک خط لکھتے ہیں اور اس میں ڈانٹ کر خانخاناں کو تنبیہہ فرماتے ہیں۔

کل العجب ان الاخ الصادق قد نقل ان	کس قدر تعجب ہے کہ ایک سچے بھائی نے مجھ سے بیان

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو آپ کے ہم قرن وہم عصر تھے ان ہی الفاظ سے آپکو اپنی کتابوں میں یاد کرتے ہیں ۱۲

من جلسائهم من الشعراء الفضلاء من يلقب
في الشعر بالكفري والحال انه من
اهل السادات العظام والنقباء الكرام
فياليت شعري ماحمله على هذا الاسم
الشنيع البين شناعته والمسلم ينبغي
ان يفر من هذا الاسم زيادة ما يفر من
الاسد المهلك ويكرهه كل الكراهة
لان هذا الاسم ومسماه مبغوضان لله
سبحانه وتعالى ورسوله عليه الصلوٰة
والسلام فالتحاشي عن مثل هذا
الاسم القبيح واجب...... فالتمسوه من
قبلي ان يغير هذا الاسم ويبدله باسم
خير منه ويلقب بالاسلامي ۳۲ ج ۱

کیا کہ آپ کے ہم نشینوں میں ایک شخص ہے۔ جن کا شمار
فاضل شاعروں میں ہے انھوں نے اپنا تخلص کفری رکھ
چھوڑا ہے، حالانکہ انکا تعلق سادات عظام اور نقباء
کرام سے ہے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر اس تخلص کے اختیار
کرنے پر ان کو کس چیز نے آمادہ کیا۔ جو نہایت برا ہے
اور ایسا ہے کہ مسلمان کو اس سے اسی طرح بھاگنا چاہئے۔
جیسے شیر سے آدمی بھاگتا ہے اور اسکو ناپسند کرنا چاہئے
کیونکہ خود یہ نام اور اس کا مسمّی دونوں اللہ اور اس کے
رسول کے نزدیک قابل نفرت ہیں ایسے بُرے ناموں
سے علیحدگی واجب ہے آپ انسے میری جانب سے
التماس کیجئے کہ اس نام کو بدل کر اپنا تخلص
"اسلامی" رکھ لیں۔"

اس زمانہ کے دینداروں کا حال ان الفاظ میں قلم بند فرماتے ہیں:۔

بایدانست کہ اکثر مردم از خواص و عوام
دریں زمان درادائے نوافل اہتمام دارند و
در مکتوبات مساہلات می نمایند و مراعات
سنن و مستحبات را آں ہا کمتر می کنند و نوافل
را عزیز می دارند و فرائض را ذلیل و خوار،
کم ست کہ فرائض را در اوقات مستحبہ ادا
نمایند، و در تکبیر جماعت مسنونہ بلکہ در

معلوم ہونا چاہئے خواص وعوام میں آجکل بکثرت
ایسے لوگ ہیں، جو نوافل کے ادا کرنے میں تو بہت اہتمام
کرتے ہیں لیکن فرائض میں سہل انگاری برتتے ہیں اور
سنتوں اور مستحب امور کی بہت کم رعایت ونگرانی کرتے ہیں۔
یہ لوگ نوافل کو بہت قیمتی خیال کرتے ہیں، مگر فرائض کی
ان کی نگاہ میں کوئی وقعت و عزت نہیں بلکہ انکو حقارت کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان میں کم ہیں جو فرائض کو مستحب اوقات

Marfat.com

نفس جماعت تقیدے ندارند بلکہ تکاسل وتساہل	میں ادا کرتے ہوں، وہ جماعت مسنونہ کی تکبیر اولیٰ تک بھی
در ادائے فرائض را غنیمت می شمارند،	سے جماعت کی پابندی نہیں کرتے اور سستی و کاہلی سے
مکتوب ۲۸۸/۲۹۲ ج ا	فرائض ادا کرنے ہی کو وہ غنیمت خیال کرتے ہیں۔

اللہ اور رسول (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کی بنائی ہوئی راہوں کے ساتھ اُن کا یہ معاملہ تھا، لیکن انھوں نے خود اپنا جو دین گھڑ لیا تھا، اس کی پابندی کو فرائض سے بھی زیادہ اہم خیال کرتے تھے، حضرت نے بطور مثال کے ارقام فرمایا ہے۔

روز عاشورا، و شب برات، و بست و ہفتم ماہ رجب	۱۰ محرم، شب برات، ۲۷ رجب اور اس ماہ کے پہلے جمعہ میں جس کا
و اول شب جمعہ ماہ مذکور کہ آں را لیلۃ الرغائب نام	نام "لیلۃ الرغائب" رکھا گیا ہے، بڑے اہتمام اور دل کی پوری
نہادہ اند کمال و تمام مرعی داشتہ بجمعیت تمام نوافل	یکسوئی کیساتھ جماعت سے نفل نمازیں ادا کرتے ہیں اور
بجماعت می گزارند و آں را نیک و مستحسن می پندارند۔	اپنے اس فعل کو شرعاً بہت اچھا خیال کرتے ہیں؛

حد یہ ہوگئی تھی، کہ نقشبندیہ طبقہ کے صوفیا و مشائخ جن کا سارا مجاہدہ اور ساری ریاضت صرف اتباع شریعت کے ساتھ مربوط تھی، ان کے متعلق بھی حضرت کو لکھنا پڑا کہ

بعضے از اہل سلسلہ بواسطہ قصور نظر دریں طریقہ علیہ	اپنی کوتاہ نظری سے اس سلسلہ (نقشبندیہ) کے بعض لوگوں نے
نیز بدعتہا اختیار نمودہ اند و بہائے مردم را بعلاقہ	بھی اس "طریقہ علیہ" میں بدعتوں کو اختیار کرلیا ہے، اسی بدعت
ارتکاب بدعت بجانب خود کشیدہ و ایں عمل را بزعم خود	کے ارتکاب سے چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل
تکمیل ایں طریقہ علیہ گمان بردہ (مکتوب ۲۶۲ ج ۲)	کریں اور اپنے اس فعل کو وہ اپنے خیال میں اس طریقہ کی تکمیل کا ذریعہ گمان

مکتوب ۱۳۱ میں اپنے زمانہ کی بعض ان بدعات کا ذکر کرتے ہوئے جو بعض مشائخ نقشبندیہ میں داخل ہوگئی تھیں، کتنے دردناک لہجہ میں فرماتے ہیں:۔

افسوس ہزار افسوس بعضے از بدعتہا کہ در سلاسل دیگر	افسوس ہزار افسوس کہ ایسی چند بدعتیں جو دوسرے طریقوں میں بھی
اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند	قطعاً نہیں ہیں، ان لوگوں نے اس طریقہ علیہ میں انکو داخل کرلیا ہے
و تہجد را بجماعت می گذارند، و از اطراف و جوانب در آں	مثلاً تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور ارد گرد
	سے اس باجماعت نماز تہجد کے لئے لوگوں کو، اکٹھا

Marfat.com

وقت مردم از برائے تہجد جمع می گردند۔

کرتے ہیں۔

کیسی عجیب بات ہے، کہ "طریقہ نقشبندیہ" کے لانیوالے ہندوستان میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ تھے، جن کا حال حضرت نے یہ لکھا ہے:-

یکے از مخلصان حضرت خواجہ ما بود در وقت افتتاح طعام در حضور ایشاں اسم اللہ را بلند گفت ایشاں را ناخوش آمد بحدیکہ زجر بلیغ فرمودند کہ اورا منع کنند کہ در مجلس طعام ما حضر نشود ص ۳۳۴ مکتوب ۲۶۶

ہمارے حضرت (باقی باللہ) کے مخلصوں میں ایک آدمی تھے کھانا کھاتے ہوئے شروع میں اللہ کے اسم پاک کو بلند آواز سے کہا حضرت کو انکی یہ بات بہت ناپسند ہوئی اتنی ناپسند کہ سخت ڈانٹ بتائی اور حکم دیا کہ ہمارے کھانے کی مجلس میں آئندہ پھر یہ شخص حاضر نہوا کرے۔

لیکن ہندوستان کی جو حالت ہو رہی تھی، جیسا کہ حضرت ہی کا بیان ہے۔

اہل ایں سلسلہ علیہ دریں دیار غریب افتادہ اند و اہل ایں دیار را بواسطہ شیوع بدعت بطریقہ ایں اکابر ملتزم سنت قلت مناسبت است مکتوب ۶۲ ج ۲

اس سلسلہ علیہ کے لوگ اس ملک میں اجنبیوں کی طرح ہیں بدعات کے رواج کی وجہ سے اس ملک کے لوگوں کو اس طریقہ کے بزرگوں سے جو سنت کے پابند ہیں، بہت کم مناسبت ہے۔

اس "عالمِ بدعت" میں اس طریقہ کا بھی، انجام یہ ہوتا ہے کہ حضرت باقی باللہ کے صاحبزادگان کرام یعنی اپنے مخدوم زادوں کو مخاطب کرکے حضرت مجدد کو لکھنا پڑا۔

شنیدہ می شود کہ مخدوم زادہا میل بسرود دارند و مجلس سرود و قصیدہ خوانی در شبہائے جمعہ منعقد می سازند و اکثر یاران دریں امر موافقت می نمایند عجب ہزار عجب مریدان سلاسل دیگر عمل پیران خود بہانہ ساختہ ارتکاب ایں امر می نمایند و حرمت شرعی بعمل پیران دفع می کنند اگرچہ فی الحقیقت دریں محل نباشند

ایسا سنا جاتا ہے کہ مخدوم زادوں کا میلان گانے کی طرف ہو گیا ہے گانا اور قصیدہ خوانی کی مجلسیں جمعہ کی شب میں قائم کیجاتی ہیں اور اکثر یاران طریقت نے بھی آپ لوگوں کی اس باب میں موافقت کی ہے۔ تعجب ہزار تعجب ہے کہ دوسرے سلسلوں کے لوگ تو اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں، اور اس طریقہ سے شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے توڑتے ہیں۔ اگرچہ اس میں وہ برحق

یاران دریں ارتکاب چہ معذرت خواہند فرمود حرمت شرعی یک طرف، و مخالفت طریقت پیران خود یک طرف، (مکتوب ۲۶۶)

نہیں ہیں لیکن ہمارے پیر بھائیوں کو کیا ہوا ہے، وہ اس فعل کے ارتکاب میں کیا عذر پیش کر سکتے ہیں شرعی حرمت ایک طرف اور اپنے طریقہ کے پیروں کی مخالفت دوسری طرف۔

ان چند اجمالی نمونوں سے غالباً اس نقشہ کی صحیح تصویر نگاہوں کے سامنے اپنے واضح خط و خال کے ساتھ انشاء اللہ بے نقاب ہو چکی ہوگی، جو "عہد تجدید" سے پہلے ہندوستان کے اسلام اور مسلمانوں کا تھا، اس وقت بحث کو اسی نقطہ تک پہونچا کر اب ہم دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب قوم کے ولاۃ و حکام، سلاطین و امراء، علماء و مشائخ اور ان کے ماتحت زندگی بسر کرنیوالوں کا جب یہ حال ہو، اندازہ ہو سکتا ہے ایسے مہیب منظر کی طرف اگر کسی کی بصیرۃ و احساس کی آنکھیں اچانک کھولدی جائیں۔ سوچا جا سکتا ہے۔ اس پر کیا قیامت کا سماں گذر جائیگا، ایسے نازک وقت میں جن سے کچھ امید ہو سکتی تھی، وہ علماء اور مشائخ ہی تھے، لیکن سن چکے کہ مشائخ کا ایک بڑا طبقہ شریعت سے اپنی گردنوں کو آزاد کرانے کی فکر میں لگا ہوا تھا جس کے دوسرے معنی اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ وہ ایک راہ سے ارتداد پر آمادہ تھا، اور ان میں کتنے تھے جو آمادگی کے حدود سے نکل کر عملی میدان میں پھاند چکے تھے، علماء زبان سے کچھ ہی کہتے ہوں، لیکن جو حالات تھے، ان کو پیش نظر رکھکر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ بھی عملی بغاوت میں مبتلا نہ ہو چکے تھے، بلکہ سچ یہ ہے جیسا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے، کہ

در قرن سابق اختلافات علماء عالم را در بلا انداخت و ہمان صحبت در پیش است ترویج چہ گنجائش دارد باعث تخریب دین خواہد شد (ج۱ ص۵۳)

پچھلے دور میں علماء کے اختلافات نے دنیا کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا، اب پھر وہی بات سامنے ہے ــــ دین کا رواج کیا ہوگا، اسکی بھلا کیا گنجائش ہے، بلکہ دین کی بربادی اس سے مزید ہوگی۔

بھلا جس عہد کے علماء کو دیکھ کر حضرت مجدد کو لکھنا پڑا۔

عزیزے ابلیس لعین را دید فارغ و بیکار نشستہ است سر آں را پرسید گفت علماء ایں

ایک صاحب نے ملعون ابلیس کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہوا ہے، پوچھا کہ آخر کیا ماجرا ہے۔ ابلیس بولا کہ

Marfat.com

وقت کارہا می کنند ودر اغوا و اضلال کافی اند ب ۵۳ ج ۱

اس زمانہ کے علماء یہ سارا کام انجام دیرہے ہیں مارنے بھٹکانے کے لئے اب وہی کافی ہیں۔

اُن سے کیا خاک توقع ہوسکتی تھی، ہندوستان کے مسلمانوں میں وہ ان سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی گئیں، وہ اِن مسلمانوں کی زبانوں سے وہ سب کچھ سُن رہے تھے، جو اللہ کے آخری پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مبارک زبان سے کبھی نہیں سُنا گیا، لیکن بجز ان چند کے جنکی سب سے بڑی اُولوالعزمی یہ تھی کہ منکر کو دیکھ کر چپ ہوجائیں۔ بڑا گروہ ان کا تھا، جو مسلمانوں کو وہی سناتے تھے، جو وہ سُننا چاہتے تھے، وہی دکھاتے تھے اور قرآن کھول کھول کر حدیثوں کے اوراق الٹ الٹ کر وہی دکھاتے تھے جو وہ دیکھنا چاہتے تھے،

کیسی کٹھن گھڑی ہوگی، جب دوستوں نے دشمنی کے لئے کمر باندھی ہو، اور اللہ کی فوج شیطان کی صف میں شریک ہوکر ایمان واسلام کی برجیوں پر دھاوا بول دے یہی رنگ تھا جسے دیکھ کر حضرت مجدد فرماتے ہیں۔

عالم در دریائے بدعت غرق است وبظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند و باحیائے سنت لب کشاید اکثر علماء ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند و محو کنندہائے سنت ب ۲ ج ۲

دنیا بدعت کے دریا میں ڈوبی ہوئی ہو اور بدعت کی تاریکیوں میں مطمئن ہے کسکی مجال ہو کہ کسی بدعت کے اُٹھانے کیلئے آمادہ ہو، اور کسی سنت کے زندہ کرنے کے لئے لب کشائی کرے اس زمانہ کے اکثر علماء خود ہی بدعت کے رواج دینے والوں اور سنت کے مٹانیوالوں میں ہیں۔

اللہ اکبر! جو مدرسہ سے اس لئے نکلا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونیوالوں کو آپ سے قریب کریگا، اسلام کا ایک مجدد ان ہی کے متعلق یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ یہ علماء دین

مردم را بر بدعت وضلالت می نمایند و بجواز بلکہ باستحسان او فتوی میدہند مکتوب

آدمیوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، بلکہ اسی کو شرعاً مستحسن قرار دیکر فتویٰ دیتے ہیں۔

Marfat.com

شائد ایسا ہی وقت ہوتا ہے، جب ہر طرف سے مایوس ہو کر چیخنے والا جنون و سرمستی میں

اس راز کو پھر فاش کرائے روحِ محمدؐ

اس عہد میں اب نیر اسلماں کدھر جائے

چیخنے لگتا ہے۔ اور جب راستبازی و سچائی، نیاز و اخلاص میں ڈوب کر چیختا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ

اس پردہ راز "فاش" کیا جاتا ہے، جس کے بعد تجدید کا کام شروع ہو جاتا ہے۔

یہ خیال نہ کرنا چاہیئے، کہ حضرت مجددؒ سے جو کام بعد کو بن پڑا، وہ کسی غیر مرتب، مذہبی جوش وخروش کا ایک غیر شعوری نتیجہ تھا۔

یہ سچ ہے کہ کسی کی نظر انتخاب یقیناً حضرت مجددؒ کے قلب مبارک کو ازل ہی میں تاک چکی تھی، اور جو ایسا ہوتا ہے، ارجمندی و اقبال کا ستارہ اسکی پیشانی کو اسی وقت چوم لیتا ہے، جس وقت وہ اِس خاکدان میں قدم رکھتا ہے، آئندہ کے نیک سالوں کا پتہ اسکی زندگی کی ابتدائی بہاروں سے چلنے لگتا ہے۔ ماہ رمضان میں ہلال کے مسئلہ میں ابوالفضل کا پیالہ جو اس کے منہ پر مارا گیا تھا، وہ ان ہی بہاروں کا ایک ہلکا جھونکا تھا جس کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں۔

لیکن اس اویسی پر جب روح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "راز" فاش کیا تو اس کے بعد یقیناً اس کا جو قدم بھی اس راہ میں اُٹھا سو جھکر اٹھا، سمجھکر اٹھا، دماغ نے عمل کا ایک "لائحہ" مرتب کیا، اور "دل" نے اس "لائحہ" کو ہاتھ میں دے کر

دل انگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

کہتے ہوئے، جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو لے کر ایک دفعہ ان موج افزا طوفانوں، اور بے پایاں سمندروں میں ڈھکیل دیا جس کا ڈوبنے والا پھر کبھی نہیں ابھرا، حضرت مجدد رحمۃ اللہ کے اس سانحہ کا تصور جب سامنے آتا ہے تو بے اختیار اس وقت اپنے مخدوم حضرت مجذوب (خواجہ عزیز الحسن ڈپٹی انسپکٹر صوبجات متحدہ وخلیفہ خاص حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی کا وہ شعر جو کسی "خاص وقت" میں انھوں نے سنایا تھا یاد آ جاتا ہے جھوم کر "دیوانے" نے

Marfat.com

گرچہ ہے بحرِ محبت پُرخطر
کشتیٔ دل اس میں ڈالی جائے گی

للا پا" ڈالی جائے گی" پر کس بلا کا روحانی زور پہونچا یا گیا تھا، کہ اب تک اس کی کیفیت جب یاد آتی ہے تو

ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

ہائے! کاش! "چل پڑتا" لیکن بازو ہی نہیں بلکہ شانہ زور قلب سے بھی وہ سعادت میسر نہیں آسکتی جو محض بخشندہ کی بخشش ہی پر موقوف ہو وعسی اللہ ان یحدث بعد ذالک امراً

بہرحال یہ بات کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک مستقل طے شدہ منصوبہ" تھا، اس کا ثبوت خود آپ کی تحریروں سے ملتا ہی، شیخ فرید (سید مرتضیٰ بخاری) جو جہانگیری دربار کے ممتاز ترین رئیس بلکہ سچ پوچھو تو "سلیم" کو جو اپنے ان بیٹے اور مار آستیں (خسرو) کا "سلیم" (مارگزیدہ) تھا، ٹھیک جس وقت اکبر کی موت کے بعد اس سانپ کا کامیاب حملہ ہوا) تو یہی بخاری سید تھے، جنکی عمل و تدبیر سے مرسوالا "سلیم" جہانگیر بن گیا، انشاء اللہ تعالیٰ اس کا تفصیلی ذکر آئندہ آئیگا، ان ہی سید صاحب کو حضرت مجددؒ ایک خط میں لکھتے ہیں۔ یہ خط کیا ہے؟ اسلام اور مسلمانوں کا نوحہ اور مرثیہ ہے سابق حکومت کے معاندانہ سلوک پر واویلا کرتے ہیں علماء سوء کی چیرہ دستیوں پر نالہ کرتے اور شیخ فرید کو آمادہ کرتے ہیں کہ اس "فتنہ" کے مقابلہ کے لئے تم خود تیار ہو جاؤ۔ اور ہو سکے تو بادشاہ کو بھی کسی نہ کسی تدبیر سے اس راہ پر لگاؤ، آخر میں ارقام فرماتے ہیں۔

بناءً علی ذالک این حقیر قلیل البضاعت میخواہد کہ خود را در جرگہ مدداں دولت اسلام اندازد | اس بناء پر یہ حقیر "ٹٹ پونجیا" بھی اپنے کو "دولت اسلام" کے مددگاروں کے جرگہ میں داخل کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس راہ میں ہاتھ پاؤں مارے

ودرین باب دست وپائے زند

کچھ نہیں ہے بے برگی و بے سامانی کی آخری حد پر کھڑے ہیں، لیکن باایں ہمہ اس "بلند منصوبہ" کے لئے اپنا عزم پیش کرتے ہیں ..... کتنے سینہ شگاف لہجہ میں سرہند کا ایک فقیر "مغل ایشیا" کے ایک "رکن رکین" کے بغل میں کھڑا ہو کر کہتا ہے

بحکم من کثر سواد القوم فهو منهم محتمل	اس "ارشاد" کے مطابق کہ کسی قوم کا سواد جس سے بڑھتا
کہ ایں بے استطاعت را داخل آن جماعہ کرام	ہو، وہ ان ہی میں شمار کیا جاتا ہے ہو سکتا ہو کہ اس بے
سازند مثل خود را آن زال می انگارد کہ ریسماں	استطاعت کو بھی بزرگوں کے اس گروہ میں داخل کر لیا جائے،
تنیدہ خود را در سلک خریداراں حضرت یوسف	اپنے کو میں اس بڑھیا کے مانند خیال کرتا ہوں جس نے سوت کاتا
علیہ السلام ساختہ بود	کر اپنے کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداروں میں شریک کر لیا تھا"

بہر کیف میرا یہ خیال ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک مفصل "منصوبہ" اور ایک متعین "نصب العین" تھا، اگرچہ ظاہر ہے کہ نہ وہ "پروگرام" کا زمانہ تھا، اور نہ "اسکیم" کی دنیا تھی اور اس وقت کیا؟ اخلاص وصداقت کا "جہاد" ہمیشہ اس قسم کے پروگراموں سے بے نیاز رہا ہے، جو صرف پروگرام ہی کے لئے بنا لیا جاتا ہے، اس لئے یہ توقع تو بے جا ہوگی کہ میں ان تجویزوں کی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیش نظر تھیں کوئی واقعی نقل پیش کروں گا بلکہ حضرت کے مکاتیب طیبہ کے مطالعہ ومقابلہ سے آپ کے "تجدیدی کارناموں" کی مختلف ومتفرق کڑیوں کو مربوط کرنے کی کوشش کرونگا، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم،

لیکن قبل اس کے کہ میں آپ کے اس مرتب "منصوبہ" کو پیش کروں، ایک خاص امر کی جانب اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اس عہد میں ہندوستانی مسلمانوں کی زبوں حالیاں اس نوبت تک پہونچ چکی تھیں، وہ بگڑ چکے تھے، ان کے بڑے چھوٹے سب بگڑ چکے تھے، آوے کا کوئی برتن سالم نہیں رہا تھا، اور "تن" کا کوئی حصہ داغ سے خالی نہ تھا، تو پھر ان بے جان لاشوں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر چمن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان "خانہ برانداز دل" باغ اسلامی کے اجاڑنے والوں کے لئے آخر حضرت مجدد کے دل میں یہ ہوک کیوں پیدا ہوئی، ایسوں کے لئے وہ کیوں تڑپے، کیوں کراہے؟ کس نے اس ٹیس کو پیدا کیا، جس کے دکھ اور کوفت سے بے چین ہو ہو کر وہ ؎

آنچہ من گم کردہ ام گر از سلیمان گم شدے ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے (مکتوب ۶۲ ج ۱)

بے جیتے جی تملا تملا کردہ

صُبّت علیّ مصائب لو انّہا[1]

صُبّت علی الایام صرن لیالیا   مکتوب ج ۱)

کے ساتھ کیوں چپٹے رہے، جانتے تھے، جیسا کہ ان ہی کی گواہیوں سے دکھا چکا ہوں کہ اس صنم کدہ ہند کے عام جاہل سلمان کافروں کے دیوتاؤں کی دہائی دیتے تھے۔ ان کے آگے صحت و تندرستی کے لئے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے تھے، ان کی عورتیں ہندوؤں کی وہمی دیویوں کی پوجا کرتی تھیں، سیتلہ مائی کی منت مانتی تھیں، اللہ کے باغیوں رسول کے دشمنوں کے تہواروں کو اپنی اسلامی عیدوں کی طرح منایا جاتا تھا، بیبیوں اور دیبیوں کے نام سے مسلمان خواتین روزے رکھتی تھیں، قبروں پر بکرے چڑھائے جاتے تھے، یہ عامیوں اور جاہلوں کا حال تھا، ــــ جو دین کی پابندی کے مدعی تھے، وہ اس میں اپنے کو مختار ٹھیراتے تھے کہ فرض کو نفل کا اور نفل کو فرض کا درجہ عطا کریں، اہم کو غیر اہم بنانا، اللہ اور اس کے رسول کا نہیں، بلکہ ان "دینداروں" کا کام تھا ــــ رہے مشائخ اور علماء سو آپ دیکھ چکے، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ان کے نزدیک "مغز" کا چھلکا تھی، جو اُن کے "بھیجے" کے بخارات سے تیار ہوا تھا، جس قانون کی پابندی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی آخری سانس تک کی تھی، باوجود پیغمبر نہ ہونے کے اس کی پابندی ان کے لئے غیر ضروری تھی، جمال کی تلاش میں شیطان نے جس "جال" میں ان کو پھانسا تھا، یہی گندہ وبال اُن کا انتہائی وصال تھا، اور "علماء" نے تو اپنے "علمی و دینی" کاروبار سے شیطان کے لئے ہولی ڈے (تعطیل) کا موقعہ ہی بہم پہونچا یا تھا، اور صرف یہی نہیں میں نے شاید پہلے ذکر نہیں کیا، اس زمانہ میں بھی پڑھے لکھوں یا تعلیم یافتوں کی ایک جماعت تھی جو باوجود خواندہ و اہل کتاب ہونے کے "علماء" کے لفظ سے موسوم نہ تھی، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا بھی ذکر کیا ہے، اپنے علم و فضل، فکر و غور نے ان میں بھی وہی چیز پیدا کر دی تھی، جس کی بنیاد پر اپنی "آوارہ دماغی" کی تعبیر وہ آزاد خیالی

---

[1] جو مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں، اگر دن پر نازل ہوتیں تو دن رات ہو جاتا ۱۲

Marfat.com

سے کیا کرتے تھے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مسلک کی تعبیر ایک مفصل بیان کے ذیل میں فرمائی ہے جس کا خلاصہ ان الفاظ میں درج فرمایا ہے

جمیع احکام شرعیہ را معقول خود سازند و تاولہ عقل برابر نمایند (مکتوب ۲۱۴ ج ا)

تمام شرعی احکام و قوانین کو اپنی عقل کے مطابق بنائے اور عقلی دلیلوں کے معیار پر وہ پورے اتریں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

ہرچہ عقول شاں قبول کند و تو اند دریافت قبول می نمایند ہرچہ در درک عقول شان نہ در آید قبول نمی نمایند (مکتوب ۴۴ ج ۳)

ان کی عقلیں جن باتوں کو مان لیں، یا جن کو دریافت کر سکتی ہوں ان ہی کو یہ مانتے ہیں، اور جو باتیں (شریعت) کی اُن کی عقل میں نہیں آتی انھیں یہ نہیں مانتے ہیں۔

مسلمانوں کا یہ گروہ فلسفہ و حکمت (سائنس) کا گرویدہ تھا، اور قرآنی بیانات، حدیثی روایات کو انہی تحقیقات کا تابع قرار دیتا تھا، حضرت نے ایک موقعہ پر ان ہی کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

در زمرہ اہل اسلام خود را داخل ساختہ اند و باوجود ایں اصول فلسفی خود راسخ اند و بقدم سماوات و کواکب و امثال ایں ہا قائل اند و بعدم ہلاک و فنا اینہا حاکم اند [illegible] ایشاں تکذیب نصوص قرآنی و در زندقہ شان انکار ضروریات دین۔

اہل اسلام کے زمرہ میں اپنے کو داخل کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے اپنے فلسفیانہ خیالات و نظریات پر پوری قوت کے ساتھ جمے ہوئے ہوتے ہیں، یہ آسمانوں ستاروں اور اسی قسم کی چیزوں کی قدامت کے قائل ہیں، ان کے فنا و ہلاک برباد و تباہ ہونے کے منکر ہیں، انکی نظر میں قرآنی نصوص کی تکذیب اور انکی زندیقی ضروریات دین کا انکار ہے"

یہ سب کچھ لکھکر آخر میں عجب انداز میں فرماتے ہیں:۔

عجب مومن اند بخدا و رسول ایمان آرند و اما آنچہ خدا و رسول او فرمودہ است قبول ندارند سفاہت ازیں نمی گذرد (مکتوب ۲۳ ج ۳)

اچھے مسلمان اور مومن ہیں، اللہ اور رسول پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اور جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے اسے مانتے بھی نہیں حماقت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد کے ان آزاد خیال (فری تھنکر) تعلیم یافتوں کا نام "طالب علمان بے باک" رکھا ہے، فرماتے ہیں:۔

"طالب علمان بے باک" از ہر فرقہ کہ باشند لصوص[1] دین اند اجتناب از صحبت اینہا نیز از ضروریات دین است ۲۱۳/۱ج	علم کے طالبوں میں جو "بیباک" یعنی آزاد حال ہیں جس فرقہ کے بھی ہوں، یہ دین کے چور ہیں، انکی صحبت سے پرہیز کرنا بھی "ضروریات دین" میں ہے۔

طالب مجہول" یا "تعلیم یافتوں" کی اسی جماعت کے چند خاص افراد کا ذکر ایک اور موقعہ پر ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

بعضے از طلبہ علوم بشومی طمع کہ ناشی از خبث باطن ست بامراء و سلاطین تقرب جستہ براہ خوشامد در آمدند و در دین متین تشکیکات نمودند و شبہات پیدا کردند و سادہ لوحاں را از راہ بردند مکتوب ۶۷ ج ۲	ان ہی طلباء علوم میں سے بعض لوگوں نے حرص کی بدبختی میں مبتلا ہو کر جو محض ان کے باطن کی خباثت کا نتیجہ ہے، بادشاہوں اور امیروں کا تقرب حاصل کر کے خوشامد کا طریقہ اختیار کیا ہے اور دین متین میں انہوں نے بعد شکوک و شبہات پیدا کر کے یہ بیوقوفوں اور سادہ لوحوں کی راہ مار رہے ہیں

بہ ظاہر یہ اشارہ ادب و انشاء فلسفہ و تاریخ کے ان ہی شہسواروں کی طرف ہے جن میں ایک اپنے زمانہ میں سے

امروز نہ شاعرم و حکیم دانندہ حادث و قدیم

کا نعرہ بلند کرتا تھا، اور دوسرا اس وقت تک کتنے تعلیم یافتوں کا اگر معبود نہیں تو مقصود ضرور بنا

---

[1] لصوص لص کی جمع ہے جس کے معنی چور کے ہیں، یہ عجیب لفظ ہے گویا "دین" اور "علم دین" کے صرف جاننے سے آدمی اس کا مالک نہیں ہوتا، دین کا مالک وہی ہے جو اس پر عامل ہے، ورنہ جو دین کے دائرہ میں صرف علم کے لئے داخل ہوتے ہیں، یہ چور ہیں محض اس لئے دینی علوم کا مطالعہ کرتے ہیں کہ جن سے وہ کوئی دنیاوی نفع اٹھا سکتے ہوں، یا اپنے وسوسوں کی توثیق جن اجزاء کے ذریعہ سے کر سکتے ہوں انہیں چرالیں حقیقت یہ ہے کہ ان چوروں کی ایک خاصی تعداد ہر زمانہ میں رہی ہے اعاذنا اللہ من شرورہم ۱۲ منہ

ہوا ہے، میری مراد ابوالفضل وفیضی سے ہے کہ اکبر کی سوردماغی میں بہت بڑا دخل ان ہی دو "تعلیم یافتہ" بھائیوں کا تھا،

بہرحال میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جب مسلمانوں کی یہ حالت ہو چکی تھی، اور دین سے وہ اس درجہ منقطع اور دور ہو چکے تھے، پھر باوجود اس کے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اس شوریدگی وہنگامہ آرائی کی آخر وجہ کیا ہوئی، کیوں نہیں ان کو بھی وہی خیال گذرا جیسا کہ سُنا جاتا ہے کہ اسلام کے بعض دلدادوں، علم وفضل کے صدرنشینوں نے اس عہد کے ہندی مسلمانوں کے متعلق گندہ لاش ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے اعلان فرمایا کہ بہشتی وہ ہے جو ان کے دفن میں کوشش کریگا یا اس ملک کے سیاہ وسپید درندوں کی ان مردوں کے نگلنے میں مدد کرے گا۔

اور یہ تو میں نے اکثر پاکان عصمت آب کو خود دیکھا کہ ان کی زبانوں پر غریب مسلمانوں کی لعنت کے سوا اب کچھ باقی نہیں رہا ہے، وہ مسلمانوں کو اس طرح گالیاں دیتے ہیں کہ گویا ان مسلمانوں میں یہ خود شریک نہیں ہیں، وہ ان کو اسی طرح سراپتے ہیں کہ گویا اس سراپ اور بددعا کے مستحق میں وہ خود نہیں ہیں لیکن شاید یہ ہوشیاروں اور فرزانوں کی باتیں ہیں، پر وہ جو دیوانہ ہے عقل و ہوش سے بیگانہ ہے، سنتے ہو، وہ سب کچھ دیکھتا ہے سب کچھ سنتا ہے لیکن با اینہمہ:-

وادیلاہ وامصیبتاہ واحسرتا واحزناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العلمین است مصدقان او ذلیل و خوار، ومنکران او بعزت واعتبار۔ مکتوب ۴۷ ج ۱

وادیلاہ وامصیبتاہ، واحسرتاہ واحزناہ محمد رسول اللہ جو رب العالمین کے محبوب ہیں، انکو سچا یقین کرنیوالے تو ذلیل وخوار ہوں، اور ان کے منکر عزت و اعتبار میں ہوں۔

کے ساتھ چلاتا ہے، چلاتا ہے اور اتنا چلاتا ہے کہ آسمانوں کو لرزا دیتا ہے، زمیں کانپ اٹھتی ہے، دنیا الٹ جاتی ہے، اور جو سونچا نہیں جا سکتا، آخر وہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مرتا ہے رحمہ اللہ وطاب ثراہ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سچ ہے کہ ہندوستان میں اس عہد کے مسلمان وہ سب کچھ ہو چکے تھے، جو ہو سکتے تھے، لیکن ایک چیز ان میں پھر بھی باقی تھی کہ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العلمین ست"، انکے مصدقوں سے ماورا ان کے نام لیوؤں سے انھوں نے اپنے کو اب تک نہیں نکالا تھا، ہو سکتا ہے کہ لغوی طور پر ان کے اعمال وافعال کے لحاظ سے مصدقوں کا لفظ ان پر صادق نہ آتا ہو، لیکن انصاف شرط ہے، کیا واقعی وہ اوران کے باپ دادے جس پیغمبر کی رسالت پر ایمان لائے تھے، کیا اسکی رسالت کو وہ اسی طرح جھٹلا چکے تھے، جس طرح وہ جھٹلاتے ہیں، جو اس لئے نہیں کہ مشرقی ہیں، اس لئے نہیں کہ ایشیائی ہیں، اس لئے نہیں کہ عربی یا ایرانی ہیں، اس لئے نہیں کہ ان کی کھال کا کوئی خاص رنگ ہے، اس لئے نہیں کہ ان کی کوئی خاص بولی ہے، بلکہ اس لئے اور صرف اس لئے مسلمانوں کو دنیا سے مٹانا چاہتے ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں سچا سمجھتے ہیں، ہائے! اگر ان کا عمل ان کے اس تصدیق کی تکذیب کرتا ہے، تو آخر ان کے ساتھ کیوں بے انصافی کی جاتی ہے، جب اس کا الزام بجائے ان کے اس جماعت پر نہیں لگایا جاتا جس کے متعلق حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

در قرن ماضی ہر بلائے کہ بر سر آمدہ از شومی ایں جماعت بود، بادشاہاں را ایشان از راہ می برند ہفتاد و دو ملت کہ راہ ضلالت ست اختیار کردہ اند، اینہا علماء سوء بودند غیر از علماء ہر کہ بضلالت رفت کم است کہ ضلالت او تعدی بدیگرے دارد۔ و اکثر جہلاء صوفی نما ایں زمانہ حکم علماء سوء دارند فساد اینہا نیز فساد متعدی ست"

گذشتہ دور میں سروں پر جو بلائیں بھی آئیں اسی جماعت کی بدبختی اور نحوست کی راہ سے آئیں، بادشاہوں کو یہی لوگ راہ سے ہٹا کر گمراہ کرتے ہیں، بہتر طریقے جو گمراہی کے طریقے ہیں ان کو جن لوگوں نے بھی اختیار کیا، وہ انہی علماء سوء ہی کے بدولت اختیار کیا، علماء کے سوا کم لوگ ہیں، جو ایسے گمراہ ہوں جس سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہوں، اسی طرح اس زمانہ کے صوفی نما جہلا بھی علماء سوء کے حکم میں داخل ہیں کہ انکا فساد بھی متعدی ہے۔

آخر جس امت کے پیشواؤں کے متعلق یہ واقعہ ہو کہ،

Marfat.com

گفتہ علمائے دین درست باشد [illegible] بدعت احداث [illegible]   اور زمانہ کے اکثر علماء بدعت کے رواج دینے والے ہیں، اور سنت محو کنندہ اے سنت [illegible] بہ بدعت و ضلالت حکم نمایند   [illegible] زمانے میں لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

تو پھر ارباب انصاف کو کیا ہوگیا ہے کہ بجائے ان پیشواؤں کے انکے پس رووں کو وہ کہتے ہیں، وہ اگر بگڑے ہیں تو اس لئے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انھوں نے تکذیب کی ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ ان کو جو کچھ بگاڑا گیا ہے وہ اسی بنیاد پر بگاڑا گیا ہے کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العلمین ست

ان کی اور ان کی رسالت کی انھوں نے تصدیق کی ہے، کیا "علم محمدی" کے جاننے کے مدعیوں نے انکو جب کبھی بگاڑا جہاں کہیں بگاڑا حتی کہ اسوقت بھی جو بگاڑ رہے ہیں، توکیا یہی کہکر نہیں بگاڑ رہے ہیں کہ

"محمد اور محمد کا رب اب تم سے یہ کہتا ہے" (صلی اللہ علیہ وسلم)

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

میں نے بہت تلاش کیا لیکن مجددی قلب کے طوفانی تلاطم، اور بے پناہ ہیجانوں کا سبب اسکے علاوہ کچھ نہ ملا کہ جو رب العلمین کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تھے، انکی خواری و ذلت کے نظارہ کی تاب حق سرمست بادہ الست کا دل دیوانہ نہ لاسکا، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ دوسرے جو کچھ چاہیں سوچیں، جن باتوں سے چاہیں متاثر ہوں، جس چیز کو چاہیں اہم قرار دیں، لیکن سر باختوں، مجنونوں کے لئے تو

خرابا تیاں می پرستی کنید   محمد بگوئید و مستی کنید

کے سوا نہ تو کوئی سرمایۂ شادی ہے اور نہ بضاعت غم، سچ کہا جسنے کہا (رحمہ اللہ) ؎

لی حبیبٌ عربی مدنی قرشی   کہ بود درد و غمش مایہ شادی و خوشی

(تتبعہا الرادفۃ)

افسوس! مولانا گیلانی مرحوم اس کے بعد اس سلسلہ کی کوئی قسط نہ لکھ سکے، مستقل سوانح مجددی لکھنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اس کے لئے وقت نہیں نکال سکے یہاں تک کہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا

جہاد تجدید

قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات "الاسلام بدء غریبا و یعود کما بدء فطوبیٰ للغرباء" وشروع آخریت این امت از بدایت الف ثانی است از ارتحال آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام زیرا کہ معنی الف را خاصیتے است عظیم در تغیر امور و تاثیرے قوی در تبدیل اشیاء، وچوں دریں امت نسخ و تبدیل نبود ناچار نسبت سابقان بہمان طراوت و نضارت در متاخران جلوہ گر گشتہ است و تائید شریعت و تجدید ملت در الف ثانی فرمودہ"

(ارشاد امام ربانی در مکتوب [illegible] دفتر اول)

لے (خلاصہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اسلام کسمپرسی ہی کی حالت میں دنیا میں آیا تھا اور آخر میں بھی ایسی ہی حالت ہو جائیگی" اور اس امت کا آخری دور حضور کی وفات شریفہ سے ہزار سال بعد سے شروع ہوتا ہے کیونکہ حالات کی تبدیلی اور تغیر میں ہزار سال کو خاص دخل ہے۔ اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیلی کا دروازہ بند ہے اس لئے سابقین ہی کی نسبت اپنی تازگی و شادابی کے ساتھ بعد والوں میں جلوہ گر ہوگئی ہے اور شریعت کی تائید اور ملت کی تجدید دوسرے ہزار سال میں ہو رہی ہے۔"

مقدس اسلام پر جب پورے ایک ہزار برس گذر گئے اور اس نے الف ثانی (ہزارۂ دوم) میں قدم رکھا اُس وقت خاکسرِ ہندوستان میں عرب کے اس مسافر پر ہر چہار طرف سے فتنوں کی یورش تھی —— ایک طرف سلطنت کا الحاد اور اس کی ہندو نوازی بلکہ ہندو پرستی اس کو پامال کر رہی تھی، دوسری طرف علماء سوء کی دسیسہ کاریاں اس میں رخنے ڈال رہی تھیں، اور تیسری طرف متصوفہ باطنیہ کی ہوا پرستیاں اس کی روح کو مسخ کر رہی تھیں اور ناوارث اسلام اس طرح اس "تثلیث" سے مغلوب کیا جا رہا تھا، اس کا ضعف اضمحلال، اس کی غربت و کس مپرسی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے (جنکو قدرت نے ان فتنوں کے مقابلہ اور استیصال ہی کے لئے کھڑا کیا تھا) جو کچھ اپنے تاثرات اُس عہد کے متعلق لکھے ہیں انہی سے ایک صاحب بصیرت حقیقت حال کا پورا پورا اندازہ کر سکتا ہے —— چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :- (تمام تراجم بطور خلاصہ)

غربت اسلام تا بجائے رسیدہ است کہ کفار برملا طعن اسلام و ذم مسلمانان مے نمایند و بے تحاشا اجراء احکام کفر و مداحی اہل آن در کوچہ و بازار میکنند و مسلمانان از اجراء احکام اسلام ممنوع اند و در اتیان شرائع مذموم و مطعون، ــہ

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز!
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

سبحان اللہ بجدہ "الشرع تحت السیف" گفتہ اند و رونق شرع شریف را بسلاطین وابستہ

اسلام کی کس مپرسی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ کفار برملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں، اور بے دھڑک کوچہ و بازار میں مراسم کفر ادا کرتے اور اہل کفر کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور اس کے برعکس مسلمانوں کو احکام اسلام کی بجا آوری سے منع کیا جاتا ہے اور سر اعتراض ہوتا ہے

—— پری منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو ناز
پھرتا ہے عقل حیران ہے کہ یہ کیا بوالعجبی ہے۔

خدا کی شان! مشہور تو یہ ہے کہ شریعت تلوار کے سایہ میں ہے اور دین کی رونق سلاطین سے وابستہ

Marfat.com

اند قضیہ منعکس گشتہ است و معاملہ انقلاب پیدا کردہ است، وا حسرتا وا ندامتا، وا ویلا۔

ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل الٹا ہو گیا ہے کتنی حسرت و ندامت اور کیسے افسوس کا مقام ہے۔

(مکتوب ۴۵ دفتر اول حصہ ۲)

ایک دوسرے مکتوب میں اسی "انقلاب" پر اس طرح نوحہ کہتے ہیں:-

در قرن ماضی کفار برملا بطریق استیلا اجرائے احکام کفر در دار اسلام میکردند و مسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند و اگر میکردند بقتل میرسیدند، وا ویلا وا مصیبتا، وا حسرتا وا حزنا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است مصدقان او ذلیل و خوار بودند و منکران او بعزت و اعتبار مسلمانان با دلہائے ریش در تعزیت اسلام بودند و معاندان بسخریہ و استہزا بر جراحتہائے ایشان نمک پاشیدند آفتاب ہدایت در تحت ضلالت مستور شدہ بود و نور حق در حجب باطل منزوی۔ (مکتوب نمبر ۴۷ جلد ۱ ص ۱۶)

پچھلے دور میں کفار برملا سینہ زوری سے احکام کفر اس دار الاسلام میں ادا کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام کی علانیہ ادائیگی سے عاجز تھے اور اگر وہ ایسا کرتے تھے تو قتل کئے جاتے تھے ہائے افسوس! اور ہائے ہماری بربادی! پروردگار عالم کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ذلیل و خوار تھے اور ان کے منکروں کی عزت کی جاتی تھی مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی تعزیت میں مصروف تھے اور دشمن مذاق اور تمسخر سے اُن کے زخمی دلوں پر نمک چھڑکتے تھے، ہدایت کا آفتاب پردوں میں مستور تھا اور نور حق باطل کے حجابوں میں چھپا ہوا تھا۔

ایک اور موقع پر ارقام فرماتے ہیں:

کفار ہند بے تحاشی ہدم مساجد مے نمایند و در آنجا تعمیر معبد ہائے خود مے سازند... و نیز کفار برملا مراسم کفر بجا مے آرند و مسلمانان در اجرائے اکثر احکام اسلام عاجز اند و نیز

ہندوستان کے کفار بلا روک ٹوک مسجدوں کو گرا کر ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں .... اور برملا وہ مراسم کفر ادا کرتے ہیں اور غریب مسلمان اکثر احکام اسلامی کے ادا کرنے سے عاجز ہیں ہندوؤں

Marfat.com

کادشی ہنود کہ ترک اکل و شرب نمایند اہتمام دارند کہ دراں روز در بلاد اسلام ہیچ مسلمانے در روز نان نہ پزد و نفروشد و در ماہ مبارک رمضان برملا نان و طعام مے پزند و مے فروشند و بیچکس از زبونی اسلام منع آں نے تواند نمود افسوس صد ہزار افسوس (مکتوب ۹۲ دفتر دوم ص۱۳۳)

کے برت کے دنوں میں یہ اہتمام ہوتا ہے کہ دن میں کوئی مسلمان روٹی نہ پکائے اور نہ فروخت کرے اور اس کے برعکس ماہ رمضان مبارک میں وہ برملا روٹی کھانا بیچتے ہیں اور اسلام کی کس مپرسی کی وجہ سے کوئی ان کو نہیں روک سکتا افسوس صد ہزار افسوس

حکومت کی بے راہ روی اور ہندو نوازی کی وجہ سے اسلام اور فرزندان اسلام پر اس وقت جو کچھ گذر رہی تھی، اور ہندوستان کی زمین باوجود اس کی وسعت کے ان کے حق میں جس قدر تنگ کر دی گئی تھی اس کا اندازہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے انہی اجمالی بیانات سے ہو سکتا ہے ۔۔۔ یہ تو بیرونی بلا تھی جو بدقسمتی سے حکومت اور "اپنی حکومت" کے اشتباہ سے مسلط ہو رہی تھی اس کے علاوہ اندرونی رخنوں نے کیا حال کر رکھا تھا؟ اس کو بھی خود حضرت مجدد ہی کی زبان حق ترجمان سے سنئے۔

الف ثانی اور کفر و بدعت کی ظلمت

بعد از ہزار سال ظلمات کفر و بدعت مستولی گشتہ است و نور اسلام و سنت نقصان پیدا کردہ۔ (مکتوب نمبر ۹ دفتر سوم ص۱۲)

ہزار سال کے بعد کفر و بدعت کی تاریکیاں مسلط ہو گئی ہیں اور اسلام و سنت کا نور گھٹ رہا ہے۔

ایک دوسرے مکتوب گرامی میں رقم فرماتے ہیں:۔

دریں وقت عالم بواسطہ کثرت ظہور بدعت در رنگ دریائے ظلمات بہ نظر مے در آید"

اس وقت بدعات کے عام شیوع کی وجہ سے سارا عالم تاریکیوں کے دریا کی طرح نظر آتا ہے۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں اور کس قدر دلسوزی سے فرماتے ہیں:۔

عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است [illegible]

[illegible] بدعت میں ڈوبی ہوئی ہے

بدعت آرام گرفته کرا مجال است، که دم از رفع بدعت زند و احیاء سنت لب کشاید؟ اکثر علماء این وقت رواج دہندہ ہائے بدعت اند و محو کنندہ ہائے سنت۔

(مکتوب نمبر[illegible] دفتر دوم ص[illegible])

وہ بدعات کی تاریکیوں نے سارے عالم کو آغوش میں لے لیا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت اور سنت کی حمایت میں زبان کھولے اس وقت کے اکثر مولوی بدعتوں کے رواج دینے والے اور سنتوں کے مٹانے والے ہیں۔

یہ تھے وہ حالات جن کے درمیان حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کیا گیا اور جن کی اصلاح و تبدیل کا عظیم الشان کام آپ کے سپرد کیا گیا، اس کی طرف خود حضرت مجدد قدس سرہٗ نے بھی اپنے مکاتیب میں متعدد جگہ اشارے فرمائے ہیں، ایک موقع ملاحظہ فرمایئے۔

اپنے صاحبزادہ، اسرار و معارف مجددیہ کے وارث حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ لکھنے کے بعد کہ ——— "میں مقام محبوبیت اور مقام خلت کو باہم گرہ جوڑ دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں" ——— ارقام فرماتے ہیں:

ای فرزند باوجود این معامله که تعلقت من مربوط بود است، کارخانه عظیم دیگر بمن حواله فرموده اند و برائے پیری مریدی مرا نیاورده اند مقصود از خلقت من تکمیل و ارشاد خلق نیست معامله دیگر است و کارخانه دیگر درین ضمن هر که مناسبت دارد فیض خواهد گرفت والا لا۔ معامله تکمیل و ارشاد بنسبت آں کارخانه هر بیست بمنزله مطروح فی الطریق۔

(مکتوب [illegible] دفتر دوم ص[illegible])

فرزند من! باوجود اس معاملہ کے جو میری آفرینش سے وابستہ ہے ایک اور بہت بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کے لئے اس دنیا میں نہیں لایا گیا، اور نہ میرے وجود سے ارشاد و تربیت مقصود ہے معاملہ کچھ اور ہی ہے اور قدرت کو مجھ سے کچھ اور ہی کام لینا ہے، ہاں اس ضمن میں جس کو مناسبت ہوگی وہ فیض بھی حاصل کرے گا جو کام قدرت کو مجھ سے لینا ہے اس کے مقابلہ میں اصلاح و ارشاد کا کام بالکل ہیچ ہے۔

یہ "کارخانۂ عظیم" اور "معاملہ دیگر" کہ جس کے سامنے تکمیل و ارشاد کی بھی کوئی حقیقت

Marfat.com

نہیں، بجز "احیاءِ ملت" اور "اقامتِ دین" کے اور کیا ہو سکتا ہے، فی الحقیقت آپ کا اصل کام یہی تھا کہ اسلامی دنیا کی کایا پلٹ دیں، اور حق جو باطل کے پردوں میں مستور ہو گیا تھا اس کو اصلی صورت اور اس کی اصلی شان میں دنیا کے سامنے رکھ دیں، کلمۂ الٰہی پھر غالب ہو، اور کفر و بدعت کے غلیظ بادل اسلام کے افق سے یکسر چھانٹ دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں نازل ہوں آپ کی روح پاک پر کہ آپ نے مجددانہ عزیمت اور مجاہدانہ جد و جہد کے ساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا، اور دیکھنے والوں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کی اس وقت کوئی امید نہ کی جا سکتی تھی۔

اس مضمون میں آج ہم کو صرف یہ بتلانا ہے کہ اس مجدد دین و ملت نے کس طرح اُن حد سے زیادہ بگڑے ہوئے حالات کو سنبھالا، اور بلا کسی مادی طاقت اور حکومتی اقتدار کے کن تدابیر سے پورے ملک کی فضا کو بدل کے رکھ دیا اور حتّٰی کہ خود حکومت میں بھی آپ سے آپ وہ انقلاب ہو گیا جو بظاہر صرف انقلابی ذرائع سے ہی ہو سکتا تھا بلکہ بسا اوقات زبردست "انقلابی تحریکوں" سے بھی ایسا انقلاب رونما نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے ان فتنوں کے سرچشموں کو دریافت کیا تو دیکھا کہ اصولی طور پر صرف تین راستے ہیں جن سے گمراہیوں اور تباہیوں کے یہ سیلاب آ رہے ہیں۔

ایک ارباب حکومت، جن کو حالات و اتفاقات کی ایک خاص رفتار اور "سیاسی خود" کے ایک غلط تصور اور غلط توجہات نے "اسلامیت" سے بیگانہ اور لامذہبیت بلکہ ہندویت سے آشنا بنا دیا ہے۔

دوسرے وہ علماءِ سوء جن کا مطمحِ نظر صرف اچھی طرح دنیا کمانا، ارباب اقتدار اور امراء وقت کی خوشنودی اور رضا جوئی میں ساعی رہنا اور ان کی خاطر ہر منکر کو معروف بنا دینا اور اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے اسلام میں گنجائش پیدا کرتا ہوتا ہے۔

تیسرے وہ گمراہ اور بر خود غلط صوفی جو شریعت کو مظاہر پرستوں" کا کھلونا سمجھتے ہیں اور "طریقت و حقیقت" کے مقدس ناموں سے انھوں نے اپنی ایک الگ دنیا بنا رکھی ہے جس میں آدمی خدا بھی بن سکتا ہے اور خدا کا بیٹا بھی اور جس میں "عارف" "کامل" بننے کے باوجود ہر گناہ اور لذت نفس کے ہر طریقے کے لئے پوری گنجائش ہے ——— یہ تھے فتنوں کے تین چشمے جن میں سے ہر ایک کا دوسرے سے اتصال تھا۔

حضرت مجدد قدس سرہ نے بس انہی کو قابو میں لانے اور انکا رُخ صحیح کرنے کے لئے اپنی پوری حکمت اور قوت صرف فرما دی۔

افسوس ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی اس جد و جہد کی کوئی مکمل بلکہ غیر مکمل تاریخ بھی ایسی موجود نہیں جس سے اس سلسلہ کے واقعات کی پوری ترتیب معلوم ہو سکے ——— خود حضرت ہی کے مکتوبات سے بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ نے بہت سے ارکان سلطنت اور عمائد حکومت سے خاص ربط پیدا کیا، بلکہ زیادہ صحیح لفظوں میں ان کو اپنا گرویدہ بلکہ غلام بنا لیا، لیکن یہ کیونکر ہوا؟ اور ایک فقیر بے نوا نے کس طرح اس میں کامیابی حاصل کی اس کی تفصیلات افسوس ہے کہ بالکل نہیں ملتیں۔

بہر کیف جو صورت بھی اختیار کی گئی ہو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے لئے حق تعالیٰ نے یہ راستہ پیدا کر دیا اور آپ کی عظمت و جلالت، اور مودت و محبت کچھ ایسے قلوب میں ڈال دی جن کے ہاتھوں میں سلطنت کا کاروبار تھا اور جن کو حکومت میں کافی رسوخ حاصل تھا ——— آپ نے ایک طرف تو خود ان کی تعلیم و تربیت فرمائی اور ان کے خیالات کو درست کر کے اسلامی زندگی کا اصلی نصب العین ان کے سامنے رکھا اور دوسری طرف ان کے ذریعہ حکومت کی مشنری کے رخ کو صحیح کیا۔ یہ ارکان سلطنت جن کے ذریعہ سے حضرت علیہ الرحمۃ اپنا یہ انقلابی پروگرام چلا رہے تھے ان میں سے بعض دار السلطنت آگرہ ہی میں اور بعض دیگر مختلف صوبوں میں تھے اور حضرت ہر ایک کو برابر ہدایات دیتے رہتے تھے حیرت ہوتی ہے کہ اس وقت

Marfat.com

جبکہ ریل و رسائل کے ذرائع بہت ہی محدود تھے۔ جبکہ تار برقی کا یہ جال، اور ریلوں کا موجودالوقت نظام پھیلا ہوا نہ تھا اس وقت یہ فقیر" کس طرح سرہند کے ایک گوشہ میں بیٹھکر یہ سب کچھ کر رہا تھا۔

انقلابی کوشش برائے ترویج شریعت

آپ کی اس ٹھوس اور خاموش انقلابی کوشش کا کچھ دھندلا سا نقشہ جن مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے ان میں سے چند کے اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں،

اسلام کی غربت اور کس مپرسی اور حکومت وقت کی اس کے ساتھ بے مہری کا ذکر کرنے کے بعد حکومت وقت کے خاص رکن خان اعظم خاں کو لکھتے ہیں :۔

"امروز وجود شریف شمارا مغتنم مے شمریم و مبارز ایں معرکہ ضعیف و شکست خوردہ جز شمارا نمے دانیم حق سبحانہ وتعالیٰ موید و ناصر شما باد بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات «لن یومن احدکم حتی یقال انہ مجنون» درینوقت آں جنوں کہ منشاء آں غیرت اسلام است در نہاد شما محسوس است الحمد اللہ سبحانہ علی ذالک امروز آں روز است کہ عمل قلیل را باجرے جزیل باعتنائے تمام قبول مے فرمایند ایں جہاد قولی کہ امروز شمارا میسر شدہ است جہاد اکبر است مغتنم دانند و ہل من مزید" بگویند، ایں جہاد گفتن را بہ از جہاد کشتن

اس نازک وقت میں جبکہ ہمارا پلہ کمزور ہے اور ہم بازی ہار چکے ہیں آپ کے وجود کو ہم غنیمت سمجھتے ہیں، اور سوائے تمہارے کوئی "مرد میدان" اس میدان میں ہم کو نظر نہیں آتا، حق تعالیٰ بطفیل اپنے نبی اور ان کے اہل بیت کے (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) آپ کا ناصر و مددگار رہو، حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ "تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جبتک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے" وہ وقت "دیوانگی" جس کی بنیاد اسلامی غیرت اور حمیت پر ہوتی ہے آپ ہی کی فطرت میں نظر آتی ہے والحمد للہ علی ذالک آج وہ وقت ہے کہ تھوڑے عمل کو بڑے ثواب کے بدلے میں بڑی مہربانی سے قبول فرماتے ہیں ...... یہ جہاد قولی جو آج تم کو میسر ہے جہاد اکبر ہے اس کو غنیمت جانو اور مزید کے طلب

دانید کہ حال ما محروم فقرا بے دست و پا ازیں
دولت محروم ست
داریم ترا از گنج مقصود نشاں
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی۔
(مکتوب نمبر ۱۹۵ دفتر اول)

وہ یہ جہاد باللسان جہاد بالسیف سے افضل ہے
ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس جنگی صدا یا شاہی تک
رسائی نہیں، اس نعمت سے محروم ہیں۔ ہم نے
تم کو خزانے کا پتہ دے دیا ہے اگر ہمارا ہاتھ اس تک
نہیں پہنچ سکتا ہے تو شاید تم ہی اس کو پالو۔

بز اسلام کی کمزوری، مسلمانوں کی ذلت و خواری اور بے اعتباری، اور کفار کی
چیرہ دستیوں کا حال لکھنے کے بعد قلابیگ[1] کو خدمت دین اور اعلاء حق کی ترغیب دیتے
ہوئے لکھتے ہیں۔

از ابتداء بادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت
و مسلمانان اعتبار پیدا کردند فبہا و اگر معاذ اللہ
بسمانند در توقف افتد کار بر مسلمانان بسیار
مشکل خواہد شد، الغیاث الغیاث ثم الغیاث
الغیاث تا کدام صاحب دولت بایں سعادت
مستسعد گردد و کدام شاہباز ایں دولت
دست برد نماید ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ
من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم
ثبتنا اللّٰہ وایاکم علی متابعۃ سید المرسلین
علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا
ومن التسلیمات اکملہا۔ والسلام
(مکتوب نمبر ۱۰۲/۱)

اگر اس وقت کہ حکومت کا آغاز ہے اسلامیت نے
رواج پالیا اور مسلمانوں نے اپنا وقار قائم کر لیا تو
فبہا ورنہ اگر معاذ اللہ کچھ توقف ہو گیا تو مسلمانوں
پر معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا، الغیاث! الغیاث!
ثم الغیاث!! الغیاث!! دیکھئے یہ سعادت کس
خوش نصیب کے ہاتھ آتی ہے اور کون شاہباز
اس نعمت کو اچکتا ہے۔ تو اللہ کا فضل ہے
جس کو چاہے بخشے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر ثابت
قدم رکھے۔

---

[1] یہ قلابیگ جہانگیر کے بعض معتمد تھے، اس نے صوبہ بہار کا تمام نظم و نسق انہی کے سپرد کر دیا تھا
گویا یہ بہار کے گورنر تھے (تزک جہانگیری)۔

صدر[1] جہاں کو کچھ دعائیں دینے اور عہد اکبری کی دینی بربادی کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

اکنون کہ انقلاب دول بظہور پیوستہ و سورت عناد اہل ملل برہم شکستہ برائمہ اسلام از صدر اسلام و علماء کرام لازم است کہ تمام ہمت خود را مصروف رواج شریعت غراء ساختہ در بدایت امر ارکان اسلام منہدمہ را برپا سازند کہ در تسویف خیریت ظاہر نمے شود دلہائے غریباں ازیں تاخیر در اضطراب شدہ است ..... ہرگاہ بادشاہاں در گرمی ترویج سنت سنیہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والتحیہ نباشد و مقربان الشان نیز دریں باب خود را معاف دارند و حیات چند روزہ را عزیز شمرند کار بر غربائے اہل اسلام بسیار تنگ و تیرہ خواہد بود، انا للہ وانا الیہ راجعون

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے
ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے!

(مکتوب نمبر ۱۹۵ دفتر اول)

اب جبکہ سلطنت میں انقلاب رونما ہو گیا ہے اور اہل مذاہب کے عناد کی تیزی ختم ہو گئی ہے عظماء اسلام وزراء اور علماء کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ احکام شرعیہ کی ترویج پر لگا دیں اور اولین فرصت میں اسلام کے اُن ارکان کو قائم کریں جو عہد ماضی میں منہدم کر دیے گئے تھے، ہم غریبوں کو اس بارہ میں تاخیر و توقف سے کلفت پہنچتی ہے جبکہ بادشاہان اسلام ہی میں سنن نبویہ کی ترویج کا جذبہ نہ ہو اور ان کے مقربین بھی اس بارہ میں کچھ فکر نہ کریں تو فقراء اہل اسلام کے لئے کام بڑا ہی تنگ و تاریک ہو جائے گا، انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا پتہ نہیں ہے کہ اس دینی بربادی کی وجہ سے علما کا کیا حال ہے؟ آہ جو دولت ہم سے چھینی ہے اگر وہ جناب سلیمانؑ کے ہاتھ سے گئی ہوتی تو وہ خود اور ان کے ساتھ دیو پری سب خون کے آنسو روتے۔

---

[1] جہانگیر صدر جہاں کو بہت مانتا تھا، یہ بچپن میں اس کے نگران تعلیم رہ چکے تھے، عہد اکبری میں ان کا منصب بہت معمولی تھا، اور قاعدہ کے لحاظ سے اس میں معمولی ہی ترقی دی جا سکتی تھی لیکن جہانگیر نے ضابطہ قاعدہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے ان کو یکدم چار ہزاری منصب پر سرفراز کر دیا تھا۔ (تزک جہانگیری) ۱۲

Marfat.com

خان جہاں جو سلطان وقت کے مقربین خاص میں سے تھے اور جہانگیر جن کی بات کو سنتا اور مانتا تھا، ان کی اصلاح کی طرف حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو خاص توجہ تھی مکتوبات کے تینوں دفتروں میں آپ کے نام بہت سے مکاتیب ہیں دفتر دوم میں ایک طویل مکتوب گرامی ہے جس میں آپ نے دین کے تمام مہمات، تمام ضروری عقائد اور ارکان اسلام کو بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے جمع فرما دیا ہے۔ اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک شخص کو دین اسلام اور طریقہ اہل سنت و جماعت سے واقف کرانے کے لئے یہی مکتوب گرامی کافی ہے۔

اس میں دین کے متعلق تمام ضروری باتیں لکھنے کے بعد "حرف مطلب" کو اس طرح ادا فرماتے ہیں۔

دولتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ شما را بآں ممتاز ساختہ است و مردم از آں دولت غافل اند بلکہ نزدیک است کہ شما ہم آں را ندانید آن است کہ بادشاہ وقت ...... ہر گاہ سخن شما را بحسن استماع میفرماید و بقبول تلقی می نماید چہ دولت است کہ بصریح یا باشارت کلمہ حق یعنی کلمہ اسلام کہ موافق معتقدات اہل سنت و جماعت است شکر اللہ سعیہم گوش زد ایشاں نمایند و ہر قدر کہ گنجائش دانند سخن اہل حق را عرضہ دارند بلکہ ہمواره مترصد و منتظر باشند کہ تقریبے پیدا شود و سخن مذہب و ملت در میان آید تا اظہار حقیقت اسلام نمودہ آید و بیان کفر و کافری کردہ شود۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو جس دولت عظمیٰ سے ممتاز کر رکھا ہے کہ عام آدمی اس سے ناواقف ہیں بلکہ بہت ممکن ہے کہ خود تم کو بھی اس کا احساس نہ ہو یہ ہے کہ جبکہ بادشاہ وقت آپ کی بات سنتا اور مانتا ہے تو کتنا اچھا موقع اور کیسی نعمت ہے کہ صراحتاً یا اشارتاً جب جیسا موقع سمجھا جائے کلمہ حق یعنی حضرات اہلسنت و جماعت کے معتقدات کے موافق اسلامی تعلیمات ان کے کان میں ڈالی جائیں اور اہل حق کی باتیں وہاں تک پہنچائی جائیں بلکہ ہمہ وقت اس کے متلاشی اور منتظر رہیں کہ کوئی موقع مذہبی اور دینی گفتگو کا آئے تاکہ اسلام کی حقانیت اور کفر و اہل کفر کی خرابیاں بیان کی جا سکیں۔

مذہب اہل سنت و جماعت کی حقانیت

پھر ہندی بت پرستوں اور شیعوں کے عقائد باطلہ پر ایک مختصر تبصرہ فرمانے کے بعد (کہ حکومت کو اُس وقت بھی وہ گھن لگے ہوئے تھے) آخر مکتوب میں پھر اپنے مطلب پر آجاتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

بر اصل سخن رویم و گوئیم کہ معلوم الشاں است کہ سلطان کالروح است و سائر انسان کالجسد اگر روح صالح است بدن صالح و اگر روح فاسد است بدن فاسد پس در صلاح سلطان کوشیدن در صلاح جمیع بنی آدم کوشیدن است و اصلاح در اظہار اسلام است بہر روش کہ گنجائش وقت باشد واز گذشت کہ اسلام از معتقدات اہل سنت و جماعت نیز گاہ و بے گاہ گوش زد باید ساخت و رد مذہب مخالفت باید نمود و اگر ایں دولت میسر گردد وراثت عظمیٰ از انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات بدست آید شما را ایں دولت مفت بدست آمدہ است قدر آں بدانند۔

(مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم ص ۱۳۵)

اب میں اصلی بات پر آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ مثل روح کے ہے اور باقی انسان بمنزلہ جسم کے اگر روح ٹھیک ہوتی ہے تو جسم بھی صحیح سالم رہتا ہے اور جب روح میں کوئی خرابی آجاتی ہے تو جسم بھی خراب ہو جاتا ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا در اصل تمام انسانوں کی اصلاح کی کوشش کرنا ہے اور یہ اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب موقع ملے اور جب کوئی گنجائش نظر آئے صحیح اسلامی تعلیمات ان کے کان میں ڈالی جائیں اور مخالفین کے مذاہب باطلہ کا رد کیا جائے اگر یہ دولت آپ حاصل کر لیں تو سمجھئے کہ آپ کو انبیاء علیہم السلام کی وراثت مل گئی۔ بڑی سعادت ہے کہ آپ کو یہ دولت مفت مل رہی ہے اس کی قدر جاننی چاہیے۔

انہی خان جہاں کو ایک اور مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں:۔

ہمیں خدمت کہ در پیش دارند اگر آنرا باتیان شریعت مصطفیٰ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام

یہی خدمت اور یہی منصب جس پر آپ ہیں اگر اس سے شریعت مصطفوی کی تائید وترو

Marfat.com

والتجربۃ جمع ساز نکار انبیا کردہ باشند علیہم الصلوات والتسلیمات و دین متین را معمور ساختہ و معمور گردانیدہ ما فقیراں اگر سالہا جاں بکنیم دریں عمل بگرد شما شاہبازاں نرسیم ؎

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں در نمی آید سواراں را چہ شد

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضیٰ"

(مکتوب ۱۹۳ دفتر سوم ص ۴۲)

پورا کام لیں اور اس کے لئے اپنی امکانی قوت اور پورے اختیارات صرف کریں گے گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کام کریں گے اور دین متین کو منور اور آباد کر دیں گے، ہم حقیر لوگ اگر اپنی جان بھی ختم کر دیں گے جب بھی اس کام میں آپ جیسے شاہبازوں کی گرد نہیں پا سکتے، بس، توفیق و سعادت کی گیند سامنے ڈال دی گئی ہے لیکن کوئی خوش بخت میدان میں نہیں اترتا نہ معلوم سواروں کو کیا ہو گیا — "اے اللہ اپنی رضیات کی توفیق دے۔"

بارگاہ سلطانی کے ممتاز مقربین میں ایک شیخ فرید[1] بھی تھے، ان کے نام بھی حضرت کے بہت سے مکاتیب ہیں ایک مکتوب میں دعائیں دینے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:-

بادشاہ نسبت بعالم در رنگ دل است نسبت بہ بدن کہ اگر دل صالح است بدن صالح است و اگر فاسد است فاسد، بصلاح بادشاہ صلاح عالم است و بفساد او فساد عالم..... نمونہ کہ زوال مانع معد اسلام و بشارت جلوس بادشاہ اسلام بگوش خاص

بادشاہ کو دنیا سے وہی نسبت ہے جو دل کو تمام بدن سے کہ اگر دل صحیح ہے تو بدن بھی صحیح، اور اگر دل میں خرابی آئی تو بدن بھی خراب ہو گا، بہر حال بادشاہ کی اصلاح و فساد سے دنیا کا صلاح و فساد وابستہ ہے..... آج کہ دولت اسلام کی ترقی اور بادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خوشخبری عام و خاص کو پہنچی اہل اسلام نے بادشاہ کی امداد و اعانت

---

[1] تزک جہانگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر کے دل میں [illegible] کی بہت عزت اور عظمت تھی شیخ ہزاری منصب [illegible] تھے

عام رسید اہل اسلام بر خود لازم دانستند
کہ ممد و معاون پادشاہ باشند و بر ترویج شریعت
و تقویت ملت دلالت نمایند این امداد و تقویت
خواہ بزبان میسر شود و خواہ بدست سابق
ترین دولت ہا تبیین مسائل شرعیہ است
و اظہار عقائد کلامیہ بر طبق کتاب و سنت و
اجماع امت تا مبتدعے و ضالے درمیان آمدہ
راہ نبرد و کار بفساد نہ انجامد ...... متوقع از
جناب شریف ایشان آنست کہ چوں استطاعت
و قرب بادشاہ بوجہ اتم ایشاں را حق سبحانہ و تعالے
میسر ساختہ است در خلا و ملا در ترویج شریعت
محمدیہ علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات
اکملہا کوشند و مسلمانان را از غربت بر آرند۔

مدد ترویج شریعت اور تقویت ملت کے بارہ میں
اس کی رہنمائی اور اس راہ میں ہر قسم کا تعاون
لازم و ضروری جانا۔ اور یہ امداد یہی
ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتاب و سنت و اجماع
امت کے مطابق عقائد اسلامیہ سے ان کو
باخبر کیا جائے تاکہ کوئی مبتدع اور کوئی گمراہ غلط
راہ پر لیجا کر کام خراب نہ کر دے ..... جناب
والا سے توقع ہے کہ جب خدا نے آپ کو بادشاہ
کا قرب اور بے خطر کلمۂ حق کہنے کی استطاعت اور
قدرت دی ہے تو خلوت اور جلوت میں شریعت
کی ترویج کے لئے مزید کوشش فرمائیں گے
اور مسلمانوں کو اس کس مپرسی کے عالم سے ضرور
نکالیں گے۔

(مکتوب ۴۷ دفتر اول)

کتاب و سنت اور اجماع کی تبلیغ

پھر اس سے اگلے مکتوب میں کہ وہ بھی انہی شیخ فرید کے نام ہے ارقام فرماتے ہیں۔

مقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است
پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت
است و احیائے حکمے از احکام آں علی الخصوص
در زمانے کہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند
کرورہا در راہ خدا عز و جل و علا خرج کردن
برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شرعیہ را

ان اکابر (انبیاء و رسل) کی بعثت سے غرض شریعت
کی تبلیغ ہوتی ہے پس سب سے بڑی نیکی یہی ہے کہ
شریعت کی ترویج اور احکام الٰہیہ کے اجراء کے لئے
کوشش کی جائے بالخصوص اس زمانہ میں کہ اسلامی
شعائر منہدم ہو گئے ہیں اللہ کی راہ میں کروڑہا روپیہ
خرچ کرنا اس کی برابر نہیں ہے کہ احکام شرعیہ میں

Marfat.com

رواج دادن چه دریں عمل اقتدا بانبیا
است که بزرگترین مخلوقات اند علیهم الصلوات
والتسلیمات ومشارکت است بآں اکابر۔

سے ایک حکم کو رواج دے دیا جائے کیونکہ اس
کام میں حضرات انبیا علیہم الصلوات والسلام
کی اقتدا اور ایک گونہ ان کے ساتھ شراکت ہے۔

مکتوب نمبر ۴۴ دفتر اول ص۶۲

پھر اس سے بعد والے مکتوب میں کہ وہ بھی انہی شیخ فریدؔ کے نام ہے تحریر
فرماتے ہیں۔

از حق سبحانه وتعالی خواسته می آید که توسل
وجود شریف آں سلالهٔ عظام ارکان شریعت
غرا و احکام ملت زهرا قوت گیرند و رواج پذیرند
که کار این امت غیر ازیں همه هیچ
امروز غربا و اهل اسلام ملحدیں طمه گرداب
ضلالت امید نجات هم از سفینهٔ اهل بیت خیر البشر
است علیه وعلی آله من الصلوات اتمها ومن
التحیات والتسلیمات اکملها قال علیه الصلوٰة
والسلام "مثل اهل بیتی کسفینة نوح من
رکبها نجا ومن تخلف عنها هلك"
همت علیا را بتمام بر آں گماشتند که ایں سعادت
عظمی را بدست آرند بعنایت الله سبحانه از قسم
جاه وجلال وعظمت وشوکت همه میسر است
باوجود شرف ذاتی اگر ایں علاوه بآں منضم شود

حق سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ بندگان اہل
بیت نبوی کی اعلیٰ ذات ہی کے ذریعہ سے شریعت
کے ارکان اور ملت کے احکام رواج پذیر ہوں۔
"بس یہی اصل کام ہے اس کے سوا سب ہیچ ہے"
گمراہی کے اس طوفان میں غربا، اہل اسلام کو
نجات کی امید آج بھی اہل بیت نبوی ہی کی کشتی سے
ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے "میرے
اہل بیت کی مثال کشتیِ نوح کی سی ہے جو اس پر سوار
ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو الگ رہا وہ ہلاک
ہوا۔" بس اپنی بلند ہمت کو تمام وکمال اسی پر لگا دیجئے
کہ (احیاء ملت محمدی وترویج شریعت) کی یہ سعادت
حاصل ہو خدا کے فضل سے عظمت وجاہ اور شوکت
وجلال سب ہی میسر ہے باوجود اس شرف کے
اگر یہ [illegible]ت بھی میسر آ گئی تو پھر سعادت کے میدان

لہ شیخ فرید سادات میں سے ہیں ۱۲

گوئے سبقت بچوگان سعادت از ہمہ پیش برده باشند۔ این حقیر بارادہ اظہار امثال این سخنان در تائید و ترویج شریعت حقہ متوجہ خدمت ایشان است۔"

میں سب ہی سے بازی لے گئے۔ یہ حقیر تائید ملت اور ترویج شریعت کے متعلق اسی قسم کی باتیں پیش خدمت کرنے کے لئے حاضری کا قصد کر رہا ہے۔

نیز انہی شیخ فرید کو ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں :۔

سیادت پناہا! مکرما! امروز اسلام بسیار غریب است اجنبی کہ امروز در تقویت آن صرف می کند بکرورہا میخرند، تا کدام دولتمند را این دولت عظمی مشرف سازند، ترویج دین و تقویت ملت در ہماں وقت از ہر کس کہ بوقوع آید زیبا است و رعنا، اما درین وقت کہ غربت اسلام است از امثال شما جوانمردان اہل بیت زیبا تر و رعنا تر است کہ این دولت خانہ زاد خاندان بزرگ شما است از شما ذاتی است و از دیگران عرضی، حقیقت وراثت نبوی علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا در تحصیل این امر عظیم القدر است ؎

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بمیدان در نمی آید سواران را چہ شد

بقایائے رسوم کفر کہ در قرن سابق بہ نہجے بود

میرے سیادت پناہ! مکرم! آج اسلام بڑی کسمپرسی کی حالت میں ہے اس وقت اگر ایک مزدور اسکی امداد و تقویت کے لئے دمڑی کی کوڑی بھی خرچ کرے تو حق تعالیٰ اس کو کروڑوں میں خریدتے ہیں، دیکھیں کس بہادر کو اس دولت (احیاء ملت و ترویج شریعت) سے مشرف فرماتے ہیں اور کس سے یہ مہم سر کرتے ہیں۔ ملت و دین کی تقویت جس وقت بھی جس سے وقوع میں آئے اچھا ہی ہے، لیکن اسلام کی اس کسمپرسی کے زمانہ میں آپ جیسے جوانمردان اہلبیت سے زیبا تر اور خوب تر ہے کیونکہ یہ دولت اصلاً آپ ہی کے محترم خاندان کی خانہ زاد ہے اس کا تعلق آپ حضرات سے بالذات ہے اور دوسروں سے بالعرض، اور بالواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی وراثت اسی کام کے کرنے میں ہے ؎

پڑا میدان میں ہے گیند توفیق و سعادت کا
ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

درین وقت کہ بادشاہ اسلام را آں توجہ باہل کفر نماندہ است بر دلہائے مسلمانان بسیار گران است بر مسلمانان لازم است کہ بادشاہ اسلام را از زشتی رسوم آن بدکیشان اطلاع بخشند و در رفع آں کوشند شاید بقایائے اینہا مبنی باشد بر عدم علم بادشاہ بزشتی آنہا ...... بہر حال از حقیقت مسائل شرعیہ اطلاع دادن ضروری است تا این واقع نشود عہدہ بر ذمہ علماء و مقربان حضرت بادشاہ است. چہ سعادت کہ درین گفت گوئے ہا آزار رسند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتحیات در تبلیغ احکام شرعیہ چہ آزارہا نہ کشیدہ اند و چہ محنتہا ندیدہ بہترین ایشان علیہم من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات اکملہا فرمودہ "ما اوذی نبی مثل ما اوذیت" ۵

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد
شب بآخر شد کنون کوتہ کنم افسانہ را

(مکتوب ۴۷)

کفر کی جو باتیں پچھلے دور میں پیدا ہوگئی تھیں اب اس وقت جبکہ بادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی ہے۔ انکا کچھ بھی باقی رہنا مسلمانوں کے دلوں پر سخت گراں ہے۔ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ بادشاہ کو ان بدکیشوں کی رسومات کی قباحت پر مطلع کریں اور ان کے مٹانے کی پوری کوشش کریں، جو کچھ ان میں سے باقی رہ گئی ہیں ان کا بقا شاید اسی وجہ سے ہو کہ بادشاہ کو انکی خرابی کا علم نہ ہو۔ بہر حال شرعی مسائل سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہنا نہایت ضروری ہے جبتک یہ نہو گا بادشاہ کے مقربین اور علماء اسلام پر اسکا بار رہے گا اگر اس سلسلہ میں کسی جماعت پر عتاب ہو جائے اور کوئی تکلیف پہنچے تو بڑی سعادت ہے انبیاء علیہم السلام نے احکام شرعیہ کی تبلیغ میں کیا کیا تکلیفیں نہیں اٹھائیں اور کیا کیا مشقتیں برداشت نہیں کیں سارے نبیوں کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

کسی پیغمبر کو اتنی تکلیفیں نہیں دی گئیں جس قدر کہ مجھے دی گئیں ۔۵

عمر گذری پر نہ قصہ درد کا پورا ہوا
رات آخر ہو گئی اب چھوڑتا ہوں ماجرا

۱۴

Marfat.com

اس قسم کے مکاتیب جو حضرت نے مقربانِ سلطانی کو وقتاً فوقتاً لکھے ہیں، دفاتر مکتوبات میں پچاسوں موجود ہیں، پھر ان میں صرف یہی نہیں ہے کہ بادشاہ تک کلمۂ حق پہنچانے اور اس کو راہِ راست پر لانے کی طرف ہی ان کو توجہ اور ترغیب دلائی ہو، بلکہ اکثر مکاتیب میں تو اُن مسائل کو بھی خود ہی وضاحت اور تفصیل سے نہایت دلنشین طریقہ پر لکھ دیا ہے۔ کفر و شرک اور رسوم کفار کی تردید و تقبیح، اور اسلام و شعائرِ اسلام و تعلیمات اسلام کی تائید و توضیح اس طرح کی ہے کہ ایک صاحب فہم اور منصف مزاج کی اصلاح اور درستی خیالات کے لئے بالکل کافی ہے۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت نے بادشاہ کے ان ہم نشینوں اور مقربوں پر اچھی طرح قبضہ کر لیا تھا اور گویا ان کو اپنا ریکارڈ بنا لیا تھا کہ جو بات اور اصلاح کی جو آواز آپ بادشاہ تک پہنچانا چاہتے تھے بس اُن میں بھر دیتے تھے اور پھر وہ ان کے ذریعہ بادشاہ وقت کے کانوں تک پہنچ جاتی تھی۔

اس تدبیر سے آپ نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ چند ہی دنوں میں بادشاہ کے رجحانات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی اور "غریب" اسلام کی طرف بھی توجہ کی جانے لگی۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ ایک دن شیخ فرید ہی کو سلطانی حکم ملا کہ

"دربار کے لئے چار دیندار عالم مہیا کئے جائیں، جو مسائل شرعیہ بتلایا کریں تاکہ کوئی کام خلاف شرع واقع نہ ہووے"

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو جب یہ خبر پہنچی تو بیحد مسرت ہوئی لیکن آپ کی مجددانہ فطرت نے اس باریک تر خطرہ کو بھی فوراً ہی محسوس کر لیا جو اس سراپا خیر تجویز میں مضمر تھا، آپ کے حافظہ میں واقعات کی پوری روداد موجود تھی اور یہ حقیقت آپ کے سامنے تھی کہ اکبر کو اسلام سے برگشتہ کر کے "اکفر" بعض نفس پرست اور جاہ پسند علما، سو ہی نے بنایا تھا۔ اگر خدانکردہ اُسی ٹائپ کے "مولوی" پھر دربار میں داخل ہو گئے تو کہیں یہ کی کرائی محنت بھی برباد نہ ہو جائے ــــ آپ نے فوراً شیخ فرید کے نام ایک مکتوب گرامی لکھا اس میں شیخ موصوف کو

Marfat.com

دعائیں دینے اور اس خبر فرحت اثر پر مسرت وشادمانی کا اظہار کرلینے کے بعد ارقام فرماتے ہیں،

الحمد للہ سبحانہ علی ذالک مسلمانان را بازیں چہ بشارت وماتم زدگاں را بازیں چہ نوید؟ لیکن چوں حقیر، بواسطہ ہمیں غرض متوجہ خدمت علیا است چنانچہ مکرر اظہار آں نمودہ بضرورت دریں باب از گفتن ونوشتن معاف نخواہد داشت، امید است کہ معذور خواہند فرمود، صاحب الغرض مجنون ــــ

ــ معروض میگرداند کہ علماء دیندار خود اقل قلیل اند کہ از حب جاہ وریاست گذشتہ باشند و مطلبے غیر از ترویج شریعت وتائید ملت نہ داشتہ باشند بر تقدیر حب جاہ ہر کدام ازیں علماء طرفے خواہند گرفت واظہار فضیلت خود خواہند نمود.... وسخنان اختلافی درمیان خواہند آورد، وآنرا توسل قربت بادشاہ خواہند ساخت لابد کار مہم دریں امر خواہد شد درقرن سابق اختلاف علماء عالم را در بلا انداخت وہماں محبت درپیش است ترویج چہ گنجایش دارد کہ باعث تخریب دین خواہد شد والعیاذ باللہ سبحانہ من ذالک

الحمد للہ مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کونسی خوشی ہوگی اور ماتم زدوں کو اس سے زیادہ کیا خوشخبری لیکن چونکہ فقیر اسی غرض کے لئے آپ کی طرف متوجہ ہے اس لئے اس معاملہ میں ضروری باتیں کہنے اور لکھنے سے معاف نہیں رکھ سکتا مجھے معذور سمجھیں معلوم ہے کہ غرض والا تو دیوانہ ہوتا ہے ــ عرض کرنا یہ ہے کہ ایسے دیندار علماء جن کو جاہ ومال کی چاہت بالکل نہ ہو اور جن کے سامنے ترویج شریعت اور احیاء ملت کے سوا کوئی نصب العین نہ ہو بہت ہی کم بلکہ کم سے کم ہیں، اور ظاہر ہے کہ علماء میں اگر منصب وعزت کی خواہش پیدا ہوئی تو ہر ایک اپنی طرف کھینچنا چاہے گا اور اپنی بڑائی جتانے کی کوشش کرے گا اور پھر ان میں اختلافات چلیں گے اور ماتحتی کو یہ تقرب بادشاہی کا ذریعہ بنائیں گے لامحالہ پھر معاملہ بگڑ جائے گا۔ دور سابق میں علماء سوء کے اختلافات ہی نے دنیا کو بلا میں ڈالا تھا اب وہی چیز پھر در پیش ہے دین کی ترویج کجا کہیں پھر تخریب نہ ہو (والعیاذ باللہ) اگر بجائے چار کے ایک ہی عالم کو اس کے لئے انتخاب کریں تو

Marfat.com

دمن فتنة العلماء السوء. اگر یک را برائے ایں
غرض انتخاب کنند بہترے نماید، اگر از علماء
آخرت پیدا شد چہ سعادت کہ صحبت او کبریت
احمر است و اگر پیدا نشود بعد از تامل صحیح
بہترین این جنس را اختیار کنند ....
ہمچناں کہ خلاصی خلق بوجود علماء است خسران
عالم نیز بایشان مربوط است بہترین علماء
بہترین عالم است و بدترین ایشان بدترین
خلائق ہدایت و ضلال را بایشان مربوط
ساختہ اند، عزیزے ابلیس لعین را دید کہ
فارغ و بیکار نشستہ است سر آنرا پرسید گفت
علماء اینوقت کار ما میکنند در اغوا و اضلال
کافی اند ۔

شعر

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

غرضیکہ دریں باب فکر صحیح و تامل صادق مرعی
داشتہ اقدام خواہند نمود چوں کار از دست
برد علاجے نمے پذیرد،

(مکتوب نمبر ۵۳ صد ۱۷ دفتر اول)

بہتر ہے، اگر علماء ربانی میں سے مل جائیں تو کیا
کہنا ان کی صحبت تو کبریت احمر ہے اور اگر کوئی
خالص اللہ والا میسر نہ ہو تو پھر خوب غور وفکر سے
جس کو بہتر سمجھیں اسکو اختیار کریں ..... جس طرح
مخلوق کی نجات علماء کے وجود سے ہے اسی طرح
لوگوں کا خسران بھی انہی سے وابستہ ہے. بہترین
علماء بہترین خلائق ہیں اور بدترین علماء بدترین
خلائق. ہدایت اور گمراہی انہی سے وابستہ ہے
--- ایک بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ بیکار اور
نچنت بیٹھا ہے اس سے اس کی وجہ پوچھی اس نے
کہا کہ اس زمانہ کے علماء میرا کام انجام دیرہے
ہیں اور دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہیں ۔

کام جس عالم کا ہو گا غفلت و تن پروری
اور کی وہ کس طرح پھر کرسکے گا رہبری

میرا مقصد یہ ہے کہ اس معاملہ میں اچھی طرح غور
وفکر کرکے کوئی قدم اٹھائیں جب بات ہاتھ سے
نکل جاتی ہے تو پھر کوئی علاج نہیں ہوسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک گرامی نامہ آپ نے صدر جہاں کو بھی لکھا ہے اس میں حق تعالیٰ کی
حمد وثنا اور دعوات صالحہ کے بعد ارقام فرماتے ہیں :-

ہدایت و گمراہی اور نجات و خسران کا سبب علماء ہیں

Marfat.com

شنیده شد که بادشاه اسلام از حسن استعداد
اسلامی خواہاں علما اند الحمد للہ سبحانہ علیٰ
ذالک" معلوم شریف است که در قرن سابق
ہر فسادے که پیدا شد از شومی علماء سوء بظہور
آمد درین باب تتبع تمام مرعی داشتہ از علمائے
دیندار انتخاب نمودہ اقدام خواہند فرمود،
علماء سوء لصوص دین اند، مطلب ایشان
حب جاہ و ریاست و منزلت نزد خلق است
والعیاذ باللہ سبحانہ من فتنتہم، آرے بہترین
ایشان بہترین اند، ایشانند کہ فردائے
قیامت سیاہی ایشان را بخون شہدائے فی
سبیل اللہ وزن خواہند کرد و پلہ این سیاہی
خواہد چربید، شر الناس شرار العلماء و خیر
الناس خیار العلماء" (مکتوب ۱۹۵ ص ۱۹۵/۱۷)

سنا گیا ہے کہ بادشاہ اب اسلامی رجحانات کی
وجہ سے کچھ علما چاہتے ہیں (الحمد للہ علی ذالک)
آپ کو تو معلوم ہے کہ پچھلے دور میں جو فساد آیا وہ
علماء سوء ہی کی کمبختی سے پیدا ہوا تھا لہذا اس بارے
میں خوب تحقیق و تلاش کر کے دیندار علماء کا انتخاب
فرمایا جائے، علماء سوء دین کے چور ہیں اور ان کا
مطمح نظر صرف منصب اور پیسہ اور لوگوں کے نزدیک
ذی عزت ہونا ہے (خدا ان کے فتنے سے محفوظ
رکھے) ہاں ان میں جو اچھے ہیں وہ افضل ترین
خلق ہیں وہی وہ ہیں کہ روز قیامت ان کی روشنائی
شہداء کے خون کے ساتھ تولی جائے گی اور اس
روشنائی کا پلہ بھاری رہے گا۔
لوگوں میں سب سے بدتر برے علماء ہیں اور
سب سے اچھے اچھے علماء ہیں۔

ان چیزوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مجددؒ نے کس قدر خوش تدبیری اور کتنی دور اندیشی کے ساتھ حکومت کا رخ کفر سے اسلام کی طرف پھیرا ـــــ بہت سے ارکان حکومت اور ستون سلطنت پر تو آپ پہلے ہی براہ راست قبضہ کر چکے اور ان کو اندر اور باہر سے کامل مسلمان بنا چکے تھے، پھر انہی میں سے بعض کے ذریعہ خود بادشاہ وقت کو بھی بدل ڈالا۔

ہاں اس سلسلہ میں یہ چیز ذکر سے رہ گئی، کہ قید سے رہائی کے بعد جو کچھ دنوں آپ بادشاہ کے ساتھ ایک شاہی نظر بند یا شاہی مہمان کی حیثیت سے رہے یا رکھے گئے تھے۔ اس موقع

Marfat.com

سے بھی آپ نے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا۔ جیسا کہ حضرت کے بعض مکاتیب ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

بہرحال حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی یہ مخلصانہ اور مجددانہ مساعی بہت جلد بار آور ہوئیں اور پھر کمال یہ کہ یہ سب کچھ اتنی خاموشی سے ہوا کہ آج مبصرون کے لئے سلطنت مغلیہ کا یہ چپ چاپ "انقلاب" ایک ناقابل حل معمّا بنا ہوا ہے ——

علمائے سوء

حکومت کے مورچہ کو تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس طرح فتح کیا، اب رہ گئے "علماء سوء" اور نفس پرست گمراہ کن صوفی ان کی قوت بھی آپ کے اسی ایک وار سے بہت کچھ ختم ہوگئی کیونکہ ان کا فتنہ صرف اسی لئے رو بہ ترقی تھا کہ حکومت کی رفتار اس کے مناسب مزاج تھی، جب حکومت ہی کا رخ بدل گیا تو باطل کی یہ دونوں قوتیں بھی کمزور پڑ گئیں ——

بایں ہمہ ان کی گمراہیوں کے خلاف بھی آپ نے مستقل جنگ کی

علماء سوء نے گمراہی کے دو بڑے دروازے کھول رکھے تھے:۔

(۱) ایک باوجود نااہلیت اور ناخدا ترسی کے ادعاء اجتہاد، اور نصوص کتاب وسنت میں تحریف معنوی کر کے نت نئے عقائد وخیالات کا اختراع، اور پھر خدا ورسول اور قرآن وحدیث کے مقدس ناموں سے ان کی ترویج واشاعت (ابوالفضل وغیرہ نے اکبر کو سب سے پہلے اسی راہ پر ڈالا تھا اور خود ان کی گمراہی کا پہلا زینہ بھی یہی تھا)

(۲) دوسرے "بدعت حسنہ" کے نام سے دین میں نئی نئی ایجادیں —— اکثر وہ بلائیں جو علماء سوء کی طرف سے دین پر نازل ہوتی تھیں، انھیں دو دروازوں سے آتی تھیں، اس لئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ان دونوں تباہ کن اصولوں کے خلاف بھی بڑی قوت سے جنگ کی۔

مکتوبات شریف میں ان دونوں پیزوں کے خلاف جس قدر مواد موجود ہے اگر اس سب کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، یہاں صرف بطور "نمونہ از خروارے"

Marfat.com

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں :-

سعادت آثارا آنچہ بر ما و شما لازم است تصحیح عقائد است بمقتضائے کتاب و سنت بہ نہجیکہ علماء اہل حق شکر اللہ سعیہم از کتاب و سنت آن عقائد را فہمیدہ اند و از آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ما و شما از حیز اعتبار ساقط است اگر موافق افہام ایں بزرگواراں نباشد زیراکہ ہر مبتدع و ضال احکام باطلہ خودرا از کتاب و سنت مے فہمد و از آنجا اخذ می نماید و الحال انہ لایغنی من الحق شیئاً۔

اے سعادت مند! ہمیں اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق اس طور پر کہ علماء اہل حق نے کتاب و سنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں، کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل خیالات کی بنیاد قرآن و حدیث ہی پر رکھتا ہے اور وہیں سے ان کو اخذ کرتا ہے حالانکہ ان سے کوئی یقین حاصل نہیں ہوتا۔

(مکتوب ۱۹۳ دفتر اول)

ایک دوسری جگہ ارقام فرماتے ہیں :-

نخستین ضروریات بارباب تکلیف تصحیح عقائد است بر وفق آراء علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کہ نجات اخروی وابستہ باتباع آراء صواب نمائے ایں بزرگواران است و فرقہ ناجیہ ہم ایشان و اتباع ایشان می باشند کہ بر طریق آں سرور و اصحاب آں سرور اند (صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہ و علیہم اجمعین) و از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد اند ہمان

مکلفین پر اولین فرض یہ ہے کہ وہ حضرات اہل سنت و جماعت کی رائے کے مطابق اپنے عقائد درست کریں کیونکہ نجات اخروی انہی کے اتباع سے وابستہ ہے اور فرقہ ناجیہ وہی ہیں اور ان کے پیرو کیونکہ وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقہ پر ہیں۔ اور کتاب و سنت سے جو علوم مستفاد ہیں ان میں سے وہی معتبر ہیں جن کو ان بزرگوں نے وہاں سے سمجھا اور اخذ کیا ہے ورنہ ہر بدعتی اور ہر

تحریف معنوی

علماء اہل حق اور کتاب و سنت کا مفہوم

عقائد اہل سنت و جماعت اور نجات

معتبر اند که ایں بزرگواراں از کتاب و
سنت اخذ کرده اند و فهمیده زیرا که هر مبتدع
و ضال عقائد فاسدهٔ خود از کتاب و سنت
اخذ کند پس هر معنی از معانی مفهومه از ینها
معتبر نباشد۔ (مکتوب ۱۹۳ ص ۱۹۲ دفتر اول)

گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کی بنیاد کتاب و
سنت ہی پر رکھتا ہے۔ پس قرآن و حدیث
سے جو شخص جو معنی سمجھے وہ سب معتبر ہی نہیں
ہیں۔

ایک اور موقع پر تحریر فرماتے ہیں:-

بداں ارشدک اللہ تعالیٰ و الہمک سواء الصراط
که از جمله ضروریات اعتقاد صحیح است که
علماء اہلسنت آنرا از کتاب و سنت و آثار
سلف استنباط فرموده اند ـــ و کتاب
و سنت را محمول داشتن بر معانی که جمهور علماء
اہل حق یعنی علماء اہل سنت و جماعت آں
معنی را از کتاب و سنت فہمیده اند نیز ضروری
است و اگر بالفرض خلاف آں معانی مفهومه
بکشف و الہام امرے ظاہر شود آنرا اعتبار
نباید کرد و از اں استعاذه باید نمود ..... چه
معانی که خلاف معانی مفهومه ایشاں است
از حیز اعتبار ساقط است زیرا که هر مبتدع
و ضال معتقدات خود را از کتاب و سنت
میداند و باندازه افہام رکیکۂ خود از اں
معانی غیر مطابقه مے فہمد یضل به کثیرا

خدا تم کو نیک ہدایت دے اور صراط مستقیم
پر چلائے تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ضروریات
طریق میں سے ایک اعتقاد صحیح بھی ہے جس کو
علماء اہل سنت نے کتاب و سنت اور آثار سلف
سے سمجھا ہو۔ نیز قرآن و حدیث کو انہی معانی پر
محمول کرنا جو علماء اہلسنت نے سمجھے ہوں نیز ضروریات
میں سے ہے اور اگر بالفرض کشف و الہام سے
جمہور علماء کے خلاف کسی نص کے معنی معلوم ہوں تو
اس کا اعتبار نہیں بلکہ اس سے پناہ مانگنا چاہیئے
کیونکہ جمہور علماء کے آراء کے خلاف جو معانی سمجھے
جائیں وہ مقام اعتبار سے قطعاً ساقط ہیں اس لئے
کہ ہر مبتدع اور ہر گمراہ اپنے معتقدات کو بزعم
خود قرآن و حدیث ہی سے نکالتا ہے، قرآن
کی شان ہے۔ یضل به کثیرا و
یهدی به کثیرا اور یہ جو

Marfat.com

سلامتی بہ کثیرًا و آن کہ گفتیم کہ معانی عمومہ علماء اہل حق معتبر است و خلاف آں معتبر نیست بنا بر آن است کہ آں معانی را از تتبع آثار صحابہ و سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اخذ کردہ اند و از انوار نجوم ہدایت ایشان اقتباس فرمودہ اند لہٰذا نجات ابدی مخصوص بایشاں گشت و فلاح سرمدی نصیب شاں آمد اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ٥

(مکتوب نمبر ۲۰۰ دفتر اول صد ۳۷۳)

ہیں نے دعویٰ کیا کہ علماء اہل حق ہی کے سمجھے ہوئے معانی معتبر ہیں۔ اور ان کے خلاف کسی اور کے سمجھے ہوئے معتبر نہیں تو یہ اس واسطے کہ علماء اہل حق نے ان معانی کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے چشمۂ فیوض سے حاصل کیا ہے اور انہی کے انوار سے اقتباس فرمایا ہے لہٰذا نجات ابدی اور فلاح سرمدی انہی سے وابستہ ہے وہی خدائی گروہ ہے اور خدائی گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

دلیل

جیسا کہ عرض کیا جا چکا دفاتر مکتوبات میں اس موضوع پر بہت سے مجمل اور مفصل مکاتیب موجود ہیں جن میں گمراہی کے اس چشمہ پر بند لگانے کی کوشش کی گئی ہے ــــ ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج بھی جو نئی نئی خطرناک گمراہیاں امت میں پیدا ہو رہی ہیں ان کی اصل بنیاد یہی ہے کہ ہر "بوالہوس" اپنے کو "ابو حنیفہ کوفی" اور سفیان ثوری، ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی" ابن تیمیہ حرانی اور امام غزالی کے ہمسر سمجھتا ہے سو بلا ادنیٰ تامل و تردد کے کتاب و سنت ہی کا نام لے کر نئے نئے فتنے برپا کرتا ہے۔ نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت اور مشرقیت کیا یہ سب اسی گمراہی (تقلید سلف سے آزادی) کے کرشمے نہیں؟

"بدعت حسنہ" کا نظریہ بھی جس کے پردہ میں اس عہد کے علماء سو نے اپنی خواہشات نفس کو جزو دین بنا رکھا تھا، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی نظر میں سخت خطرناک تھا اس لئے

Marfat.com

آپ نے اس نظریے ہی کے خلاف جنگ کی اور بلا خوف لومۃ لائم بالکل مجددانہ کسی بدعت کے حسنہ ہونے ہی سے انکار فرمایا،

خواجہ مفتی عبدالرحمٰن کابلی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،۔

رد بدعت

از حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بہ تضرع وزاری مسئلت مے نماید کہ ہرچہ در دین محدث شدہ است و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفاء راشدین او نبودہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را باجمعے کہ باوے ہستند گرفتار آں عمل محدث نہ گرداناد..... گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ و سیئہ..... ایں فقیر در ہیچ بدعت از یں بدعتہا حسن و نورانیت مشاہدہ نے کند وجز ظلمت وکدورت احساس نے نماید..... سید البشر مے فرماید علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌّ چیزے کہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام..... "ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ"، ہرگاہ ہر محدث بدعت باشد وہر بدعت ضلالت پس معنی حسن در

یہ فقیر حق سبحانہ تعالےٰ سے نہایت عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی باتیں پیدا کی گئی ہیں اور جو بدعتیں ایجاد کی گئی ہیں جو آنحضرتؐ اور آپ کے خلفاء کے زمانے میں موجود نہ تھیں اگرچہ وہ روشنی میں سفیدی صبح کی طرح ہوں پھر بھی اس ناتواں کو ان سے محفوظ رکھے اور ان میں مبتلا نہ کرے..... کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ وسیئہ..... یہ فقیر اُن بدعات میں سے کسی بدعت میں بھی حسن و نورانیت نہیں دیکھتا اور بجز ظلمت وکدورت کے ان میں کچھ نہیں محسوس کرتا..... سرکار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو ہمارے دین میں نئی بات ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے پس جو شے مردود ہو گی اس میں حسن کیسا نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے "تم بچو نوایجاد باتوں سے کیونکہ ہر نوایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی پس جب ہر نوایجاد بدعت

Marfat.com

... چه بود" الخ

(مکتوب نمبر ۲۸۶ دفتر اول)

ہوئی اور ہر بدعت گمراہی پھر بدعت میں حسن
کے کیا معنی۔

ایک اور مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں:۔

نور سنت سنیه را علی صاحبها الصلوٰة والسلام
والتحیة ظلمات بدعتها مستور ساخته اند و رونق
ملت مصطفویه را علی مصدرها الصلوٰة والسلام
والتحیة کدورات امور محدثه ضائع گردانیده
عجب تر آنکه جمعے آن محدثات را امور مستحسنه
میدانند و آن بدعتها را حسنات مے انگارند
وتکمیل دین و تتمیم ملت ازاں حسنات مے
جویند و در اتیانِ آں امور ترغیب مے نمایند
هداهم الله سبحانه سواء الصراط نمی دانند
که دین پیش ازیں محدثات کامل شده بود
و نعمت تمام گشته و رضاء حضرت حق سبحانه
وتعالیٰ بحصول پیوسته کما قال الله تعالیٰ
"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت
علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام
دینا" پس کمال دین ازیں محدثات جستن
فی الحقیقت انکار نمودن است بمضمون ایں آیه
کریمه۔ (مکتوب نمبر ۱۸۶ دفتر اول ص ۳۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے نور کو
بدعات کی اندھیریوں نے چھپا دیا ہے اور ملت
مصطفویہ کی رونق کو ان نو ایجاد باتوں کی کدورتوں
نے برباد کر دیا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ
ایک جماعت ان بدعات کو مستحسن جانتی ہے اور
ان کو نیکیاں سمجھتی ہے اور ان کے ذریعہ سے
دین و ملت کی تکمیل کرنا چاہتی ہے اللہ تعالیٰ
ان لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دے
یہ لوگ نہیں جانتے کہ دین ان بدعات سے
پہلے کامل و مکمل ہو چکا ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ
کا ارشاد ہے کہ
"آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر
اپنی یہ نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے
دین اسلام پسند کیا"
پس دین کا کمال ان بدعات میں سمجھنا درحقیقت
اس آیت کریمہ کے مضمون سے انکار کرنا ہے۔

ایک اور موقع پر ارقام فرماتے ہیں:۔

همه وقت خصوصاً دریں اوانِ ضعف اسلام
اقامت مراسم اسلام منوط بہ ترویج سنت
است و تخریب بدعت گذشتگان در بدعت
حسنے دیدہ باشند کہ بعض افراد آنرا مستحسن
داشتہ اند اما ایں فقیر دریں مسئلہ باایشاں
موافقت ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ
نمیداند و جز ظلمت و کدورت دراں احساس
نمی نماید قال علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام
کل بدعۃ ضلالۃ و مے یابد کہ دریں غربت
وضعف اسلام سلامتی منوط باتیان سنت
است و خرابی مربوط بہ تحصیل بدعت ہر
بدعت کہ باشد بدعت را در رنگ کلند میداند
کہ ہدم بنیاد اسلام مے نماید و سنت را در
رنگ کوکب درخشاں مے نماید کہ در شب
دیجور ضلالت ہدایت میفرماید علماء وقت را
حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق دہاد کہ بحسن ہیچ
بدعت لب نکشایند و باتیان ہیچ بدعت
فتویٰ ندہند اگرچہ آں بدعت در نظر
شان در رنگ فلق صبح روشن درآید چہ
تسویلات شیطان را درما ورائے سنت
سلطان عظیم است .... دریں وقت

ہر زمانے میں عموماً اور غربت اسلام کے دور
خصوصاً دین کا بقا، وقیام سنتوں کی ترویج اور
بدعتوں کی تخریب سے وابستہ ہے بعض اگلوں نے
بدعات میں کوئی حسن دیکھا ہوگا کہ اس کے بعض افراد
کو انھوں نے مستحسن قرار دیا، اس فقیر کو اُن سے
اس مسئلے میں اتفاق نہیں۔ میں کسی فرد بدعت
کو "حسنہ" نہیں سمجھتا، اور سوائے ظلمت وکدورت
کے مجھے ان میں کچھ نہیں محسوس ہوتا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت
گمراہی ہے) فقیر کے نزدیک اسلام کی اس
غربت کے زمانے میں سلامتی سنت سے اور
خرابی وبربادی بدعت سے وابستہ ہے خواہ
کوئی بدعت ہو، بدعت اس فقیر کو کدال کی
صورت میں نظر آتی ہے کہ جو اسلام کی بنیاد
کو ڈھارہی ہے اور سنت ایک درخشاں ستارے
کے رنگ میں دکھائی دیتی ہے جو گمراہی کی شب
تاریک میں رہنمائی کرتا ہے ـــ حق سبحانہ وتعالےٰ
علماء وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کے حسنہ
ہونے کے متعلق زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے
کرنے کا فتویٰ نہ دیں، اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں
"فلق صبح" کی طرح روشن ہو کیونکہ شیطانی مکر کو

Marfat.com

بواسطہ کثرت ظہور بدعت در رنگ
دریائے ظلمات بہ نظر مے آید و نور سنت
باغربت و ندرت دراں دریائے ظلمانی در
رنگ کرمہائے شب افروز محسوس میگردد
عمل بدعت ازدیاد آن ظلمت مے نماید و
تقلیل نور سنت می سازد و عمل سنت باعث
تقلیل آن ظلمت است و تکثیر آں نور فمن
شاء فلیکثر ظلمة البدعة ومن شاء فلیکثر
نور السنة ومن شاء فلیکثر حزب
الشیطان ومن شاء فلیکثر حزب الله
الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون
والا ان حزب الله هم المفلحون۔
(مکتوب ۲۳ ص ۳۹ دفتر دوم)

ماورائے سنت میں بڑا تسلط ہے۔
سارا عالم کثرت بدعات کی وجہ سے تاریکیوں کے
ایک سمندر کی طرح نظر آتا ہے اور نور سنت اپنی
غربت اور قلت کے باوجود اس دریائے ظلمت
میں رات میں چمکنے والے جگنو کی طرح محسوس ہوتا
اور پھر بدعات کے عمل کی وجہ سے اس اندھیری میں اضافہ اور
روشنی میں کمی ہوتی ہو اور اس کے برعکس سنتوں سے اس ظلمت
میں کمی نورانیت میں اضافہ ہوتا ہو اب جس کا جی چاہے وہ
بدعت کی تاریکیوں کو بڑھائے اور جس کی سمجھ میں آئے وہ
انوار سنت میں اضافہ کرے، جس کا جی چاہے شیطان
کے لشکر کو بڑھائے اور جو چاہے خدا کی فوج کو ترقی
دے مگر معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطانی لشکر والے ٹوٹے
میں ہیں اور خدائی جماعت ہی کامیاب ہونیوالی ہے۔

اس موضوع پر بھی دفاتر مکتوبات میں بیسیوں بلکہ پچاسوں مکاتیب ہیں یہاں صرف تین ہی مکتوبوں کے ان اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے اس کو تو ارباب نظر ہی کچھ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے "بدعت حسنہ" کا انکار کرکے کتنی گمراہیوں کا دروازہ بندکر دیا جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام وعن المسلمین جزاءً حسناً ہ

دینی رخنوں اور مذہبی فتنوں کا تیسرا سرچشمہ "بطال صوفیوں" کا گروہ تھا اس نے اسلام کو جس قدر مسخ کیا تھا اس کا اندازہ کچھ وہی حضرات کر سکتے ہیں، جن کے سامنے اس "غیر اسلامی تصوف" کی پوری تاریخ ہو۔ اس طبقہ کی گمراہیوں کی اصلاح کے لئے حضرت

Marfat.com

مجدد علیہ الرحمہ نے جو کچھ علمی، لسانی، اور قلمی کوششیں فرمائیں اگر ان سب کو لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ یہاں ہم اس باب کی بھی صرف چند ہی جزئیات پیش کر سکتے ہیں۔

ان لوگوں کی سب سے بڑی گمراہی "اتحاد و حلول" کا وہ عقیدہ تھا جس کی بنیاد "وحدۃ الوجود" کے نظریہ پر رکھی گئی تھی ——— اصل واقعہ یہ تھا کہ بعض متقدمین اکابر طریقت سے غلبۂ حال اور سُکر کی حالت میں کچھ ایسے کلمات سرزد ہوئے ہیں جن میں "وحدت" کی جھلک پائی جاتی ہے۔

پھر بعض حضرات (شیخ اکبر ابن عربیؒ وغیرہ) نے اس نظریہ (ہمہ اوست) کو علمی رنگ میں بھی لکھا، اُن حضرات کی جو مراد تھی اس کو تو قاصرین کیا سمجھتے، بس ہر "مدعی" نے "حلول و اتحاد" کا دعویٰ شروع کر دیا، اور پھر اس ایک اصل سے نہ معلوم گمراہیوں کی کتنی شاخیں نکلیں بہت سے مدعیان بےخبر نے کہا، عالم میں جو کچھ ہے بس خدا ہی ہے، زمین بھی خدا ہے، آسمان بھی خدا ہے شجر و حجر نباتات و جمادات عناصر بسیطہ اور ان کے مرکبات غرض سب خدا ہی خدا ہیں (معاذ اللہ) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

ما حسرتا! کس قدر دردناک ہے یہ منظر کہ خدا کے سامنے پیغمبر یہی بتلانے آئے کہ عالم میں جو کچھ ہے وہ غیر اللہ ہے اعلاشدان سب سے وراء الوراء ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے لیکن شیطان نے انہی کے امتیوں، نہیں نہیں بلکہ ارشاد و ہدایت اور تکمیل نفوس میں انکی نیابت و جانشینی کے مدعیوں سے کہلوایا کہ "عالم میں جو کچھ ہے سب خدا ہی ہے"

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس گمراہی کے خلاف بھی سخت جنگ کی اور بلا خوف لومۃ لائم اس کو الحاد اور زندقہ قرار دیا۔ دفتر دوم کے پہلے مکتوب میں فرماتے ہیں۔ گمراہ صوفیہ

ممکن را عین واجب گفتن تعالیٰ شانہ و صفات و افعال او را عین صفات و افعال — ممکن کو عین واجب کہنا اور اس کے افعال و صفات کو بعینہا حق تعالیٰ کے افعال و صفات قرار دینا

Marfat.com

سماء عل تعلق سوء ادب است و الحاد — سخت بے ادبی بلکہ اللہ عزوجل کے اسماء و
ت در اسماء و صفات او تعالیٰ ا۔" — صفات میں الحاد ہے۔

پھر اصل مسئلہ (وحدت الوجود) کی تنقیح اور اس میں شیخ اکبر وغیرہ کے اور اپنے نظریہ کے اختلاف کی توضیح فرمانے کے بعد مکتوب گرامی کو ان الفاظ پر ختم فرماتے ہیں:۔

بس با عالم او را بہیچ وجہ مناسبت نہ باشد "ان اللہ لغنیٌ عن العٰلمین" او را سبحانہ با عالم عین و متحد ساختن بلکہ نسبت دادن بریں فقیر بسیار گران است ع
آن اشیا شد و من چنیم یارب
سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ۵

بس حق تعالیٰ کو اس دنیا سے کوئی مناسبت نہیں دچہ جائیکہ اتحاد و عینیت) اللہ پاک تو تمام عالم سے بے نیاز اور وراء الوراء ہے اس کو عالم کے عین اور متحد کہنا بلکہ کوئی نسبت بھی اس سے دنیا اس فقیر پر سخت گراں ہے مگر کیا کیا جائے؟ خداوندا! وہ اسی خیال کے ہیں، اور میں اس نقطہ پر ہوں" "بیشک اللہ رب العزت پاک اور بری ہے اس سے جو وہ لگاتے ہیں"

ایک اور موقع پر ارقام فرماتے ہیں:۔

زنہار بترہات صوفیہ مفتون نگردی و غیر ورا جل سلطانہ حق ندانی۔

خبردار ہرگز "صوفیوں" کی ان بیہودہ باتوں پر فریفتہ نہو، اور غیر خدا کو خدا نہ سمجھو

(مکتوب نمبر ۲، ۲ ص ۳۲/۱۶)

ایک طرف تو حضرت نے اس گمراہی کی قباحتوں کو ظاہر فرمایا اور اس کو الحاد و زندقہ قرار دیا اور دوسری طرف اُن اکابر کی مراد ظاہر کی جو وحدۃ الوجود اور "ہمہ اوست" کے قائل ہوئے ہیں، اور بتلایا کہ ان کا مقصد اس قسم کے کلمات سے یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے سب اس کی قدرت کا ظہور ہے، یا یوں کہئے کہ بس اس کا وجود حقیقی اور اصلی ہے اور باقی تمام موجودات کا وجود محض ظلی ہے جو قابل اعتبار و لائق شمار نہیں، چنانچہ ایک مکتوب میں

فرماتے ہیں :-

از صوفیہ علیہ ہر کہ بوحدت وجود قائل است و اشیا را عین حق سے بیند تعالیٰ و حکم بہمہ اوست میکند مرادش ایں نیست کہ اشیا حق جل و علا متحدہ اند و تنزیہہ تنزل نمودہ تشبیہہ گشتہ است و واجب ممکن شدہ بیچوں بچوں آمدہ کہ ایں ہمہ کفر و الحاد است و ضلالت و زندقہ . . . بلکہ معنی ہمہ اوست آنست کہ ایشاں نیستند و موجود اوست تعالیٰ و تقدس	محترم صوفیائے کرام میں سے جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور ہمہ اوست کہنے والے ہیں ان سے ان کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ اشیا حق تعالیٰ جل و علا کے ساتھ بالکل متحد ہیں اور معاذ اللہ وہ مرتبہ تنزیہہ سے اتر کر دائرہ تشبیہہ میں آگیا ہے اور وجود واجب تھا وہ ممکن بن گیا ہے کہ یہ سب کچھ کفر و الحاد ہے اور گمراہی و زندقہ ہے بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ اور سب نیست ہیں اور صرف وہی موجود ہے ۔ (تعالیٰ و تقدس)

(مکتوب ۴۴ دفتر دوم صہ ۸)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں :-

صوفیہ کہ قائل اند بکلام ہمہ اوست عالم را با حق جل و علا متحد نمیدانند و حلول و سریان اثبات نمیکنند و حملے کہ مے نمایند باعتبار ظہور ظلیت است نہ باعتبار وجود و تحقق و ہر چند از ظاہر عبارات شاں اتحاد وجودی متوہم شود اما حاشا کہ مراد شاں آں بود کہ کفر و الحاد است و چوں حمل یکے بر دیگرے باعتبار ظہور گشت نہ باعتبار وجود معنی "ہمہ اوست" ہمہ از اوست و ہر چند در غلبۂ حال ہمہ اوست گویند اما فی الحقیقت مراد شاں ازاں عبارت	جو صوفیاء کرام ہمہ اوست کے قائل ہیں وہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول و سریان ثابت نہیں کرتے ہیں ۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ظلیت کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ کہ وجود و تحقق کے لحاظ سے اگرچہ ان کی عبارات کے ظاہر سے اتحاد وجودی کا شبہ ہوتا ہے مگر حاشا کہ ان کی وہ مراد ہو کہ وہ تو کفر و الحاد ہے اور چونکہ ان کا یہ کہنا ظہور کے لحاظ سے تھا، نہ کہ نفس وجود کے لحاظ سے اس لئے ہمہ اوست کے معنی ہمہ از اوست ہی ہیں اگرچہ غلبۂ حال میں وہ ہمہ اوست کہہ جاتے ہیں لیکن ان کلمات سے ان کی

Marfat.com

سماع عشق باشد" مطلقاً لگا ہمہ از دست ہوتا۔

(مکتوب ۸۹ دفتر سوم ص...)

اصحاب وحدۃ الوجود کے اس قسم کے کلمات کی آپ نے عمدہ بھی لطیف توجیہات کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

بعضے دیگر از انشائے ایں احکام غلبۂ محبت است کہ باعث استیلائے محب محبوب غیر محبوب از نظر محب پوشیدہ جز محبوب ہیچ نے بیند نہ آنکہ در نفس الامر غیر محبوب ہیچ نیست کہ قائل مخالف حس عقل و شرع است؟

(مکتوب ۲۷۱ دفتر اول)

بعض دوسروں سے یہ باتیں غلبۂ محبت کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں کیونکہ محبت کا استیلاء محب کی نظر سے سوائے محبوب کو غائب کر دیتا ہے اور اسے محبوب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا نہ یہ کہ فی الواقع سوائے محبوب کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں کیونکہ یہ تو عقل و شرع دونوں کے خلاف ہے،

الغرض ایک طرف تو آپ نے ان اکابر کے کلمات کا مقصد اور منشاء بیان کیا جو "وحدۃ الوجود" اور "ہمہ اوست" کے قائل ہوئے ہیں اور دوسری طرف "وحدۃ الوجود" کے اس گمراہانہ بلکہ زندیقانہ نظریہ کو صریح الفاظ میں الحاد اور کفر بتلایا جس کو زنادقہ اور ملحدین بعض حضرات اکابر کے کلمات سے سند پکڑ کر عوام تک میں پھیلا رہے تھے اور کائنات کی ہر چیز کو بے دھڑک خدا بنا رہے تھے۔

اسی قسم کے بعض صوفی "ہر چیز کو تو خدا نہیں کہتے تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ "فقیر جب کامل ہو جاتا ہے تو بس وہ خدا سے متحد ہو جاتا ہے اور اس کی ہستی گویا خدا کی ہستی میں تحلیل ہو جاتی ہے، اور اس کی سند بھی بعض عرفاء کے کلمات سے پکڑی جاتی تھی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس کا بھی صفایا کیا اور اس کو بھی کفر و زندقہ قرار دیا ارشاد فرماتے ہیں۔

او تعالیٰ با ہیچ چیز متحد نشود و ہیچ چیز با او سبحانہ متحد نگردد و آنچہ از عبارات

حق تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ متحد ہے اور بعض صوفیہ کی

Marfat.com

صوفیہ اتحاد مفہوم میشود خلاف مراد ایشان
است زیراکہ مراد ایشاں ازیں کلام کہ موہم
اتحاد است (اذا تم الفقر فہو اللہ) آں است
کہ چوں فقر تمام شود و نیستی محض حاصل آید
باقی نمے ماند مگر اللہ تعالیٰ نہ کہ آں فقیر
بخدا متحد شود کہ آں کفر و زندقہ است تعالیٰ
سبحانہ عما یتوہم الظالمون علوا کبیرا ہ
(مکتوب ۲۶۶ دفتر اول ص ۳۱۲)

بعض عبارات سے بظاہر جو اتحاد سا سمجھ
ہے وہ انکی مراد اور منشا کے خلاف ہے، انکا مطلب
اس کلام (اذا تم الفقر فہو اللہ) سے یہ ہے
کہ جب فقر کامل ہو جاتا ہے اور فنائے محض حاصل
ہو جاتا ہے تو بس اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے اور
اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سالک کی نظر میں گم ہو جاتا
ہے، ان حضرات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پھر
وہ فقیر خدا سے متحد ہو جاتا ہے کہ وہ تو خالص کفر و
کھلی زندیقیت ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک
اس سے بہت بالا اور برتر ہے جو یہ ظالم گمان کرتے ہیں۔

بعض عرفاء کے کلام میں "محو" و "اضمحلال" کے الفاظ آئے ہیں، ان گمراہوں نے اس کو بھی اپنی سند بنایا اور سمجھے کہ اس سے "محو و اضمحلال" عینی مراد ہے یعنی عارف کا خدا کی ہستی میں تحلیل ہو کر "من تو شدم تو من شدی" کا مصداق ہو جانا ــــ اس کے متعلق حضرت مجدد قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں:۔

در عبارت بعضے از مشائخ قدس اللہ اسرارہم
کہ لفظ محو و اضمحلال واقع میشود، مراد از اں،
محو نظری است نہ محو عینی یعنی تعین سالک
از نظر او مرتفع میگردد نہ آنکہ در نفس الامر محو
میشود کہ آں الحاد و زندقہ است جمعے
از ناقصانِ ایں راہ ازیں الفاظ موہمہ
محو و اضمحلال عینی دانستہ اند و بہ زندقہ

بعض مشائخ کرام کی عبارات میں جو "محو و اضمحلال" کے
لفظ آئے ہیں تو اس سے ان کی مراد محو نظری
ہے نہ کہ محو حقیقی اور ذاتی، اور اس سے ان کا مطلب
یہ ہے کہ سالک کی نظر سے اپنا وجود شخصی اوجھل ہو جاتا
ہے نہ یہ کہ فی الواقع وہ باقی نہیں رہتا کہ ایسا خیال
کرنا تو الحاد و زندقہ ہے، اس راہ کے بعض ناقصین
ان قسم کے شبہ میں ڈالنے والے کلمات سے محو

Marfat.com

سلامت دیدہ، اند کہ از عذاب و ثواب اخروی
انکار نمودہ اند و خیال کردہ، اند کہ ہمچنان
کہ از وحدت بکثرت آمدہ، اند مرتبہ دیگر
ہمیں طور از کثرت بوحدت خواہند رفت،
و این کثرت زوال و وحدت مضمحل خواہد
شد، و جمعے ازیں زنادقہ آن محو شدن را
قیامت کبری خیال کردہ اند و از حشر و نشر
و حساب و صراط و میزان انکار نمودہ،
ضلوا و اضلوا کثیرا من الناس
کر کورند نمے بینند کہ از ہیچ کاملے عجز و
نقص و احتیاج زائل نشدہ است پس
رجوع وجودی بوحدت چہ باشد، و اگر
رجوع بوحدت بعد از موت خیال کردہ
اند کافر زندیق اند کہ از عذاب اخروی
انکار دارند و ابطال دعوت انبیاء
کردہ اند علیہم الصلوات والتسلیمات
انتہا ملخصا۔

(مکتوب ۲۹۰ دفتر اول ص ۳۴۲)

اضمحلال ذاتی سمجھ بیٹھے ہیں اور اس کی بنا پر عذاب
و ثواب اخروی سے منکر ہو گئے ہیں، ان کا خیال
ہو گیا ہے کہ جس طرح آغاز میں "وحدت" سے
"کثرت" میں آئے ہیں اسی طرح انجام کار "کثرت"
سے "وحدت" میں چلے جائیں گے اور پھر یہ "کثرت"
اس "وحدت" میں گم ہو جائے گی ۔۔۔ ان زندیقوں
میں سے ایک جماعت اس گم ہو جانے ہی کو قیامت
کبری خیال کر بیٹھی ہے اور اس طرح حشر و نشر،
حساب کتاب، پل صراط اور میزان اعمال وغیرہ سے
منکر ہو گئی ہے، آہ کہ یہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور بہت
سوں کو گمراہ کر دیا... کیسے اندھے ہیں، نہیں دیکھتے
کہ کسی "کامل" سے عاجزی و بیچارگی، نقص و احتیاج مندی
کبھی زائل نہیں ہوتی، پھر خدا کی ہستی میں گھل ملجانے
اور اس کے ساتھ متحد ہو جانے کے کیا معنی؟ ۔۔
اور اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں نہیں بلکہ مرنے
کے بعد وہ خدا سے متحد ہو جاتے ہیں تو پھر لاریب
وہ کافر زندیق ہیں کہ عذاب اخروی سے منکر ہیں
اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے جو تعلیم دی
اس کو غلط سمجھتے اور ان کی دعوت کو باطل جانتے ہیں۔

یہ گویا ان زندیقوں کا رد ہوا جو ساری کائنات یا کم از کم عرفائے کاملین کے خدا یا خدا سے متحد ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن اسی قبیل کی ایک گمراہی یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

یا خاصکر حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ و تعالےٰ کے ساتھ متحد سمجھا جائے جیسا کہ آج بھی ہمارے کان کبھی کبھی اس قسم کی صدائیں سن لیتے ہیں ؎

اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

ایک اور صاحب فرماتے ہیں:۔

خدا خود رسول خدا بن کے آیا شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہدوں

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس گمراہانہ اور مشرکانہ عقیدہ کو بھی بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

محمدؐ بندہ ایست محدود و متناہی و او تعالےٰ و تقدس غیر محدود است و نا متناہی۔ (مکتوب [illegible] دفتر اول [illegible])

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بندے ہیں محدود و متناہی اور حق تعالیٰ و تقدس لا محدود ہے اور نا متناہی (پھر ان میں کیسی عینیت اور کیا نسبت؟)

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

اے برادر! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باآں علو شان بشر بودہ بداغ حدوث و امکان متسم (مکتوب [illegible] دفتر اول [illegible])

اے برادر! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس قدر بلندئ مرتبہ کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار۔

ان گمراہ متصوفین کا ایک باطل عقیدہ یہ بھی تھا کہ خدا کی عبادت بس اس وقت تک ضروری ہے، جبتک کہ معرفت حاصل نہ ہو حصول معرفت کے بعد عبادت کی حاجت نہیں، اس کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بڑے غضبناک ہو کر لکھتے ہیں:۔

متصوفان خام و ملحدان بے سرانجام ... خیال مے کنند کہ خواص مکلف بمعرفت اند و بس ... و میگویند کہ مقصود از اتیان و

بہت سے کچے متصوفہ اور بے سرو سامان ملحدوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت الٰہی کے مکلف ہیں ..... اور کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے سے مقصود تو

سماع [illegible]یت حصول معرفت است وچون معرفت
میسر شد تکلیفات شرعیہ ساقط گشت و ایں
کریمہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین
بسند می آرند یعنی انتہائے عبادت تا
حصول معرفت حق تعالیٰ است......
خذلہم اللہ سبحانہ ما اجہلہم۔ آن
قدر احتیاج کہ عارفاں را بعبادت است
عشر آں مر مبتدیان را از آں احتیاج حاصل
نیست۔ (مکتوب ۴۳ دفتر اول ص ۳۵۵)

حصول معرفت ہے پس جب معرفت حاصل
ہو گئی تو احکام شرعیہ ساقط ہو گئے اور آیت کریمہ
"واعبد ربک حتی یاتیک الیقین"[1]
کو شہادت میں پیش کرتے ہیں اور نتیجہ یہ نکالتے
ہیں کہ عبادت کی انتہا حصول معرفت ہے۔۔
اللہ ان کو رسوا کرے کس قدر جاہل ہیں، عبادت
کی جس قدر ضرورت عارفوں کو ہے مبتدیوں کو
اس کا دسواں حصہ بھی حاجت نہیں۔

اسی طرح ان بطالوں کا ایک خیال یہ بھی تھا کہ صرف "باطن" درست رہنا چاہئے اعمال ظاہر (نماز اور روزہ وغیرہ) کی اللہ والوں کو کوئی ضرورت نہیں حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

سلامتی قلب از التفات بما سوائے او
تعالیٰ و اعمال صالحہ کہ بہ بدن تعلق دارند
شریعت با تیان آن امر فرمودہ ہر دو

دل کا ماسوائے حق سے خالی ہونا اور وہ اعمال
صالحہ بدنیہ کہ شریعت نے جن کا حکم دیا ہے ان کا
کرنا یعنی دونوں ہی چیزیں ضروری ہیں بغیر ان

---

[1] اس آیت میں یقین کے معنی موت کے ہیں اور بعض اور آیات میں بھی یقین موت کے معنی میں مستعمل ہوا ہے مثلاً حتی اتانا الیقین، بہر حال عربی زبان میں یقین کے ایک خصوصی معنی موت کے بھی ہیں لیکن جو لوگ اس سے ناواقف ہیں وہ یقین کے معنی "علم الیقین" ہی جانتے ہیں اور انہوں نے اس آیت میں بھی وہی معنی سمجھے اور نتیجہ یہ نکالا کہ عبادت بس اس وقت تک ضروری ہے کہ معرفت کاملہ حاصل ہو جائے، حالانکہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ عبادت مرتے دم تک کرنی چاہئے ۱۲

Marfat.com

مکاشف و دعوائے سلامت قلب بے اتیان اعمال صالحہ بدنیہ باطل است ہمچنان کہ روح دریں نشاء بے بدن غیر متصور است بسیارے از ملحدان ایں وقت ایں قسم دعوائے می نمایند نجانا اللہ سبحانہ عن معتقد اتہم السؤ بصدقۃ حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام ۔

اعمال صالحہ کے سلامتی قلب کا دعوے باطل ہے جس طرح کہ اس دنیا میں روح کا بلا بدن کے ہوتا ناممکن اور غیر متصور ہے ۔۔۔ آجکل کے بہت سے ملحد اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں خدا ہم کو بطفیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے برے عقیدوں سے محفوظ رکھے ۔

(مکتوب ۳۹ دفتر اول ص۵۳)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں :۔

ہر کہ بہ باطن پردازد و از ظاہر در ماند ملحد است و احوال باطن استدراج او بیند علامت صحت حال باطن اہتمام تحلی ظاہر است باحکام شرعیہ

(مکتوب [illegible] دفتر دوم ص[illegible])

جو شخص صرف باطن کو درست کرنا چاہتا ہے اور ظاہر کو یونہی چھوڑے ہوئے ہو وہ ملحد ہو اور اگر اس کو کچھ باطنی احوال حاصل ہوں تو وہ اس کے حق میں استدراج (مہر الٰہی یا قہر) ہے احوال باطنی کی صحت و مقبولیت کی علامت ظاہر کا احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا ہے

ارباب تصوف کی ایک عام غلط فہمی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے مشائخ طریق کے مکاشفات اور معارف کو اصل سمجھتے تھے اور اپنے اعمال کی بنیاد انہی پر رکھتے تھے خواہ وہ ظاہر شریعت سے متصادم ہی کیوں نہ ہوں ، حضرت مجدد قدس سرہ نے اس کے خلاف بھی بڑی وضاحت و عزیمت سے لکھا ۔

معتبر اثبات احکام شرعیہ کتاب و سنت است

احکام شرعیہ کے اثبات میں بس کتاب و سنت کا اعتبار ہے

و اجماع امت نیز بحقیقت مثبت احکام است بعد ازیں چہار ادلۂ شرعیہ، ہیچ دلیلے مثبت احکام شرعیہ نے تواند شد الہام مثبت حل و حرمت نبود و کشف ارباب باطن اثبات فرض و سنت نہ نماید ارباب ولایت خاصہ با عامۂ مومنان در تقلید مجتہدان برابر اند ..... ذو النون و بسطامی و جنید و شبلی با زید و عمرو و بکر و خالد کہ از عوام مومنان اند در تقلید مجتہدان در احکام اجتہادیہ مساوی اند آرے مزیت ایں بزرگواران در امور دیگر است ۔ (مکتوب ۵۵ دفتر دوم ص ۱۰۱)

اور قیاس اور اجماع امت بھی مثبت احکام ہیں، ان چار ادلہ شرعیہ کے بعد کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے احکام ثابت ہو سکیں، اور اولیائے کرام کے الہام سے کسی چیز کی حلت یا حرمت ثابت نہیں ہو سکتی اور ارباب باطن کا کشف کسی چیز کو فرض یا سنت ثابت نہیں کر سکتا، مجتہدین عظام کی تقلید کے بارہ میں ارباب ولایت خاصہ عام مومنین کے برابر ہیں اور ذو النون مصری و بایزید بسطامی و جنید و شبلی اس باب میں عوام مسلمین زید و عمرو و بکر و خالد کے ہم مرتبہ ہیں ۔ ہاں ان بزرگوں کو دوسری حیثیت سے بڑی فضیلت حاصل ہے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

علامت درستی علوم لدنیہ مطابقت است با صریح علوم شرعیہ اگر سر مو تجاوز است از سکر است ۔ الحق ما حققہ العلماء من اہل السنۃ والجماعۃ و ما سوی ذالک اما زندقہ و الحاد و اما سکر وقت و غلبہ حال (مکتوب ۴۳ دفتر اول ص ۴۲)

علوم لدنیہ کی صحت و مقبولیت کی علامت، صریح علوم شرعیہ کے ساتھ ان کی مطابقت ہے اگر بال برابر بھی تجاوز ہوا تو سمجھو کہ اس کا منشا سکر ہے اور حق وہی ہے جو علماء اہل سنت و جماعت کی تحقیق ہے اس کے خلاف جو کچھ ہے یا الحاد و بیدینی ہے یا سکر اور غلبہ حال سے ناشی ہے

بہت سے جاہل صوفی طریقہ سنت و شریعت سے ہٹ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے تھے اور اسکو وصول الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے تھے اور آج بھی یہ ہو رہا ہے، حضرت مجدد قدس سرہ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

Marfat.com

ریاضات و مجاہدات کہ بما ورائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست کہ جوگیہ و براہمہ ہند و فلاسفہ یونان دریں امر شرکت دارند و آں ریاضات در حق ایشاں جز ضلالت نفعے فزاید و بغیر خسارت راہ نے نماید۔

(مکتوب ۲۳۶ دفتر اول ص۲۳۶)

طریقہ سنت سے ہٹ کر جو ریاضتیں لوگ کرتے ہیں ان کا کچھ وزن و اعتبار نہیں ایسی ریاضتیں تو یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن اور جوگی بھی کرتے ہیں لیکن سوائے گمراہی اور خسارہ کے ان کو ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

نیز حضرت قدس سرہٗ نے متعدد مکاتیب میں یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ ان غیر شرعی ریاضات و مجاہدات یا اسی قسم کے دوسرے نامشروع ذریعوں سے جو مکاشفات و تجلیات اور جو احوال و مواجید حاصل ہوں وہ خدا کا انعام نہیں ہیں بلکہ وہ استدراجات ہیں اور خدا کے دشمنوں (جوگیوں سادھوؤں وغیرہ) کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں ـــ چنانچہ ایک موقع پر فرماتے ہیں:۔

احوال و مواجید کہ بر اسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات است چہ اہل استدراج را نیز احوال و اذواق دست مید ہد...... حکماء یونان و جوگیہ و براہمہ ہند دریں معنی شریک اند علامت صدق احوال موافقت علوم شرعیہ است با اجتناب از ارتکاب امور محرمہ و مشتبہہ۔

نامشروع طریقوں پر جو احوال و کیفیات مترتب ہوں وہ فقیر کے نزدیک استدراج کے قبیل سے ہیں کیونکہ اہل استدراج کو بھی احوال و کیفیات ہاتھ آتے ہیں...... حکمائے یونان اور ہندوستان کے سادھو اور جوگی اس معاملہ میں شریک ہیں۔ احوال و کیفیات کی سچائی اور مقبولیت کی علامت حرام اور مشتبہ امور سے مکمل پرہیز کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ سے ان احوال کی موافقت اور مطابقت ہے۔

پھر اسی سلسلہ میں سماع و رقص اور نغمہ و سرود کے متعلق (جو اس طبقہ میں بلائے عام کی حیثیت رکھتا ہے) فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

...رقص فی الحقیقت داخل لہو و لعب است ...... و آیات و احادیث و روایات فقہیہ در حرمت غنا بسیار است بحیثیتے کہ احصائے آن متعذر است ..... شخصے در ہیچ وقتے و زمانے فتویٰ باباحت سرود نداده است و رقص و پاکوبی را تجویز نداشتہ ... و عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست بس نیست کہ ما ایشان را معذور داریم و ملامت نکنیم و امر ایشان را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہ و امام ابی یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابوبکر شبلی و ابی الحسن نوری، صوفیان خام این وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ اولئک الذین اتخذوا دینہم لھوًا ولعبًا (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول ص ۳۳۵)

سماع و رقص درحقیقت لہو و لعب میں داخل ہے .... اور اس کی حرمت کے بارے میں آیتیں، حدیثیں اور فقہی روایات اس کثرت سے ہیں کہ اس کو شمار کرنا مشکل ہے ..... کسی زمانہ میں بھی کسی فقیہ نے سرود و رقص کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے ... اور صوفیوں کا عمل حلت و حرمت میں کوئی سند نہیں یہی بہت ہے کہ ہم ان کو معذور رکھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دیں ... یہاں تو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابو الحسن نوری کا عمل ۔ اس زمانہ کے کچے صوفی اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں اور اسکو طاعت و عبادت سمجھے ہوئے ہیں — آہ — یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا دین لہو و لعب بنالیا ہے

انہی صوفیان خام، پرستاران سرود و نغمہ کی کوتاہ نصیبی پر دوسری جگہ اس طرح نوحہ فرماتے ہیں:-

ہم نفیر از این طائفہ تسکین اضطراب خود را در پردہ ہائے نغمہ و وجد و تواجد جستہ اند و مطلوب خود را در پردہ ہائے نغمہ مطالعہ

افسوس اس طائفہ صوفیہ میں بہت سے ایسے ہیں جو اپنی بے چینی کا علاج سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں ڈھونڈتے ہیں اور اپنے محبوب کو

Marfat.com

نمودند لاجرم رقص و رقاصی را دیدن خود گرفتند
با آنکہ شنیدہ باشند ما جعل اللہ فی
الحرام شفاء ...... اگر شمۂ از حقیقت
صلوٰتیہ برایشاں منکشف شدے ہرگز دم از
سماع و نغمہ نزدندے ..... ع
چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
ے بطور یہر قدر کہ فرق درمیان نماز و نغمہ است
ہماں قدر فرق درمیاں کمالات کہ منشائے
آں نماز است و کمالاتیکہ منشائے آں نغمہ
است بداں العاقل تکفیہ للاشارہ
(مکتوب ۲۶۱ دفتر اول ص ۳۰۲)

نغموں کے پردوں میں دیکھنا چاہتے ہیں
اس لئے رقص و رقاصی کو انھوں نے اپنا طریقہ
بنالیا ہے حالانکہ انھوں نے یہ حدیث سنی ہوگی
کہ: اللہ تعالےٰ نے کسی حرام چیز میں شفا نہیں رکھی؟
...... کاش ان پر نماز کی حقیقت کا ایک شمہ بھی منکشف
ہو جاتا تو ہرگز وہ سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے ـــــ
ـ جب حقیقت کا راستہ انکو نہیں ملا تو غلط راستہ پر پڑ لئے
برادر عزیز! جتنا فرق نماز اور نغمہ میں ہے اسی قدر
فرق نماز سے حاصل ہونے والے کمالات اور نغمہ سے
پیدا ہونے والے احوال میں سمجھو، بس عاقل کو اشارہ
کافی ہے

درحقیقت ان متصوفہ کی ان تمام غلط فہمیوں اور گمراہیوں کی اصل و اساس ایک ہی تھی کہ یہ شریعت و طریقت کو الگ الگ سمجھتے تھے، اور ارباب معرفت و سالکین راہ طریقت کے لئے ظاہر شریعت کا اتباع ضروری نہیں جانتے تھے، اس لئے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اس بنیادی گمراہی کے خلاف بہت زیادہ زور قلم صرف فرمایا، آپ کے مکتوبات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو جتنی بحث اس مسئلہ پر نکلے گی غالباً اتنی کسی موضوع پر نہ ہوگی، یہاں صرف بطور نمونہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں،

وصول باین نعمت عظمیٰ وابستہ اتباع
سید الاولین و آخرین است علیہ وعلیٰ آلہ
من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا
تا تمام خود در شریعت گم نسازد و با امتثال

اس نعمت عظمیٰ کا حاصل ہونا سردار اولین و آخرین
خاتم انبیاء و مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی
سے وابستہ ہے سالک جبتک کہ اپنے کو شریعت
میں بالکل گم نکردے اور اپنی زندگی کو بالکل شریعت

Marfat.com

سماع ... از نوا ابی تخلی نگردد بوے ... دولت مشام جاں او نرسد"

کے مطابق وہ بنالے اس نعمت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

(مکتوب [illegible] دفتر اول ص[illegible])

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:۔

"اے فرزند آنچہ فردا بکار خواہد آمد متابعت صاحب شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ احوال و مواجید و علوم و معارف و مشاہدات اگر بآں متابعت جمع شوند زہے دولت والا جز خرابی و استدراج ہیچ نیست"

اے فرزند جو چیز کل کام آنے والی ہے وہ صرف صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، باقی احوال و کیفیات اور علوم و معارف اور اشارات اگر اس پیروی کے ساتھ ہوں تو خیر و خوب ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں

(مکتوب [illegible] دفتر اول ص[illegible])

ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"فضیلت منوط بمتابعت سنت اوست و مزیت مربوط باتیان شریعت او علیہ الصلوٰۃ والسلام مثلاً خواب نیمروزے کہ از روئے ایں متابعت واقع شود از کرور کرور احیائے لیالی کہ نہ از روئے متابعت است اولیٰ و افضل است"

ہر فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی سے اور ہر کمال آپ کی شریعت کی اتباع سے وابستہ ہے مثلاً سنت نبوی کے اتباع کے طور پر دوپہر کا سونا کروڑوں رات جاگنے سے بہتر اور افضل ہے جبکہ یہ شب بیداری شریعت کی پیروی کے بغیر ہو۔

(مکتوب [illegible] جلد اول ص[illegible])

الغرض حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے تصوف کے متعلق بیدار ان کے علاوہ اور بہت سی اصلاحیں فرمائیں ماحصل یہ ہے کہ سیکڑوں برس سے جو آلائشیں اس میں باہر سے داخل ہو گئی تھیں اُن سب کو چھانٹ کر نہایت صاف اور ستھرا اسلامی تصوف دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

فتنۂ رفض و تفضیلیت

کے خلاف

حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ کا جہاد

اس سے پہلے بعض مضامین کے ضمن میں ان اسباب کی طرف اشارات گذر چکے ہیں جن کی وجہ سے دورِ اکبری میں شیعوں کو مغلیہ حکومت کے اندر عمل دخل کا موقعہ ملا، اور عہدِ جہانگیری میں "نورجہاں" کے طفیل حکومت کی باگ ہی شیعوں کے ہاتھ میں چلی گئی بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ جہانگیر کے نام سے "نورجہاں" کا شیعی گھرانہ ہی اس وقت ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا، خود جہانگیر کا اعتراف ہے۔

دردولت پادشاہی من حالا در دست این سلسلہ است، پدر دیوان کل، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز و مصاحب۔

(تزک جہانگیری)

اب میری ساری بادشاہی اسی سلسلہ (نورجہاں مع اس کے گھروالوں) کے ہاتھ میں ہے اس کا باپ دیوانِ کل ہے، اور بیٹا (نورجہاں کا بھائی آصف خاں) وکیلِ مطلق ہے اور بیٹی (خود نورجہاں) ہمراز و ہم صحبت۔

جبکہ "تاج و تخت" پر اس طرح شیعیت کا قبضہ تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ "الناس علیٰ دین ملوکہم" کے فطری اور طبعی اصول پر عوام میں رفض کے جراثیم نہ پھیلتے، چنانچہ شیعی خیالات عوام سنیوں میں بھی سرایت کرنے لگے ——— حضرت علی مرتضیٰؓ کی افضلیتِ مطلقہ کا عقیدہ اور جن صحابہ کرام کے آپ سے اختلافات ہوئے ان کی طرف سے بغض و عداوت اور اس قسم کے شیعیت کے دوسرے مبادی بھی وبائے عام کی طرح سنیوں میں پھیلنے لگے،

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ کھڑے ہی اسی لئے کئے گئے تھے کہ اس قسم کے تمام فتنوں اور ساری گمراہیوں کا قلع قمع کر کے دین کو پھر سے تروتازہ اور ملت کو از سرنو زندہ کریں اس لئے اس فتنۂ تشیع کے استیصال کی طرف بھی آپ نے خاص توجہ مبذول فرمائی اس سلسلہ میں آپ کی کوششیں تین طرح ظہور پذیر ہوئیں،

(۱) شیعی علماء سے آپ نے عام و خاص مجلسوں میں بالمشافہ مناظرے اور مباحثے کئے جن میں ان کو فاش شکستیں دیں، اور حق یہ ہے کہ آپ کے اسی اقدام نے شیعیت کی ترقی کو بڑی حد تک روک دیا اور اسی ایک ضرب نے اس کی کمر توڑ دی۔

(۲) مشہد کے بعض شیعی علما نے ماوراء النہر کے سنّی علماء کے ایک رسالہ کے جواب میں ایک نہایت پُرفریب اور سراپا تزویر رسالہ لکھا جس کا حاصل خود حضرت مجددؒ کے لفظوں میں "حضرات خلفاء ثلثہؓ کی تکفیر اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مذمت و تشنیع تھی" —— اس رسالہ کو ہندوستان کے شیعوں نے خوب پھیلایا اور خصوصاً امراء و حکام اور ارکان سلطنت کی مجالس میں اس کو خوب شہرت دی گئی یہاں تک کہ ہر طرف اور ہر جگہ اوسی کا چرچا ہونے لگا ——
حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے پہلے تو خاص مجلسوں اور عام مجمعوں میں اس کا رد بیان کرنا شروع کیا اور اس کی مغالطہ آفرینیوں اور ملمع فریبیوں کا پردہ خوب خوب چاک کیا۔ پھر اس کے ایک مستقل رسالہ اس کے جواب میں لکھ کر شائع کیا۔ اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ بس اسی سے ہو سکتا ہے، کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسے جلیل القدر امام نے اس کی شرح لکھی ہے۔

(۳) اپنے سینکڑوں مکاتیب میں حضرت مجددؒ نے شیعی اصول و خیالات کی نہایت مدلل اور محققانہ تردید کی اور شیعوں کے بے پناہ پروپیگنڈے کی وجہ سے جو غلط خیالات خود سنیوں میں پیدا ہو رہے تھے نہایت حکمت کے ساتھ کتاب و سنت اور عقل سلیم کی روشنی میں ان کی اصلاح

ـــــــــــ

معلوم ہے کہ آپ کے مکاتیب اگرچہ کسی خاص ہی شخص کے نام لکھے جاتے تھے اور بظاہر

ان کی حیثیت نجی خطوط ہی کی ہوتی تھی لیکن اون کی اشاعت و تداول اور نقل در نقل کا ایسا اہتمام تھا کہ گویا اوس "غیر اخباری" زمانہ میں آپ کے یہاں سے "مجدد گزٹ" نکلتا تھا آپ کے خلفاء تمام اطراف ملک ہی بلکہ ہندوستان سے باہر ماوراءالنہر بدخشاں، خراسان تہران اور طالقان وغیرہ وغیرہ میں بھی پھیلے ہوئے تھے یا یوں کئے کہ ایک خاص نظام اور نقشہ کے مطابق آپ نے ان کو مختلف مرکزوں میں بٹھا دیا تھا اور یہ سب ہی مختلف ذرائع سے مکتوبات شریف کی نقلیں حاصل کرتے رہتے تھے، اس لئے آپ کے مکاتیب کی حیثیت فی الحقیقت نجی نہ تھی، بلکہ در حقیقت وہ تبلیغ و اشاعت کا ایک نہایت منظم اور مؤثر سلسلہ تھا ــــ ہر کیف اس سلسلہ کے ذریعہ سے بھی آپ نے فتنہ رفض کی بڑی روک تھام کی، اور اس وقت کے حالات کو پیش نظر رکھ کر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو اکبری الحاد سے جو مسلمان بچ گئے تھے ان میں سے اکثر شیعیت کے جال میں پھنس چکے ہوتے ۔

اس سلسلہ میں حضرت علیہ الرحمہ نے متفرق طور پر جو کچھ ارقام فرمایا ہے، اگر اس سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے، یہاں چند عنوانات کے ماتحت آپ کے مکتوبات گرامی کے چند ہی اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں ۔

فی زماننا ان مجددی ارشادات کی اشاعت اس لئے بھی ضروری ہے کہ آجکل بعض "تجارت پیشہ مدعیان فقر و تصوف" اپنی تجارت کی گرم بازاری کے لئے، اور بعض مولوی پیر اپنی جہالت و بے خبری اور ہویٰ پرستی کے باعث اوعاء "سنیت و حنفیت" کے ساتھ ساتھ اونہی عقائد و خیالات کے حامل بلکہ مبلغ بنے ہوئے ہیں جو دور اکبری اور عہد جہانگیری میں بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے شیعوں نے سنیوں میں پھیلائے تھے، بلکہ اب تو بڑی بلند آہنگی کے ساتھ یہ دعوے بھی کئے جا رہے ہیں کہ ہمیشہ سے اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کا یہی مشرب رہا ہے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کے مطالعہ سے ناظرین

Marfat.com

کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ اہل اللہ اور عرفاء امّت کے نزدیک اس باب میں مسلک صحیح اور صراط مستقیم کیا ہے، اور اس مقدس گروہ کی نظر میں یہ خیالات جن کو آج بعض حلقوں میں لازمہ تصوف سمجھا جانے لگا ہے کس درجہ گمراہانہ اور صحیح اسلامیت سے دور ہیں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

افضلیت شیخین (رضی اللہ عنہما)

شیعیت کی پہلی سیڑھی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا اعتقاد ہے اور چالاک روافض عوام سنیوں کو سب سے پہلے اسی عقیدے پر جمانے کی کوشش کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی مرتضیٰؓ کی قرابت قریبہ اور بعض دوسری وجوہ سے وہ اس الحاد فریبی میں کسی قدر آسانی سے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ پھر جب ایک شخص اسی بات کو مان لیتا ہے کہ حضرت علیؓ بلا استثناء تمام صحابہ کرام میں افضل تھے تو لازمی طور پر وہ اس نتیجہ پر بھی پہنچ جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے خلافت کے انتخاب میں ان کے ساتھ بے انصافی کی یا کم از کم یہ کہ صحیح انتخاب نہیں کیا۔ اور مجموعہ صحابہ سے بدظنی اور بغض و عداوت ہی شیعی مذہب کا سنگ بنیاد ہے، بہرحال شیعیت کا پہلا دروازہ یہی عقیدہ "تفضیل" ہے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بلا مبالغہ پچاسوں جگہ اپنے مکتوبات میں اس پر روشنی ڈالی ہے جن میں سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں — دفتر دوم کے پندرھویں مکتوب گرامی میں جو حکام بلدہ سامانہ کے نام لکھا گیا ہے ارقام فرماتے ہیں۔

افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است چنانچہ نقل کردہ آنرا جماعت از اکابر ائمہ کہ یکے از ایشاں امام شافعی است قال الشیخ الامام ابو الحسن الاشعری ان تفضیل ابی بکر ثم عمر	حضرات شیخین (سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ) کی افضلیت صحابہؓ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے اس کو نقل کیا ہے جن میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں، اور امام ابو الحسن اشعری نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ

Marfat.com

علی بقیۃ الامۃ قطعی، وقد تواتر
عن علی رضی اللہ عنہ فی خلافتہ
وکرسی مملکتہ، وبین الجم الغفیر
من شیعتہ ان ابابکر وعمرؓ
افضل الامۃ (دفتر دوم م۳۶)

کی فضیلت باقی تمام امت پر قطعی (غیر مشتبہ اور یقینی)
ہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے طور پر
ثابت ہے کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں، خاص اپنے
دار الخلافہ میں اور اپنے متبعین کی کثیر جماعت کے
سامنے اعلان فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ بہترین امت ہیں

اسی دفتر میں ایک طویل مکتوب آپ نے رکن سلطنت خان جہاں کو لکھا ہے جس میں آپ نے تمام ضروری عقائد تحریر فرمائے ہیں بلکہ اس لحاظ سے اگر اس کو مجموعی عقائد نامہ کہا جائے تو بجا ہوگا۔ اس میں خلافت راشدہ اور خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے متعلق فرماتے ہیں:۔

امام برحق وخلیفہ مطلق بعد از حضرت خاتم الرسل
علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات حضرت
ابوبکر صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد
ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بعد ازاں حضرت عثمان ذو النورین است
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی
طالب است رضوان اللہ تعالیٰ علیہ و افضلیت
ایشاں بترتیب خلافت است افضلیت
حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ
است ... حضرت ... امیر کرم اللہ وجہہ میفرماید
کہ ہر کہ مرا بر ابی بکرؓ و عمرؓ فضل دہد او مفتری
است دارا تازیانہ زنم چنانکہ مفتری

حضرت خاتم الانبیاء (علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات)
کے بعد خلیفہ مطلق اور امام برحق حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
بعد حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ اور ان حضرات کی افضلیت بھی اسی ترتیب
سے ہے یعنی سب سے بڑا درجہ حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے
ان کے بعد فاروق اعظم کا ان کے بعد حضرت عثمان غنیؓ
کا بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ کا (رضی اللہ عنہم اجمعین)
اور شیخین کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع و اتفاق
سے ثابت ہے۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو
کوئی مجھے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پر فضیلت دے گا وہ
مفتری ہے اور میں اس کو کوڑوں کی سزا دوں گا جس طرح

رابو نند۔ (مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم ص۱۳۰)

افترا کرنے والوں کو دیجاتی ہے۔

بعض "الہامی معارف"

افضلیت شیخین اور حضرات خلفاء اربعہ کے باہمی فرق مراتب کے متعلق کہیں کہیں آپ نے "رسمی علوم" اور "اصطلاحی دلائل" سے گذر کر "اسرار و لطائف" کے رنگ میں بھی کلام کیا ہے منجملہ اُن کے دفتر اول کے ایک مکتوب میں تو اسی رنگ میں اتنا لکھا ہے کہ گویا "الہامی معارف" کا چشمہ ہی پھوٹ پڑا ہے، یہ مکتوب حضرت خواجہ محمد اشرف کابلیؒ کے نام ہے، اس کے بعض حصے تو عام افہام، بلکہ متوسطین کی عقول سے بھی بالاتر ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جن کو اوساطِ ناس بھی سمجھ سکتے ہیں یہاں اسی حصہ کا اقتباس درج کیا جاتا ہے (ترجمہ بطور حاصل مطلب عرض کیا جائے گا)

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات معلوم اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف باد بعضے از علوم غریبہ و اسرار عجیبہ و مواہب لطیفہ و معارف شریفہ کہ اکثر انہا تعلق بفضائل و کمالات حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرارؓ داشتہ بحسب فہم قاصر خود مینویسد بگوش ہوش استماع فرمایند ــــ کہ حضرت صدیق و فاروق باوجود حصول کمالات محمدی و وصول بدرجات ولایت مصطفوی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام درمیان انبیاء را تقدم در طرف ولایت مناسبت بحضرت ابراہیم صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیٰ نبینا و علیہ دارند، و در طرف دعوت کہ مناسب مقام نبوت

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر باسعادت خواجہ محمد اشرف کو معلوم ہو کہ حضرات خلفاء اربعہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے فضائل و کمالات کے متعلق بعض خاص علوم و معارف اور حق تعالیٰ کے بخشے ہوئے عجیب و غریب اسرار و لطائف حوالہ قلم کرتا ہوں، توجہ سے سنیں ــــ حضرت صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ عنہما) کو اگرچہ کمالات محمدی حاصل ہیں اور یہ حضرات ولایت مصطفوی کے درجات اگرچہ طے کر چکے ہیں، تاہم انبیاء سابقین میں ان کو بلحاظ ولایت حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ سے اور باعتبار دعوت (جو مقام نبوت سے متعلق ہے) حضرت موسیٰؑ سے مناسبت اور مشابہت حاصل ہے

Marfat.com

است مناسبت بحضرت موسیٰ دارند صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہ وحضرت ذو النورین در ہر دو طرف مناسبت بحضرت نوح دارند صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہ، و حضرت امیر در ہر دو طرف مناسبت بحضرت عیسیٰ دارند صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہ، وچوں حضرت عیسیٰ روح اللہ است و کلمۃ اللہ لاجرم طرف ولایت در ایشاں غالب است از جانب نبوت ودر حضرت امیر نیز بواسطہ آں مناسبت طرف ولایت غالب است"۔

اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کو "ولایت و دعوت" دونوں میں حضرت نوح علیہ السلام سے مناسبت خاصہ ہے اور حضرت علی مرتضیٰ کو نبوت و دعوت دونوں کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ سے خاص مناسبت ہے --- اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لئے بہ نسبت جہت نبوت کے ان میں ولایت کی جہت غالب ہے اور اسی مناسبت سے حضرت علی مرتضیٰ میں بھی ولایت کی جہت غالب ہے۔

پھر ایک دقیق تحقیق کے بعد فرماتے ہیں ؛-

حضرت صدیق و فاروق حامل بار نبوت محمدی اند علی اختلاف المراتب وحضرت امیر بواسطہ مناسبت حضرت عیسیٰ وغلبہ جانب ولایت حامل بار ولایت محمدی اند وحضرت ذو النورین باعتبار برزخیت حمل بار ہر دو طرف فرمودہ اند و تواند بود کہ باین اعتبار نیز ایشاں را ذو النورین گویند

حضرت صدیق اور حضرت فاروق علی فرق مراتب نبوت محمدی کے بار کے حامل ہیں، اور حضرت علی مرتضیٰ مناسبت عیسوی اور غلبہ جانب ولایت کی وجہ سے ولایت محمدی کے بار کے حامل ہیں اور حضرت عثمان ذو النورین اپنی "درمیانی حیثیت" کی وجہ سے نبوت محمدی اور ولایت محمدی دونوں نسبتوں کے حامل ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ اس لحاظ سے بھی ان کو ذو النورین کہیں۔

ذو النورین کی ایک وجہ

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں ؛-

وچوں امیر حامل بار ولایت محمدی بودہ اند اکثر سلاسل اولیاء بایشاں منتسب گشت و

اور چونکہ حضرت علی مرتضیٰ پر ولایت محمدی کی نسبت کا اثر غالب ہے اس لئے اولیاء اللہ کے اکثر سلسلے انہی سے

اکثر سلاسل کی نسبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہونیکی وجہ

Marfat.com

کمالات حضرت امیر بیش از کمالات حضرت
شیخین بر اکثر اولیاء عزت که کمالات ولایت
مخصوص اند ظاہر شد اگر نہ اجماع اہلسنت
بر افضلیت شیخین بودے کشف اکثر اولیاء عزالت
بافضلیت حضرت امیر حکم کردے زیراکہ کمالات
حضرات شیخین شبیہ کمالات انبیاء است علیہم
الصلوٰت والتسلیمات دست ارباب ولایت
اند امان آن کمالات کوتاہ است و کشف ارباب
کشوف بواسطہ علو درجات آنہا در راہ، کمالات
ولایت در جنب آن کمالات کالمطروح
فی الطریق اند، کمالات ولایت زینہا انداز
برائے عروج بر کمالات نبوت، پس مقدمات
را از مقاصد چہ خبر بود و مبادی را از مطالب
چہ شعور، امروز این سخن بواسطہ بُعد عہد نبوت
بر اکثرے گرانست و از قبول دور لیکن چہ
توان کرد سہ

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذ ازل گفت ہمہ میگویم

اما الحمد للہ سبحانہ والمنتہ کہ درین گفتگو
بعلمائے اہلسنت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم موافقم
و بہ اجماع ایشان تمسک استدلالی ایشان را برین

نسبت رکھتے ہیں اور بہت سے گوشہ گیر اولیاء جنکو
صرف کمالات ولایت ہی سے حصہ ملا ہے (اور کمالات
نبوت سے ان کو مناسبت نہیں ہے) حضرت امیرؓ کے
کمالات، حضرات شیخین سے زیادہ ظاہر ہوتے ہیں۔
حتیٰ کہ اگر شیخین کی فضیلت پر اہل سنت کا اجماع ہوتا
تو ان اکثر اولیاء کا کشف حضرت علی مرتضیٰ ہی کی افضلیت
کا فیصلہ کرتا۔ کیونکہ حضرات شیخین کے کمالات انبیاء
علیہم السلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ان ارباب
ولایت کی دسترس وہاں تک نہیں ہے، اور نیز ان کشف
والوں کے کشف کی پرواز بھی ان پیغمبرانہ کمالات
کی بلندی سے نیچے ہی نیچے ہے، ہاں! ہاں!! کمالات
ولایت ان کمالات نبوت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ
اور پیش پا افتادہ ہیں، کمالات ولایت تو کمالات
نبوت کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے زینے ہیں، اور
ان دونوں میں مقدمات اور مقاصد، یا مبادی اور
مطالب کی نسبت ہے، نبوت کی روشنی سے دوری کے
باعث بہت ممکن ہے کہ آج یہ بات بہت سوں پر
گراں ہو اور وہ اس کو ماننے کے لئے تیار نہوں لیکن میں
کیا کروں اور کیا کر سکتا ہوں میری مثال تو طوطی کی سی
ہے سکھانے والے نے جو اس کو سکھایا ہو وہی اس نے بولدیا
بہر حال اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ میں اس بارہ

کشفے ساختہ اند و اجمالی را تفصیلی۔ ایں فقیر را
تا زمانیکہ بکمالات مقام نبوت بتبعیت پیغمبر
خود نرسانیدند و ازاں کمالات بہرہ تمام
ندادند بر فضائل شیخین بطریق کشف اطلاع
نہ بخشیدند و غیر از تقلید راہے نہ نمودند،
الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا
لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد
جاءت رسل ربنا بالحق "

روزے شخصے نقل کرد کہ نوشتہ اند
کہ نام حضرت امیر بر در بہشت ثبت کردہ اند
بخاطر رسید کہ حضرات شیخین را خصائص
آں موطن چہ باشد بعد از توجہ تام ظاہر شد کہ
دخول ایں امت در بہشت باستصواب
و تجویز ایں دو اکابر خواہد بود گویا حضرت
صدیق بر در بہشت ایستادہ اند و تجویز
دخول مردم مے فرمایند و حضرت فاروق دست
گرفتہ بدرون مے برند، و مشہود میگردد کہ
گویا تمام بہشت بنور حضرت صدیق مملو است
در نظر ایں حقیر حضرات شیخین را در میان
جمیع صحابہ شان علیحدہ است و درجہ منفردہ
گویا ہیچ احدے مشارکت ندارند۔

جنت اور شیخین

میں حضرات علماء اہلسنت کی رائے کے موافق ہوں اور ان کے
اجماع سے متفق، ہاں انکو جو چیز استدلال سے معلوم ہوئی
تھی مجھپر اسکو منکشف کردیا گیا ہے اور جو بات انکو بالاجمال
دریافت ہوئی تھی وہ مجھپر بالتفصیل ظاہر کردی گئی ہے
اس فقیر کو تو جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت
اور آپ کے طفیل میں کمالات مقام نبوت تک پہنچا نہیں
دیا گیا اور ان سے کافی حصہ عنایت نہیں فرمادیا گیا
کشفی طور پر فضائل شیخین کی اطلاع ہی نہیں دی گئی
اور اس بارہ میں سوائے تقلید کے کوئی راہ ہی نہیں
دکھلائی گئی، پس حمد ہے اس خدا کو جس نے ہم کو ہدایت
دی اور اگر وہ رہنمائی نہ فرماتا تو ہم راہ یاب نہیں ہوسکتے تھے،

ایک دن ایک شخص نے نقل کیا کہ لکھنے والوں نے لکھا
ہے کہ حضرت علی مرتضی کا نام نامی جنت کے دروازہ
پر لکھا ہوا ہے، تو مجھے خیال آیا کہ پھر اسجگہ حضرات شیخین کو
کیا خصوصیت حاصل ہوگی؟ توجہ سے معلوم ہوا کہ جنت
میں اس امت کا داخلہ انہی ہر دو بزرگوں کی تجویز اور
صوابدید سے ہوگا، گویا صدیق اکبر جنت کے دروازہ
پر کھڑے ہیں اور لوگوں کا داخلہ تجویز کرتے اور حضرت
فاروق گویا ہاتھ پکڑ پکڑ کے اندر لیجاتے ہیں اور یہ
نظر آتا ہے کہ گویا ساری جنت حضرت صدیق اکبر کے نور سے
معمور ہے، اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخین کی شان تمام صحابہ

Marfat.com

حضرت صدیقؓ با حضرت پیغمبر علیہ الصلوات والتسلیمات گویا ہمخانہ است اگر تفاوت است بعلو وسفل است، وحضرت فاروقؓ نیز بطفیل حضرت صدیقؓ باین دولت مشرف اند وسائر صحابہ کرام آں سرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نسبت ہمسرائے او دارند یا ہم شہرے، باولیاء امت خود چہ رسد ع

"این بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم"

پس اینہا از کمالات شیخین چہ دریابند"

یں سب سے الگ اور بالکل نرالی ہے جس میں کسی کی کوئی شرکت نہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم خانہ ہیں اور فرق ہے تو صرف نیچا اور اوپر کا (یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالائی منزل میں ہیں اور حضرت صدیق اسی محل کی تحتانی منزل میں) اور حضرت فاروقؓ بھی بطفیل حضرت صدیق اس دولت سے مشرف ہیں، اور باقی تمام صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ صرف ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت حاصل ہے، پھر اولیاء امت کی وہاں کیا رسائی ع

ہے یہی کافی کہ آئے دور سے بانگ جرس

پس یہ ارباب ولایت جبکہ شیخین کی منزل سے اتنے دور ہیں تو ان کے کمالات کا کیا ادراک کر سکتے ہیں۔"

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:-

وشیخین بعد از موت نیز از حضرت پیغمبر جدا نشدند وحشر نیز درمیان ایشاں خواہد بود چنانچہ فرمودہ، پس افضلیت بواسطہ قربیت ایشاں را بود ـــــ این قلیل البضاعت از کمالات ایشاں چہ گوید واز فضائل ایشاں چہ بیان نماید، ذرہ را چہ یارا کہ سخن از آفتاب گوید، وقطرہ

حضرات شیخین تو وفات کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے اور حضور قبر مبارک سے اس حال میں اٹھیں گے کہ ایک جانب حضرت صدیقؓ ہونگے اور دوسری طرف حضرت فاروقؓ جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے ایک حدیث میں اسکی خبر دی ہے، پس اس نزدیکی اور دائمی حضوری کیوجہ سے افضلیت انہی کو ہے، یہ ناچیز حضرات شیخین کے فضائل کے متعلق کیا بیان کرے

Marfat.com

راچہ مجال کہ حدیث بحر عماں بر زباں آرد اولیا، کہ برائے دعوت خلق مرجوع اند و از ہر دو طرف ولایت و دعوت بہرہ دارند، و علماء مجتہدین از تابعین و تبع تابعین بنور کشف صحیح و فراست صادقہ و اخبار متتابعہ فی الجملہ کمالات شیخین را دریافتہ اند، و شمہ از فضائل ایشاں شناختہ ناچار حکم بافضلیت شان نمودہ اند و بر ایں معنی اجماع فرمودہ اند و کشفے کہ برخلاف ایں اجماع ظاہر شدہ بر عدم صحت حمل نمودہ اعتبار نکردہ اند کیف وقد صح فی الصدر الاول افضلیتھما کما روی البخاری عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکرؓ احداً ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم نترک اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا نفاضل بینھم" ــــ وفی روایۃ لابی داؤد قال کنا نقول ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیّ افضل امۃ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعدہٗ

اور کیونکر اب گستاخی کرے، ذرہ کو کہاں طاقت کہ آفتاب کی باتیں کرے اور قطرہ کی کیا ہستی کہ عمان کے زخار سمندر کے متعلق زبان کھولے، وہ اولیاء کرام جنکو "دعوت خلق" کا کام سپرد ہے، اور جنھیں ولایت و دعوت الی اللہ دونوں چیزوں سے حصہ وافر ملا ہے انہوں نے کشف صحیح کی روشنی میں اور تابعین و تبع تابعین میں سے ائمہ مجتہدین نے اپنی فراست صادقہ اور احادیث متواترہ سے حضرات شیخین کے کمالات دریافت کئے ہیں، اور ان کے فضائل میں سے بہت تھوڑا سا حصہ انکے علم میں آیا ہو ناچار انہوں نے حضرات شیخین کی افضلیت کا حکم لگایا اور اس پر اجماع کیا اور طے کر دیا کہ اگر کسی کو اپنے کشف سے اس کے خلاف ظاہر ہو تو وہ غیر صحیح اور نامعتبر ہے ــــ اور بھلا افضلیت شیخین کے خلاف کسی کا کشف کیونکر معتبر ہو سکتا ہے حالانکہ صدر اول (عہد نبوی) میں ان کی افضلیت مسلّم ہو چکی تھی جیسا کہ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہو کہ ہم عہد نبوت میں ابو بکرؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، ــــ پھر عمرؓ کو، پھر عثمانؓ کو، ان کے بعد تمام صحابہؓ کو چھوڑ دیتے تھے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے، اور ابو داؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلعم ہمارے درمیان موجود تھے

ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ — دنیا میں رونق افروز تھے تو ہم کہا کرتے تھے کہ اس
رضی اللہ تعالیٰ عنہم" — امت میں افضل ترین ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ
(مکتوب ۲۵۱ ص ۲۶۹-۲۷۱) — رضی اللہ عنہم اجمعین)

افضلیت شیخین کے مسئلہ پر بعض اور مکاتیب میں بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس قسم کے معارف ارقام فرمائے ہیں، لیکن ہم بقصد اختصار یہاں انہیں اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں، اس آخری مکتوب کے اقتباسات سے دوسرے نادر فوائد اور عجیب وغریب اسرار ولطائف کے علاوہ ناظرین کرام کو اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا ہو گا، کہ اکثر سلاسل اولیاء اللہ کا انتساب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیوں ہے؟ اور عام ارباب ولایت کو جناب مرتضوی ہی سے زیادہ مناسبت کی وجہ کیا ہے؟ اور نیز اس مکتوب شریف سے یہ عقیدہ بھی حل ہو گیا کہ بعض ارباب ولایت پر حضرت علیؓ کے فضائل وکمالات بہ نسبت حضرات شیخین کے جو زیادہ منکشف ہوتے ہیں تو اس کا سبب اور منشا کیا ہے؟

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تحقیق (صرف غور وفکر والی تحقیق نہیں بلکہ الہامی تحقیق اور ربانی تلقین) کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرات شیخین کو چونکہ مقام نبوت سے زیادہ قرب ہے اور نسبتہً کمالات نبوت کا زیادہ غلبہ ہے اس لئے اُن کے کمالات خاصہ تک اُن عام ارباب ولایت کی رسائی ہی نہیں ہوتی جن کی پرواز صرف مقام ولایت تک ہے، اور چونکہ حضرت علی مرتضیٰؓ میں ولایت کی جہت ہی غالب ہے اور ان پر کمالات ولایت ہی کا غلبہ ہے اس لئے عام ارباب ولایت اُن کے کمالات وفضائل کا ادراک خوب کرسکتے ہیں، اسی واسطے حضرت امیرؓ کے فضائل وکمالات بہ نسبت حضرات شیخین کے ان پر زیادہ منکشف ہوتے ہیں، اور اسی قرب ومناسبت کا یہ اثر ہے کہ اولیاء اللہ کے اکثر سلاسل حضرت علی مرتضیٰؓ سے نسبت رکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مرقد پاک کو منور فرمائے اس تحقیق انیق نے

Marfat.com

کتنی الجھنیں صاف کر دیں اور کتنی تاریکیوں کو روشنی سے بدل دیا ــــ روح مجدد شاد باد!

حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے متعدد مکاتیب میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ "افضلیت شیخین کا عقیدہ اہل سنت کے "ضروریات" اور اجماعیات میں سے ہے اور اس سے اختلاف کرنے والا اہلسنت سے خارج ہے چنانچہ دفتر اول کے مکتوب ۲۶۹ میں ارقام فرماتے ہیں :-

کسیکہ حضرت امیرؓ را افضل از حضرت صدیقؓ گوید از جرگہ اہلسنت مے برآید

جو کوئی حضرت علیؓ مرتضیٰ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل کہے وہ گروہ اہل سنت سے خارج ہے۔

حضرت عثمان کی افضلیت :-

معلوم ہو چکا ہے کہ جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرات خلفاء اربعہ کی فضیلت کی ترتیب بھی وہی ہے، جو خلافت کی ترتیب ہے، یعنی جس طرح شیخین کے بعد خلافت کے اعتبار سے حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا نمبر ہے اسی طرح فضیلت کے لحاظ سے بھی ان کا تیسرا مرتبہ ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ چوتھے نمبر پر ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) ــــ لیکن بعض حضرات اہل علم سے حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے بارہ میں تردد اور توقف بھی ظاہر ہوا ہے بظاہر تو یہ ایک غیر اہم سی بات ہے لیکن درحقیقت اس کا نتیجہ بھی جلیل القدر صحابہ کرام کا تخطیہ ہے کیونکہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے ہوتے ہوئے خلافت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل نیابت و جانشینی) کے لئے حضرت عثمانؓ کا انتخاب جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک مجلس شوریٰ ہی نے کیا تھا، اگرچہ اس مجلس شوریٰ نے (جس میں خود حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ بھی شامل تھے) آخر کار انتخاب کے پورے اختیارات عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیدیئے تھے لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے تنہا اپنی رائے سے فیصلہ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس وقت مدینہ طیبہ میں ان کی نظر میں جو ــــ صاحب الرائے اور قابل مشورہ حضرات تھے خفیہ طور پر اون سب سے، فرداً فرداً انھوں نے رائے حاصل کی۔ اُن کا بیان ہے کہ: مجھے دو شخص بھی ایسے نہ ملے جو حضرت علیؓ کو حضرت

Marfat.com

عثمانؓ پر ترجیح دیتے ہوں"۔۔۔ اور اس لئے انھوں نے حضرت عثمانؓ کو ہی منصب خلافت تفویض کر دیا۔

بہرحال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور بہ نسبت حضرت علی مرتضیٰؓ کے اُن کی فوقیت بھی گویا جمہور صحابہ کرام کی متفقہ رائے ہے، پس اس سے اختلاف کرنا گویا تمام صحابہ کرام کو غلطی قرار دینا ہے اور بلا شبہ شیعی خیالات کے دل میں گھسنے کے لئے یہ پہلا چور دروازہ ہے، اس لئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس کا انسداد بھی ضروری سمجھا، اور صاف ارقام فرمایا:۔

اکثر علماء اہلسنت بر آنند کہ افضل بعد از شیخین عثمانؓ است، پس علیؓ و مذہب ائمہ اربعہ مجتہدین نیز ہمیں است و توقفے کہ در تفضیل عثمان از امام مالک نقل کردہ اند قاضی عیاض گفتہ کہ او رجوع کردہ است از توقف بسوئے تفضیل عثمان و قرطبی گفتہ است ہو الاصح انشاء اللہ تعالیٰ۔

اکثر علمائے اہلسنت اس مسلک پر ہیں کہ حضرات شیخینؓ کے بعد افضل ترین امت حضرت عثمانؓ ہیں، اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰؓ اور ائمہ اربعہ کا مذہب بھی ہے، اور بعض لوگوں نے جو امام مالکؒ سے افضلیت عثمان کے بارہ میں توقف نقل کیا ہے اس کے متعلق امام قاضی عیاض مالکی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اس سے رجوع فرما لیا اور آخر الامر افضلیت عثمان کے قائل ہو گئے تھے اور علامہ قرطبی نے بھی اس کی تصدیق اور تصحیح کی ہے۔

{یہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ اس بارہ میں حافظ علامہ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں اس کے متعلق حضرت امام مالکؒ کا جو ایک مقولہ نقل کیا ہے، اس کے بعد تو سکوت یا توقف کا احتمال باقی ہی نہیں رہا، "منہاج" میں امام مالک کا ارشاد حضرت عثمان و حضرت علی کے باہمی تفاضل کے باب میں یہ منقول ہے "لا اجعل من خاض فی دماء المسلمین کمن لم یخض فیھا"}

اس کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ایک ارشاد سے پیدا ہونے والے ایک شبہ کا جواب دیا ہے، اس شبہ اور اس کے جواب کا حاصل یہ ہے:۔

"وہ کہ حضرت امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا ہے، کہ اہل سنت و جماعت کی علامات

Marfat.com

میں سے شیخین کی افضلیت کا اعتقاد اور ختنین (حضرت عثمان وحضرت علیؓ)

سے محبت رکھنا بھی ہے۔

بادی النظر میں اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مراتب میں شاید کوئی

فرق نہیں ہے ـــ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

"کہ جن لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے انھوں نے حضرت امام کے اس ارشاد کی

مدح، اور اس کے محل کو نہیں سمجھا، اصل بات یہ ہے کہ اختلافات اور فتنے

سوء اتفاق سے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہی کے زمانہ میں ہوئے ہیں

اس وجہ سے بعض لوگوں کو ان بزرگوں کی طرف سے بدظنی اور کدورت پیدا

ہو سکتی ہے حضرت امام نے اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ختنین حضرت

عثمانؓ وحضرت علیؓ کی صرف محبت و مودت کو شعائر اہل سنت میں سے قرار

دیا ہے، اور اس جگہ ان ہر دو بزرگوں کے باہمی فرق مراتب سے نفیاً یا اثباتاً

کوئی بحث بلکہ اس کا کوئی لحاظ بھی نہیں ہے۔"

آخر میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:۔

کیف وکتب الحنفیۃ مشحونۃ بان افضلیتھم علی ترتیب خلافتھم

یعنی اور بھلا حضرت امام اعظم کے متعلق توقف یا عدم تفاضل ما بین حضرت عثمانؓ

وحضرت علیؓ کا خیال کیونکر قائم کیا جا سکتا ہے، حالانکہ کتب حنفیہ اس

تصریح سے بھری پڑی ہیں کہ ان کی افضلیت علیٰ ترتیب خلافت ہے۔"

باینہمہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ حضرت عثمان

کی افضلیت حضرت علیؓ وغیرہ دیگر صحابہ کرام پر اس درجہ یقینی اور قطعی نہیں ہے جس درجہ

کہ حضرات شیخین کی افضلیت جمیع صحابہ کرام پر چنانچہ اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

بالجملہ افضلیت شیخین یقینی است و افضلیت   الحاصل حضرات شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت

Marfat.com

حضرت عثمان دون اوست اما احوط آن است کہ منکر افضلیت حضرت عثمان را بلکہ افضلیت شیخین را نیز حکم بکفر نکنیم و مبتدع وضال دانیم،

عثمانؓ کی فضیلت اس سے کم درجہ کی، تاہم زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ افضلیت حضرت عثمان کے منکر (بلکہ حضرات شیخین کی افضلیت کے بھی منکر) کو کافر نہ کہا جائے ہاں ہم اس کو صاحب بدعت اور گمراہ جانیں گے۔

بعض "صلح کل" اور "رواداری" و "وسیع الخیالی" کے مدعی کہا کرتے ہیں کہ یہ تفضیل کی بحث ہی فضول اور لغو ہے، ہم تمام صحابہؓ کو برابر سمجھتے ہیں، آجکل اس قسم کے "وسیع الخیالوں" کی بڑی کثرت ہے حضرت مجدد علیہ الرحمہ ایسوں کے متعلق اسی مکتوب شریف میں فرماتے ہیں:۔

وآنکہ ہمہ را برابر داند، وفضل یکے بر دیگرے فضولی انگارد بو الفضول است عجب، بو الفضولی کہ اجماع اہل حق را فضولی داند۔

(مکتوب ۲۶۶ صـ ۳۳/۱)

اور جو شخص کہ سب کو برابر جانے اور ان کے باہمی تفاضل اور فرق مراتب کو فضول سمجھے وہ خود احمق اور بو الفضول ہے اور عجیب احمق ہے کہ تمام اہل حق کے اجماعی مسئلہ کو "فضول" کہتا ہے۔

مشاجرات صحابہ اور محاربین علی (رضی اللہ عنہم)

شیعہ صاحبان جن پہلوؤں سے عوام سنیوں کو ورغلایا کرتے ہیں اُن میں سے ایک مسئلہ صحابہ کرام کے اُن نزاعات اور محاربات کا ہے، جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں واقع ہوئے، حضرت علی مرتضیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اور دوہری قرابت پھر اُن کے فضائل و کمالات، اور اُن کی اسلامی خدمات، اِن چیزوں کی وجہ سے ہر مسلمان کو جناب مرتضوی سے جو عقیدت و محبت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔ چالاک شیعہ اسی راہ سے ناواقف اور عوام سنیوں کے دلوں میں اترتے ہیں، اور صحابہ کرام کے اجتہادی اختلافات و نزاعات اور مشاجرات و محاربات کو اپنی حاشیہ آرائیوں کے ساتھ ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ابتداءً ان کے سادہ ذہن میں یہ بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ میں گویا "دو" پارٹیاں

Marfat.com

تھیں ایک "پارٹی" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اور دوسری "پارٹی" اُن کے مخالفین کی اور یہ دوسری پارٹی حضرت علیؓ سے بس خلافت چھیننا چاہتی تھی اور جمل وصفین کی لڑائیاں اور دوسرے اختلافات سب اسی سلسلہ کے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام جو تفصیلی واقعات اور اصل حقائق سے بیخبر ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سچی محبت اور پختہ عقیدت ہوتی ہے وہ حضرت علیؓ سے اختلاف کرنے والے صحابہ کرام یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت معاویہؓ وغیرہ سیکڑوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدظن ہوجاتے ہیں، اور کبھی یہ بدظنی بغض و عداوت تک پہنچ جاتی ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس اصولی گمراہی کے انسداد کے لئے بھی پورا زور قلم صرف کیا ہے اور بلامبالغہ بیسیوں پچاسوں مکتوبات میں ان مشاجرات و محاربات کی صحیح نوعیت پر روشنی ڈالی ہے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں،

مکتوبات کے دوسرے دفتر میں حضرتؒ کا ایک طویل مکتوب (جو چودہ صفحہ پر ہے اور اس میں مسائل شیعہ اور شبہات شیعہ ہی پر بحث ہے) خواجہ محمد تقی کے نام ہے (یہ حکومت وقت کے اعلیٰ عہدہ دار تھے جیسا کہ خود مکتوب کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے) اس مکتوب میں صحابہ کرامؓ کے اُن نزاعات اور مشاجرات کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:۔

اہلسنت شکر اللہ سعیہم مشاجرات و منازعات اصحاب خیر البشر را بر محامل نیک محمول میدارند و از ہوا و تعصب دور میدانند، زیراکہ نفوس ایشاں در صحبت خیر البشر علیہ و علیہم الصلوات و التحیات مزکی شدہ بود و سینہائے ایشاں از عداوت	اہلسنت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزاعات و اختلافات کو اچھے محامل پر محمول کرتے ہیں اور خواہش نفسانی و تعصب وغیرہ سے دور سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے اثر سے ان کے نفوس صاف ہوگئے تھے اور سینے عداوتوں اور کینوں سے قطعی پاک۔

Marfat.com

دکینہ پاک گشتہ غایت ما فی الباب چوں بہر کدام مارا رائے واجتہاد بودہ وہر مجتہد را عمل بموافق رائے خود واجب بضرورت در بعض امور بسبب مخالفت آراء مخالفت ومشاجرت لازم گشت وہر یکے را تقلید رائے خود صواب آمد پس مخالفت شان در رنگ موافقت برائے حق بودہ نہ برائے ہوا و ہوس نفس امارہ ــــ

بیش از یں نیست کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک رائے تھی اور اپنا اپنا اجتہاد، اور معلوم ہے کہ ہر مجتہد پر اپنے اجتہاد اور صوابدید کے مطابق عمل کرنا واجب ہے پس اختلاف آراء کی وجہ سے یہ مخالفت اور منازعت ناگزیر ہوئی اور ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا ضروری سمجھا لہذا ان کی یہ مخالفت رائے حق کی موافقت کے رنگ میں تھی نہ کہ نفس امارہ کی خواہش سے۔

(مکتوب ۳۶ دفتر دوم ص ۵۸)

پھر چند سطر کے بعد ارقام فرماتے ہیں:-

محاربان حجم غفیر اند از اہل اسلام و از اجلہ اصحاب اند وبعضے از ایشاں مبشر بہ جنت بتکفیر و تشنیع ایشاں امر آسان نیست کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم، قریباً نصف دین وشریعت را نزدیک است کہ ایشاں تبلیغ کردہ باشند اگر ایشاں مطعون باشند اعتماد از شطر دین مے خیزد"

جن لوگوں کی حضرت علیؓ سے نزاعات ہوئے اور جنگ و قتال تک نوبت پہونچی وہ اہل اسلام کی بہت کثیر جماعت ہے اور انہیں میں بہت سے جلیل القدر صحابی ہیں اور ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنکو دنیا ہی میں زبان نبوت سے جنت کی بشارت مل چکی ہے ان کی تکفیر اور علی ہذا ان کو برا بھلا کہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے ... دین و شریعت کا قریباً نصف حصہ ایسا ہوگا جو انہی کی وساطت سے امت کو پہنچا ہے اگر وہ بھی مجروح و مطعون ہو جائیں تو آدھا دین بے اعتبار ہو جائے۔

پھر اسی مکتوب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں:-

باید دانست لازم نیست کہ امیر در جمیع امور خلافیہ محق باشند و مخالف ایشاں بر خطا ہر چند

معلوم ہونا چاہئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام اختلافی امور میں حضرت علیؓ ہی برحق ہوں اور ان سے اختلاف

در امر محاربہ حق بجانب امیر بودہ زیرا کہ بسا است کہ در احکام خلافیہ صدر اول علماء تابعین وائمۂ مجتہدین مذہب غیر امیر را اختیار کردہ اند و حکم بآں مذہب کردہ اگر حق بجانب امیر متعین بودے بخلاف آں حکم نہ کردے ...... پس بر مخالفت امیرؓ گنجائش اعتراض نباشد و مخالفان مطعون و ملازم نباشند۔"

کرنے والے ناحق پر، اگرچہ یہ مسلّم ہے کہ ان جنگوں میں حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر اختلافی معاملہ میں وہی برسرِ حق تھے ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی جگہ قرن اول کے اختلافی مسائل میں علماء تابعین وائمۂ مجتہدین نے حضرت علیؓ کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کیا ہے اور اس کے مطابق حکم دیا ہے حالانکہ اگر حق انہی کی جانب متعین ہوتا تو یہ حضرات ایسا نہ کرتے ...... پس صرف حضرت علیؓ سے اختلاف کرنے کی بنا پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور ان اختلاف کرنیوالوں کو طعن و ملامت کرنا روا نہیں ہو سکتا۔

اسی دفتر کے مکتوب ۶۷ میں جو حضرتؒ نے خان جہاں کو لکھا ہے اور جو تمام ضروری عقائد اہل سنت پر حاوی ہے فرماتے ہیں۔

محاربات و منازعات کہ درمیان اصحاب کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اند مثل محاربہ جمل و صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از ہوا و تعصب دور باید داشت چہ نفوس ایں بزرگواران در صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از ہوا و ہوس مزکی شدہ بودند و از حرص و کینہ پاک گشتند اگر مصالحت دارند برائے حق دارند و اگر منازعت و مشاجرت است برائے

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان جو باہمی جنگیں ہوئیں مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین ان سب کو اچھے محامل پر محمول کرنا اور خود غرضیوں و تعصبات سے دور رکھنا چاہئے یہ اکابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے ہوا و ہوس اور کینہ و حرص سے پاک صاف ہو گئے تھے یہ اگر کسی سے مصالحت رکھتے تھے تو صرف حق کے لئے اور اگر کسی سے لڑتے جھگڑتے تھے تو صرف اللہ کے واسطے بلاشبہ ان میں سے ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور بغیر کسی تعصب اور خود غرضی

Marfat.com

حق بجانب است هر گروه بہ مقتضائے اجتهاد
خود عمل نموده اند و مخالفت را بے شائبہ
تعصب...... از خود دفع کرده اند هر کہ
در اجتهاد خود مصیب است دو درجہ
و بہ قولے ده درجہ ثواب دارد و آن
کہ مخطی یک درجہ ثواب اورا نقد وقت
است پس مخطی در رنگ مصیب از ملامت
دور است بلکہ امید درجہ از درجات
ثواب دارد علماء فرموده اند کہ در ان
محاربات حق بجانب امیر بوده است
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و اجتہاد مخالفان
از صواب دور بوده مع ذالک سزاوار طعن
نیستند و گنجایش ملامت ندارند چہ جائے
آن کہ نسبت کفر یا فسق کرده شود. امیر کرم اللہ
وجہہ فرموده است برادران ما باغی
گشتند ایشاں نہ کافر اند نہ فاسق۔
زیرا کہ ایشاں را تاویل است کہ
منع کفر و فسق می نماید ـــ حضرت پیغمبر
ما فرموده است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام ایاکم وما شجر بین اصحابی
پس جمیع اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات

جذبہ کے دوسروں کو اپنے سے دفع کیا، پس اُن کا
حال یہ ہے کہ جس کا اجتہاد ان میں سے ٹھیک تھا اس کو
دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے
ثواب ملیگا اور جس سے اجتہاد میں غلطی ہوئی ایک درجہ
ثواب سے وہ بھی خالی نہیں رہیگا، غرض جن لوگوں سے
اجتہاد میں غلطی ہوئی وہ اسی طرح طعن و ملامت
سے دور ہیں جس طرح کہ فریق ثانی، بلکہ جیسا بتلایا
گیا وہ بھی کم از کم ایک درجہ ثواب کے مستحق
ہیں ـــ ہاں علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ ان
جنگوں میں حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا اور
آپ کے مخالفین سے اجتہاد میں غلطی ہوئی ـــ
بایں ہمہ ان پر طعن نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی ملامت
ہی کی گنجایش ہے کجا یہ کہ کفر یا فسق کی ان کی
طرف نسبت کی جائے خود حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ نے ان کے حق میں فرمایا ہے "یہ ہمارے بھائی
ہیں ہم سے باغی ہو گئے ہیں نہ وہ کافر ہیں نہ فاسق
کیونکہ ان کا یہ اختلاف تاویل پر مبنی ہے جو کفر
و فسق کے لئے مانع ہے ـــ اور ہمارے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم بچو میرے صحابہ
کے اختلافات میں دخل دینے سے" پس ہم کو تمام
اصحاب کرام کی تعظیم کرنا اور سب کو اچھے لفظوں

Marfat.com

والتسلیمات بزرگی باید داشت و ہمہ را بہ نیکی یاد باید کرد و در حق ہیچ یکے ازیں بزرگواران بد نباید بود و گمان بد نباید کرد ..... و منازعت ایشانرا بہ ازمصالحت دیگراں باید داشت طریق فلاح و نجات ایں است چہ دوستی اصحاب کرام بہ واسطہ دوستی پیغمبر است علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات۔ بزرگے فرماید ما آمن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ"

سے یاد کرنا چاہئے اور ان میں سے کسی کے حق میں بدگوئی اور بدگمانی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ اُن کے ان اختلافات کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہئے، نجات اور کامیابی کی یہی راہ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطہ سے ہے، ایک بزرگ (حضرت شیخ شبلیؒ) فرماتے ہیں کہ جس نے اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توقیر و تعظیم نہیں کی وہ گویا حضور پر ایمان ہی نہیں لایا۔ والعیاذ باللہ

صحابہ کرام کے مشاجرات کے متعلق اس قسم کے مضامین مکتوبات شریف میں بکثرت ہیں یہاں بقصد اختصار ان ہی چند اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ہاں اسی کے ساتھ یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے صرف اس اصولی بحث ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جن صحابہ کرام کے حضرت علیؓ مرتضیٰ سے نزاعات اور محاربات ہوئے ہیں ان کے فضائل و مناقب بھی آپ نے اپنے مکتوبات شریف میں بڑے اہتمام سے لکھے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد کوئی صحیح الایمان اُن بزرگوں کی طرف سے کبھی بدگمان نہیں ہو سکتا، ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا)

حضرت علیؓ مرتضیٰ کے محاربین میں ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمہ ان محاربات ہی پر کلام کرتے ہوئے ایک موقعہ پر ارقام فرماتے ہیں:۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہ حبیبہ حبیب رب العالمین بودہ است و تا لب گور مقبولہ و منظورہ او علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عائشہ صدیقہؓ جو محبوب رب العالمین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ اور اخیر لمحۂ حیات تک حضور کی منظورِ نظر رہیں اور جن کے حجرہ

Marfat.com

بوده وحضرت پیغمبر در مرض موت را بحجرهٔ او بسر
برده و در کنار او جان داده و در حجرهٔ مطهره
او مدفون گشته. مع ذلک المشرف حضرت
صدیقه عالمه ومجتهده بوده است و پیغمبر
علیه وعلی آله الصلوٰة والسلام بیان شطر
دین را باو حواله داشته واصحاب کرام در مشکلات
احکام رجوع بوے می نمودند و حل معضلات
از وے در یافتند ایں چنیں صدیقه مجتهده
را بواسطه مخالفت حضرت امیر مطعون
ساختن واشیائے ناشائسته را بوے
منسوب نمودن بسیار نامناسب است و
دور از ایمان به پیغمبر است علیه وعلی آله
الصلوٰة والسلام امیر اگر داماد حضرت پیغمبر
است و پسر عم است حضرت صدیقه زوجهٔ
مطهرهٔ اوست علیه وعلی جمیع اهل بیته الصلوات
والسلام و حبیبهٔ مقبولهٔ او علیه وعلی آله الصلوٰت
والسلام پیش ازیں بچند سال داب فقیر آں
بوده که اگر طعامے پخت مخصوص بروحانیات
مطهرهٔ اهل عبا می ساخت و بآں سرور حضرت
امیر و حضرت فاطمه و حضرات امامین
را ضم میکرد علیهم الصلوٰت والتسلیمات

بیمار کے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات
طیبہ کے آخری دن گذارے اور آخر کار جن کے
آغوش میں حضرت نے ملاء اعلی کو رحلت فرمائی اور
انہی کے حجرۂ مقدسہ میں آپ آجتک آرام فرما
ہیں، اور پھر علاوہ ان تمام چند در چند فضائل و
خصائص کے علم و اجتہاد میں بھی اُن کا پایہ نہایت
بلند تھا اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے
نصف دین کی تبلیغ و اشاعت اون کے سپرد کی تھی
اور صحابہ کرام مشکل معاملات اور اہم مسائل میں اُن کی
طرف رجوع کرتے تھے اور اُنہی سے ناقابل حل
گتھیاں حل کراتے تھے۔ پس ایسی صدیقہ مطہرہ کو
صرف حضرت علی مرتضی سے اختلاف کرنے کی وجہ سے
مطعون کرنا اور ناسزا باتیں اون کی طرف منسوب کرنا بہت
نامناسب اور ایمان سے دور ہے ؎

ہر گزم باور نمی آید ز روئے اعتقاد
ایں ہمہ را کردن و دین پیمبر داشتن

حضرت علیؓ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد
اور آپ کے چچا زاد بھائی ہیں تو حضرت صدیقہ آپ کی
زوجۂ مطہرہ اور محبوب ترین شریک زندگی ہیں۔ اب
سے چند سال سے پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ اگر حضرت رسالتمآب
صلعم کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکاتا تو حضور صلی اللہ

Marfat.com

شبے در خواب می بیند کہ آں سرور حاضر است علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فقیر بایشاں عرض سلام میکند متوجہ فقیر نمی شوند و روے بجانب دیگر دارند دریں اثنا بفقیر فرمودند کہ من طعام درخانہ عائشہؓ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہؓ فرستد ایں زماں فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آں بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہؓ را در طعام شریک نمی ساخت بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہماں اہل بیت اند شریک می ساخت و بجمیع اہل بیت توسل می نمود پس آزار و ایذا کہ بحضرت پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام از راہ حضرت صدیقہ برسد زیادہ ازاں آزار و ایذا ست کہ از راہ حضرت امیرؓ برسد بر عقلائے صاحب انصاف ایں معنی مخفی نیست ۔

(مکتوب ۳۶ دفتر دوم ص ۵۹-۶۰)

علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ زہرا اور حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کو شامل کیا کرتا تھا ایک دن رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں میں سلام عرض کرتا ہوں اور آپ فقیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور رخ مبارک دوسری طرف کئے ہوئے ہیں پھر اسی اثنا میں فقیر سے فرمایا کہ میں عائشہ کے گھر کھانا کھاتا ہوں جو مجھے کھلانا چاہے عائشہؓ کے گھر بھیجا کرے اس وقت فقیر کو معلوم ہوا کہ حضرتؐ کی عدم توجہی کا باعث یہ ہے کہ میں حضرت صدیقہؓ کو ایصال ثواب میں شریک نہیں کرتا تھا اس کے بعد تو میں نہ صرف صدیقہ طاہرہؓ بلکہ باقی تمام ازواج مطہرات کو بھی کہ سب ہی اہل بیت ہیں شریک کرنے لگا اور سب سے توسل کرنے لگا ـــــ الحاصل حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف حضرت علی مرتضیٰؓ کی شان میں گستاخی سے پہنچتی ہے اس سے کہیں زیادہ اذیت حضرت صدیقہؓ طاہرہ کے متعلق بیہودہ گوئی سے ہوتی ہے اور ہر صاحب عقل منصف اس فرق کو سمجھ سکتا ہے۔

حضرت طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہما)

جن صحابہ کرام سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے محاربات ہوئے ان میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، ان دونوں حضرات کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمہ اسی مکتوب میں

Marfat.com

اتمام فرمائے ہیں۔

طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما از کبار اصحاب
اند و در عشرہ مبشرہ بحث طعن و تشنیع ایشاں
نامناسب است و لعن و طعن ایشاں عاید بہ
لاعن و طاعن ہماں طلحہ و زبیر اند کہ حضرت
فاروق خلافت را بعد از خود درمیان شش
نفر شوریٰ گذاشت و طلحہ و زبیر را داخل
آنہا ساخت و بر ترجیح یکے بر دیگرے دلیل
واضح نیافت و طلحہ و زبیر باختیار خود نصیب
خلافت را گذاشتند و ہر یکی ترکت خطی گفتہ
و ہماں طلحہ است کہ پدر خود را بواسطہ سوء
ادب کہ نسبت بآں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام از وے بوجود آمدہ بود کشتہ است
و سر او را در ملازمت آں سرور آوردہ
بود و در قرآن مجید ستائش او بریں فعل
آمدہ و ہماں زبیر کہ مخبر صادق علیہ
وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام قاتل او را وعید
بہ دوزخ فرمودہ حیث قال علیہ و
علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام قاتل زبیر
فی النار طاعن و لاعن زبیر از قاتل او
ہیچ کمی ندارد فالحذر الحذر ثم الحذر،
الحذر ثم الحذر ثم الحذر عن طعن

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابہ کرام میں
سے ہیں اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اُن پر کسی قسم کا
طعن روا نہیں اور اگر کوئی بد نصیب ان بزرگ ہستیوں
پر لعنت و ملامت کرے تو اسکی یہ لعنت و ملامت خود اسی پر
پڑیگی یہ وہی طلحہؓ اور زبیرؓ ہیں کہ جنکو حضرت فاروق
اعظمؓ نے ان چھ آدمیوں میں داخل کیا تھا جن کے متعلق
فرمایا تھا کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کو میرے بعد خلیفہ
منتخب کر لیں سو ان دونوں حضرات نے باختیار خود اپنے
نام واپس لے لئے اور صاف کہدیا "ترکت خطی"
یعنی ہم خلافت نہیں چاہتے اور یہ وہی تو طلحہؓ ہیں
جنہوں نے اپنے سگے باپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
شان میں بے ادبی کی وجہ سے قتل کر دیا تھا اور اسکا سر حضور
کے قدموں میں لاکر ڈالدیا اور قرآن مجید میں اُن کے اس
فعل پر تحسین و آفرین کی آیت نازل ہوئی ——— اور یہ
زبیر وہی زبیرؓ ہیں کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اُن کے قاتل کے دوزخی ہونے کی وعید سنائی تھی
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "قاتل زبیر فی النار" یعنی
زبیر کا قاتل جہنم میں جائیگا، میں کہتا ہوں کہ حضرت
زبیر پر طعن کرنے والے بھی اسکے قاتل سے کم نہیں ہیں
(اور ان کے لئے بھی عذاب نار مقرر ہے) پس خبردار الحذر
خبردار! بچو بچو، ان حضرات

Marfat.com

اكابر الدين وذم كبراء الانام الذين
بذلوا جهدهم في اعلاء كلمة الاسلام
ونصرة سيد الانام وانفقوا
اموالهم لتائيد الدين بالليل والنهار
وفي السر والجهار وتركوا لحب الرسول
عشائرهم وقبائلهم واولادهم
وازواجهم واوطانهم ومساكنهم
وعيونهم وزروعهم واشجارهم
وانهارهم واثروا القتل للرسول
عليه وعليهم الصلوٰة والسلام
على انفسهم واختاروا محبته على محبتهم
لمحبة اموالهم وذرياتهم
وهم الذين نالوا شرف الصحبة
وفازوا في صحبته ببركات النبوة
وشاهدوا الوحي وشرفوا بحضور
الملك ورأوا الخوارق والمعجزات
حتى صار غيبهم شهادة وعلمهم
عينا واعطوا من اليقين ما لا يعطى
لاحد من بعدهم حتى لا يبلغ انفاق
غيرهم مثل احد ذهبا مبلغ انفاق
من شعيرهم ولا نصيفه وهم الذين

اکابر دین اور اسلام کے پہلوٹے ایہ ناز فرزند تھے کی
بدگوئی سے بچے جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی
کوششیں ختم کر دیں اور حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی نصرت وحفاظت اور دین الٰہی کی تائید وحمایت
کے لئے اپنی جان ومال کی بازی لگا دی اور رات دن
خفیہ وعلانیہ اسی مقصد کے لئے سرگرم عمل اور ساعی رہے
اور انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی محبت کی خاطر اپنے کنبوں قبیلوں، اپنے دل کے ٹکڑوں
لڑکوں اور لڑکیوں، بیویوں اور دوسرے رشتہ داروں
کو چھوڑ دیا اور اپنے وطنوں اور گھروں اور اپنے چشموں
اور کھیتوں اور نہروں اور باغوں کو خیرباد کہہ دیا۔ اور
سخت اور خطرناک موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی جان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز سمجھا اور
اپنی محبت، اپنے مال واولاد کی محبت کے مقابلہ میں حضور
کی محبت کو ترجیح دی وہ وہ ہیں کہ انکو صحبت نبوی کا
شرف حاصل ہوا اور برکات نبوت ان کے حصہ میں آئے،
انہوں نے وحی کا آنا دیکھا فرشتوں کی حاضری سے وہ
مشرف ہوئے، اپنی آنکھوں سے انہوں نے حضور کے معجزات
اور آپ کی روشن نشانیاں دیکھیں حتی کہ جو غیب تھا وہ
ان کے لئے شہادت ہو گیا اور جو علم الیقین تھا وہ عین الیقین
سے بدل گیا، اور ان کو ایمان ویقین کا وہ درجہ حاصل ہوا جو

Marfat.com

اثنی اللہ تعالےٰ علیہم فی القرآن
المجید ورضی عنہم ورضوا عنہ
ذالک مثلہم فی التورٰۃ ومثلہم
فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ
فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی
سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم
الکفار سمی اللہ تعالیٰ غائظہم کفارا
فلیحذر عن غیظہم کما یحذر عن
الکفر واللہ سبحانہ الموفق۔"

جماعت کہ ایں چنیں نسبت را
باں سرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات
درست کردہ باشند ومقبول ومنظور او
علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات گشتہ
اگر در بعض امور بایکدیگر مخالفت کنند و
مشاجرت نمایند وبہ رائے واجتہاد خود
عمل فرمایند مجال طعن واعتراض نیست بلکہ
حق وصواب دراں موطن اختلاف است
وعدم تقلید رائے غیر خود است۔"

ان کے بعد کسی کو نہیں حاصل ہو سکتا حتی کہ خود سرورِ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آئندہ آنیوالا
کوئی مسلمان احد پہاڑ کی برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں
خرچ کردے تو وہ میرے صحابہ کے ایک سیر بلکہ آدھے
سیر جو کی برابر بھی نہیں ۔ الحاصل یہ قدسیوں کی وہی
جماعت ہے جن کی تعریف حق تعالےٰ نے قرآن مجید میں نازل
کی اور اعلان کر دیا کہ میں اُن سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے
راضی ہیں، اور دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ یہ انکا حال لکھا
جا چکا ہے توراۃ میں اور انکی مثال انجیل میں یہ ہے کہ
وہ کھیتی کی طرح ہیں کہ نکلا اس کا اکھوا پھر اس میں طاقت
آئی پھر وہ موٹی ہو گئی یہانتک کہ وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی
ہو گئی جس کو دیکھ کر کاشتکاروں کو خوشی ہوتی ہے یہ اس لئے
کہ جلیں ان کی وجہ سے کفار، پس اللہ تعالےٰ نے اُن سے
جلن اور عداوت رکھنے والوں کو کافر قرار دیا ہے لہٰذا
ان کے بغض وعداوت سے ایسا ہی پرہیز کرنا چاہئے
جیسا کہ کفر سے کیا جاتا ہے، جو جماعت اس مرتبہ کی ہو
اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نسبت حاصل
ہو اگر بعض معاملات میں اس کے افراد میں اجتہادی
اختلاف ہو جائے اور نوبت نزاع تک پہنچے۔ اور ہر ایک اپنی رائے اور اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرے تو اس میں
کسی کو طعن واعتراض کی گنجائش نہیں بلکہ حق وصواب اس موقع پر اختلاف ہی ہے کیونکہ صاحب اجتہاد دوسرے
کے اجتہاد پر عمل نہیں کر سکتا۔"

Marfat.com

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جن صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حضرت علیؓ مرتضیٰ سے اختلافات ہوئے اور جنگ و قتال کی نوبت آئی اُن میں سے ایک حضرت معاویہ بھی ہیں، اور چونکہ حضرت علیؓ مرتضیٰ سے ان کی جنگ دیر تک رہی، اور خلافت و امارت ان کے خاندان میں بہت دنوں تک رہی اس لئے ان کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈا حضرت عائشہ و حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی بہ نسبت بہت زیادہ کیا گیا اسی کا اثر ہے کہ بہت سے اپنے کو سنی کہنے اور سمجھنے والے بھی اگرچہ حضرت صدیقہؓ و حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے کسی قسم کا سوءِ ظن نہیں رکھتے، لیکن حضرت امیر معاویہ کی طرف سے بدگمانی رکھتے ہیں، اور ان کی شان میں بے ادبی کی جرأت کر جاتے ہیں حالانکہ یہ بھی رفض کا ایک شعبہ ہے، اس لئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے، حضرت معاویہ کے فضائل و مناقب کی نشر و اشاعت اور ان کی پوزیشن صاف کرنے کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائی ہے۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں، دفتر اول کا مکتوب نمبری ۲۵۱ جو خواجہ محمد اشرفؒ کے نام ہے جو اسی قسم کے مباحث سے بھرا ہوا ہے اور جس کے بعض اقتباسات تفضیلِ شیخین کے عنوان کے ذیل میں گذر بھی چکے ہیں اسی میں حضرت امیر معاویہؓ کے بارہ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

شیخ ابو شکور سلمی در تمہید تصریح کردہ کہ اہل سنت و جماعت برآنند کہ معاویہؓ با جمعے از اصحاب کہ ہمراہ او بودند بر خطا بودند خطائے ایشاں اجتہادی بود، و شیخ ابن حجر در صواعق گفتہ کہ منازعت معاویہؓ با امیرؓ از روئے اجتہاد بودہ و ایں قول را از معتقدات اہلسنت فرمودہ۔

شیخ ابو شکور سلمی نے اپنی کتاب "تمہید" میں تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہؓ اور صحابہ کرامؓ میں سے اُن کے وہ رفقاء جو جنگ میں ان کے ساتھ تھے اگرچہ خطا پر تھے لیکن ان کی یہ خطا اجتہادی تھی، اور ابن حجرؒ نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ سے حضرت معاویہؓ کا نزاع اجتہاد پر مبنی تھا اور اسکو انہوں نے اہلسنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔

اس کے بعد شارح مواقف کی ایک موہم عبارت پر تنبیہ اور ان کی غلطی کی اصلاح

Marfat.com

فرمانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:۔

قد صح انه کان اماما عادلا فی حقوق الله سبحانه وفی حقوق المسلمین۔

یہ بات صحت کے ساتھ معلوم ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت معاویہؓ حقوق اللہ اور حقوق المسلمین دونوں کے پورا کرنے میں خلیفۂ عادل تھے۔

پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:۔

و در احادیث نبوی باسناد ثقات آمده که حضرت پیغمبر علیه الصلوٰة والسلام در حق معاویه دعا کرده اند "اللهم علمه الکتاب والحساب وقه العذاب" و جائے دیگر در دعا فرموده اند اللهم اجعله هادیا مهدیا" و دعائے آنحضرت صلعم مقبول۔

اور احادیث نبویہ میں ثقہ راویوں کی سند سے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب معاویہؓ کے حق میں دعا فرمائی کہ "اے اللہ اسکو کتاب و حساب کا علم دے اور عذاب سے بچا" اور ایک اور موقع پر حضرت نے انھیں کیلئے دعا فرمائی کہ "خداوندا! اسکو ہادی مہدی بنا" اور حضورؐ کی دعا بلا ریب مقبول ہے۔

پھر چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:۔

و امام مالک رح که از تابعین است ..... و اعلم علمائے مدینه شاتم معاویه رضی الله تعالیٰ عنه و عمرو بن العاص را بقتل حکم کرده است ..... و ایضاً شتم او را در رنگ شتم ابی بکر و عمر و عثمان ساخته است ..... اے برادر معاویه تنها درین معامله نیست نصفے از اصحاب کرام درین معامله با وے شریک اند پس محاربان امیر اگر کفره یا فسقه باشند اعتماد از شطر دین می خیزد که از راه تبلیغ ایشاں بما رسیده است

اور امام مالکؒ جو تابعین میں سے ہیں (؟) اور اپنے زمانہ میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے اُن کا فتویٰ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے رفیق عمرو بن العاص کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ اور نیز امام مالک نے حضرت معاویہ کی گالی کو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین) کی گالی کے حکم میں قرار دیا ہے (یعنی ان کے نزدیک ان دونوں جرموں کی سزا قتل ہے) ..... اے بھائی! یہ معاملہ تنہا امیر معاویہؓ کا نہیں ہے قریباً نصف صحابہ کرام انکے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت علیؓ

Marfat.com

و تجویز نکند ایں معنی را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال دین است۔

سے جنگ کرنے والوں کو کافر یا فاسق کہا جائے تو آدمے دین سے ہاتھ دھونا پڑے گا جو انہی حضرات کی نقل و روایت سے ہم تک پہنچا ہے اور اس انجام سے کوئی ایسا زندیق اور ملحد ہی راضی ہو سکتا ہے جس کا مقصد ہی دین کو برباد کرنا ہو۔

پھر چند سطر کے بعد ارقام فرماتے ہیں :

امام غزالیؒ تصریح کردہ کہ آن منازعت بر امر خلافت نبودہ بلکہ در استیفاء قصاص در بدو خلافت حضرت امیرؓ بود شیخ ابن حجرؒ نیز ایں معنیٰ را از معتقدات اہلسنت گفتہ است۔

امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی وہ جنگ خلافت کے بارے میں نہیں تھی بلکہ اس کا تعلق بھی حضرت عثمانؓ کے قصاص ہی سے تھا۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی اس کو اہلسنت کے عقائد سے لکھا ہے۔

پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں :-

اے برادر طریق اسلم دریں موطن سکوت از ذکر مشاجرات اصحاب پیغمبر است علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات و اعراض از تذکرہ منازعات ایشاں پیغمبر فرمودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "ایاکم و ما شجر بین اصحابی" نیز فرمودہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذن وھم غرضاً۔

(مکتوب ۲۵۱ ص ۲۰۲-۲۰۳-۴، دفتر اول)

اے برادر اس بارہ میں سلامتی کی راہ اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات و معاملات کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے اور زبان کھولی ہی نہ جائے رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے "میرے صحابہ میں جو نزاعات ہوں، اُن سے الگ تھلگ رہو" نیز حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "میرے اصحاب کے بارے میں خدا کا خوف کرو اس کے مواخذہ سے ڈرو، اور ان کو اپنی تیز کلامی اور بدگوئی کا نشانہ نہ بناؤ"

شرف صحبت :-

شیعہ اور اہلسنت کے نقطہائے نظر میں ایک اصولی اختلاف یہ بھی ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک "صحبت رسولؐ" کی کوئی خاص اہمیت نہیں، جمہور صحابہؓ کو تو معاذ اللہ وہ مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور جن تین چار حضرات (حضرت مقدادؓ، سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، زید

بن ارقم) کے ایمان کے وہ قائل ہیں اور ان کی جو تعظیم و توقیر وہ کرتے ہیں تو وہ بھی اس لحاظ سے نہیں کہ وہ "اصحاب رسول" ہیں بلکہ صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ کی "پارٹی" میں شامل اور ان کے ناصر و مددگار رہتے، بہر حال نفس صحبتِ رسول کی ان کے نزدیک کوئی خاص وقعت نہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ صحبت رسالت کی حقیقی عظمت اگر کسی کے دل میں قائم ہو جائے اور اس کے واقعی فضل و شرف کو وہ سمجھ لے تو کبھی تشیع کا شکار نہیں ہو سکتا، اسلئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوبات میں اس اصول پر بھی بہت زیادہ زور قلم صرف کیا ہے دفتر اول کے مکتوب ۲۵۱ میں فرماتے ہیں:۔

بدانند کہ اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہمہ بزرگ اند ہمہ را بہ بزرگی یاد باید کرد خطیب از انس روایت کند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا و اختارلی منہم اصہارا و انصارا فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ ومن اذانی فیہم اذاہ اللہ وطبرانی از ابن عباس روایت کند رسول فرمودہ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین۔

جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام واجب التعظیم ہیں اور سب کو چاہئے کہ ان سب کو عزت اور عظمت کے ساتھ یاد کریں۔ خطیب حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے ساری مخلوق میں سے مجھے چنا اور پھر میرے لئے اصحاب منتخب کئے اور ان میں سے میرے رشتہ داروں اور مددگاروں کا انتخاب کیا پس جس نے انکے بارے میں میرے حق کی رعایت کی اسکی اللہ تعالیٰ رعایت کریگا۔ اور جس نے انکے بارے میں میرا دل دکھایا اللہ اسکو ایذا پہنچائیگا۔ اور طبرانی ابن عباس سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سارے آدمیوں کی لعنت۔

وابن عدی از عائشہؓ روایت کند رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ رسول فرمودہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام ان شرار امتی اجرأہم علی اصحابی۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بدترین وہ ہیں جو میرے اصحاب کے بارے میں زیادہ بے باک ہیں۔"

نیز اسی دفتر کے مکتوب ۵۹ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

وفضیلۃ الصحبۃ فوق جمیع الفضائل والکمالات ولهذا لم یبلغ اویس القرنی الذی هو خیر التابعین مرتبۃ ادنی من صحبه علیه الصلوٰۃ والسلام فلا تعدل بفضیلۃ الصحبۃ شیئا کائنا ما کان فان ایمانهم ببرکۃ الصحبۃ ونزول الوحی یصیر شهودیا۔ (دفتر اول م۵۹)

اور صحبت نبوی کی فضیلت تمام دوسرے فضائل و کمالات سے اعلیٰ و بالا ہے اور اسی واسطے حضرت اویس قرنی جو بلاشبہ تابعین میں افضل ترین ہیں کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے پس کسی چیز کو بھی صحابیت کی فضیلت کے ہم پلہ نہ ٹھیراؤ کیونکہ ان کا ایمان تو صحبت نبوی کی برکت اور نزول وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے شہودی ہو گیا ہے۔

اور اس سے پہلے مکتوب میں فرمایا:۔

سئل عبد الله بن المبارک رضی الله تعالیٰ عنه ایهما افضل معاویۃ ام عمر بن عبد العزیز فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز کذا مرۃً (م ۴۲/۱۶)

حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبد العزیز میں سے کون افضل ہے؟ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں معاویہ جس گھوڑے پر سوار ہوئے اسکی ناک میں جو غبار پہنچا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے بدرجہا بہتر ہے۔

نیز اسی دفتر کے مکتوب ۱۲۰ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

لا تعدل بالصحبۃ شیئا ایا ما کان الا تری ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وبارک فضلوا بالصحبۃ علی من عداهم سوا الانبیاء علیهم السلام وان کان اویس قرنیا وعمر مروانیا مع بلوغهما نهایۃ الدرجات ووصولهما غایۃ الکمالات سوی الصحبۃ فلاجرم صار خطأ معاویۃ خیرا من صوابهما ببرکۃ الصحبۃ

صحبت کی برابر کسی بھی چیز کو نہ ٹھیراؤ۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام صحبت ہی کی وجہ سے ماسوا انبیاء کے اور سب پر فوقیت لے گئے اور اویس قرنی اور عمر بن عبد العزیز مروانی جیسے جلیل القدر حضرات سے بھی افضل ٹھیرے حتی کہ صحبت نبوی ہی کی برکت سے امیر معاویہؓ کی غلط رائے اور عمرو بن العاص کی بھول چوک اویس قرنی اور عمر مروانی کی صواب دید اور صحیح رائے سے افضل ہوئی۔

Marfat.com

وسهو عمرو بن العاص افضل من صوابهما
ان ایمان هؤلاء الكبراء صار بالصحبة
شهوديًا برؤية الرسول وحضور الملك وشهود
الوحي ومعاينة المعجزات وما اتفق لمن بعدهم
هذه الكمالات التي هي اصول سائر الكمالات
كلها او علم اويس فضيلة الصحبة بهذه
الخاصية لم يمنعه مانع من الصحبة وما آثر
شيئًا من الاشياء على هذه الفضيلة والله يختص
برحمته من يشاء والله ذو الفضل العظيم ؎

سکندر را نمی بخشند آبے
بزور و زر میسر نیست این کار

اللهم وان لم تخلقنا في هذه النشأة في
قرن هؤلاء الاكابر فاجعلنا في النشأة
الآخرة محشورين في زمرتهم بحرمة
سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوات
والتحيات والتسليمات ۔ (دفتر اول م۱۳۸)

کیونکہ ان بزرگوں کا ایمان، شرف صحبت، ودیدار حضرت
رسالت، اور معائنہ وحی و ملائکہ، اور مشاہدہ معجزات
وخوارق کی وجہ سے شہودی ہو گیا اور بعد والوں نے
جنکو صرف سنا۔ اسکو انہوں نے گویا اپنی آنکھوں سے
دیکھا، اور بعد والوں کو یہ چیزیں جو تمام فضائل وکمالات
کی اصل و بنیاد ہیں کہاں نصیب ہوئیں اور اگر حضرت
اویس قرنی کو صحبت کی فضیلت ان خواص و برکات کے
ساتھ معلوم ہو جاتی تو وہ اس کے مقابلہ میں کسی چیز کو بھی
ترجیح نہ دیتے اور پھر انکو کوئی ضرورت بھی حاضری بارگاہ
نبوت سے نہ روک سکتی لیکن ۔۔۔ اللہ جس کو چاہتا ہے
اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل وکرم والا ہے ؎

سکندر کو نہیں دیتے ہیں پانی
نہیں ملتی بزور و زر یہ دولت

اے اللہ اگرچہ تو نے ہم کو اُس مقدس عہد میں پیدا نہیں کیا،
مگر آخرت میں انکی جماعت اور ان کے گروہ میں ہمارا حشر ضرور
فرما بطفیل اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

صحبت نبوی کی فضیلت وصحابیت کے متعلق اس قسم کے ایمان افروز مضامین مکتوبات شریف میں بکثرت ہیں جن کے مطالعہ کے بعد کوئی شخص رفض کی گمراہی کا شکار انشاء اللہ کبھی نہیں ہو سکتا یہاں ہم حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مذکورہ بالا دعا پر آمین کہتے ہوئے بقصد اختصار انہی چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔

Marfat.com

سارے مطاعن کا ایک اصولی جواب

شیعوں کے پاس گمراہ کرنے کا سب سے بڑا حربہ "مطاعن" ہیں اور مکالمات و مباحثات میں بھی دیکھا گیا کہ وہ جب کسی بحث میں عاجز آتے اور میدان کلام کو اپنے لئے تنگ پاتے ہیں تو فوراً مطاعن صحابہ پر آجاتے ہیں اور اسی بحث کو وہ اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھتے ہیں، صحابہ کرام کی طرف سے بدگمانی "اور ان سے بغض و عداوت رفض کی اصل واساس ہے۔ اور اس گمراہی میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی "مطاعن" کی اشاعت ہے، اس لئے "مطاعن" کے جوابات کی طرف بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے خاص توجہ مبذول فرمائی اور شیعوں کے اُن مشہور "مطاعن" کے مفصل جوابات جن کو شیعہ بہت زیادہ اچھالتے ہیں آپ نے اپنے رسالہ "رد روافض" کے علاوہ متعدد مکاتیب میں بھی سپرد قلم فرمائے ہیں۔ ان تفصیلی جوابات کے علاوہ آپ نے تمام مطاعن کا ایک اصولی جواب بھی دیا ہے جس کو ملحوظ رکھنے کے بعد اس سلسلہ کی ساری بحثیں کافور ہو جاتی ہیں، اور یقین واثق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مصنفین شیعہ نے اس باب میں جو دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہی ایک اصولی جواب ان سب کو خاکستر کر دینے کے لئے کافی ہے۔

دفتر دوم کے مکتوب ۹۶ میں واقعہ قرطاس پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

بداں ارشدک اللہ تعالیٰ وہداک سواء الصراط این شبہ وامثال این شبہ راکہ جمع بحضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و بر سائر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم .... ایراد نمایند وباین تشکیکات رد ایشاں میخواہند اگر بر سر انصاف بیانید و شرف صحبت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام قبول نمایند و بدانند کہ نفوس ایشاں

حق تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور سیدھے راستہ پر چلائے، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ شبہ اور اس جیسے اور شبہات جن کو فرقہ شیعہ کے لوگ حضرات خلفاء ثلثہ اور دیگر تمام صحابہ کرام پر وارد کرتے ہیں اور ان شکوک و اعتراضات سے ان کو مجروح و مطعون کرنا چاہتے ہیں، اگر یہ کچھ انصاف سے کام لیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی فضیلت و اہمیت کو قبول کرلیں، اور جان لیں کہ حضور کی صحبت میں

در محبت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام از ہوا و ہوس مزکی شدہ
بودند و سینہ ہائے ایشاں از عداوت و
کینہ پاک گشتہ ودانند کہ ایشاں اند
اکابر دین و کبرائے اسلام کہ بذل نمودہ اند
طاقتہائے خود را در اعلاء کلمۂ اسلام از
برائے تائید دین متین در لیل و نہار و در
سر و جہار گذاشتہ اند عشائر و قبائل
خود را و اولاد و ازواج خود را و اوطان
ومساکن خود را و عیون و زروع خود را و
اشجار و انہار خود را از جہت محبت رسول
علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ایثار نمودہ اند
نفس رسول را بر نفوس خویش، اختیار کردہ اند
محبت رسول را بر محبت خویش و بر محبت ذریات
و اموال خویش، و ایشاں اند مشاہدان وحی و
ملک بنیدہائے معجزات و خوارق "تا آنکہ
غیب ایشاں شہادت گشتہ است و علم شان
عین شدہ ہم الذین اثنی اللہ علیہم فی
القرآن المجید رضی اللہ عنہم و رضوا
عنہ ذالک مثلہم فی التوراۃ و مثلہم
فی الانجیل" ہرگاہ جمیع اصحاب کرام

رہ گر اُن کے نفوس ہوا و ہوس سے صاف اور اُن کے
سینے کینوں اور کدورتوں سے پاک ہو گئے تھے، اور سمجھ لیں
کہ یہ وہ بزرگان دین اور عظمائے اسلام ہیں جنھوں نے
دن اور رات خفیہ اور علانیہ غرض ہر وقت اور ہر طرح دین
متین کی تائید وحمایت اور اعلاء کلمۂ اسلام کیلئے اپنی تمام
کوششیں اور طاقتیں صرف کر دیں، اور حضور رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے کنبے
قبیلوں اپنے بال بچوں، اپنی چہیتی بیبیوں کو چھوڑ دیا،
اپنے چھوٹے وطنوں اپنے آباد گھروں کو، اپنے چشموں اور کھیتوں
کو اپنے درختوں اور اپنی نہروں کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا
انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مقدس
کو اپنے نفوس پر ترجیح دی اور حضور کی محبت کو اپنی اولاد
اپنے اموال و اولاد کی محبت پر مقدم رکھا، انھوں نے
وحی کو اترتے اور فرشتوں کو آتے دیکھا، حضور کے معجزات،
اور آپکی روشن نشانیوں کا انھوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا
یہانتک کہ "غیب" ان کے حق میں "شہادت" بن گیا،
اور ان کا علم الیقین عین الیقین سے بدل گیا۔ وہی وہ
خوش نصیب ہیں جن کی مدح وثنا حق تعالیٰ نے قرآن مجید
میں نازل فرمائی اور اعلان فرمایا کہ "اللہ ان سے راضی ہے
اور وہ اللہ سے راضی ہیں" اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ حال
مثل صحابہ کا توراۃ میں اور انجیل میں ہے"۔ پھر جبکہ

درین کرامات شریک باشند از اکابر صحابہ کہ خلفائے راشدین باشند از بزرگیہائے ایشاں چہ واشماید۔

تمام صحابہ کرام ان خصائص و فضائل سے مشرف ہیں تو پھر خاص اکابر صحابہ یعنی حضرات خلفاء راشدین کے متعلق کیا کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پھر چند سطور کے بعد ارقام فرماتے ہیں:۔

بعد از حصول نظر انصاف و بعد از قبول شرف صحبت خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوات والتحیات بعد از دانستن بزرگیہا و علو درجات اصحاب کرام علیہم الرضوان آں جماعت اعتراض کنندگان و تشکیک پیدا آرندگان نزدیک است کہ ایں شبہات را در رنگ مغالطہائے و سفسطہائے بدانند و وہ تصور نمایند و از درجہ اعتبار ساقط کنند اگرچہ مادہ غلط را در شبہا تشخیص نکنند و محل سفسطہ را تعین نہ نمایند لا اقل مجملاً ایں قدر شاید دانند کہ سودائے ایں تشکیکات و حاصل ایں شبہات بے ماحصل است بلکہ مصادم بداہت و ضرورت اسلامیہ است و مردود و مطرود بکتاب و سنت است۔

اگر ان اعتراض کرنے والوں کی نظر میں کچھ انصاف ہو اور یہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی عظمت کو مان لیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگی اور عالی مرتبی کو جان لیں تو زیادہ بعید نہیں کہ یہ خود ہی اپنے ان شبہات کو ملمع شدہ مغالطوں اور سفسطہ کے رنگ میں دیکھنے لگیں، اور انکو درجہ اعتبار و اعتماد سے ساقط کر دیں اگرچہ غلط فہمی کے منشا کی تعیین نہ کر سکیں اور مغرب و سفسطہ کے محل کو انگلی رکھ کر نہ بتا سکیں لیکن کم از کم اجمالاً اتنا ضرور سمجھ لیں گے کہ یہ شکوک و شبہات لاحاصل ہیں بلکہ بہت سی بدیہی اور کھلی ہوئی حقیقتوں کے خلاف اور کتاب و سنت سے مردود و مطرود ہیں۔

دفتر دوم مکتوب ۹۶

اس تمہید کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے واقعہ قرطاس پر چند مقامات تمام کر کے مفصل کلام فرمایا ہے اور اس سے متعلق شیعوں کے مشہور اعتراض کا تفصیلی جواب دیا ہے اور گویا اس کے مقدمات کی تحلیل کر کے انگلی رکھ رکھ کے بھی بتلا دیا ہے کہ کہاں کہاں اس میں فریب دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر اوسی اصولی رنگ میں فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

این قسم شبہات و تشکیکات نزد فقیر در رنگ آنست کہ شخصے ذی فنون نزد جماعت ابلہان بیاید و سنگے را کہ محسوس ایشان است بدلائل و مقدمات زر اندودہ بر ایشان اثبات نماید کہ آن ذہب است و این بیچارگان چون در دفع آن مقدمات موہومہ عاجز اند و در تعیین مواد آن دلائل قاصر ناچار در اشتباہ مے افتند بلکہ یقین بذہبیت آن سنگ می نمایند و حس خود را فراموش مے سازند بلکہ متہم میدارند زیرکی باید کہ اعتماد بر ضرورت حس نماید و مقدمات موہمہ را متہم سازد، در ما نحن فیہ نیز بزرگی و علو درجات خلفاء ثلثہ، بلکہ بزرگی جمیع اصحاب کرام علیہ و علیہم الصلوات و التحیات بمقتضائے کتاب و سنت محسوس و مشاہد است قادح و طاعن این بزرگواران بدلائل زر اندودہ قدح و طعن در ایشان نماید آں طعن ایشان در رنگ قدح آن سنگ است کہ در وجود آن نمایندہ وانندہ بہ بر زر اندود۔"

فقیر کے نزدیک ان شکوک و شبہات کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی چالاک اور پرفن شخص بیوقوفوں کی کسی جماعت کے پاس پہنچے اور ایک پتھر کو جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اپنے پرفریب دلائل اور ملمع شدہ مقدمات سے سونا ثابت کرے اور یہ بیچارے اس کے پُر "تزویر" دلائل" کے جواب سے عاجز ہونے اور تعیین و تشخیص کے ساتھ اس کی غلطی نہ پکڑ سکنے کی وجہ سے خود شبہ میں پڑ جائیں بلکہ اپنے مشاہدہ کے خلاف اس کو سونا یقین کرنے لگیں، اور اپنے احساس و ادراک کو ناقابل اعتماد سمجھ کر پس پشت ڈال دیں۔ لیکن عقلمند اور ہوشیار آدمی کا کام یہ ہے کہ ایسے موقع پر اپنی حس اور اپنے ادراک کی ہدایت پر اعتماد کرے اور ان ملمع شدہ وہمی مقدمات کو ناقابل اعتبار سمجھے۔ بالکل یہی حال مسئلہ زیر بحث کا ہے کہ حضرات خلفاء ثلثہ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کی بزرگی اور عالی مرتبی قرآن و حدیث کی رو سے جانی بوجھی بلکہ گویا آنکھوں دیکھی حقیقت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، لیکن یہ ناحق کوش جماعت اپنے ملمع شدہ دلائل سے ان پر طعن و قدح کرتی ہے، پس انکی یہ جرح و قدح بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی حیلہ باز اپنے ہاتھ کے پتھر کے ٹکڑے کو سونا ثابت کرنے کی کوشش کرے اور اپنے "منطقی" دلائل سے سیدھے لوگوں کو بیوقوف بنائے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا — اے رب ہمارے! ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو

وھب لنا من لدنک رحمۃ انک — کجی اور گمراہی سے محفوظ رکھ اور ہم کو اپنی رحمت سے نواز

انت الوھاب ہ — تو ہی ہر نعمت کا بخشنے والا ہے!!

درحقیقت شیعوں کے تمام مطاعن کی حقیقت یہی اور صرف یہی ہے اور اس کے جان لینے کے بعد تشیع کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا اور اُن کی ابلہ فریبیوں کا پردہ تار تار ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد قدس اللہ سرہ العزیز نے فتنۂ رفض اور اس کے مختلف شعبوں کے خلاف اپنے مستقل رسالہ "رد روافض" کے علاوہ مکتوبات شریف میں بھی جو کچھ متفرق طور پر لکھا ہے، اگر اُس سب کو جمع کیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اس مختصر مقالہ میں ہم نے جو اقتباسات پیش کئے ہیں، درحقیقت ان کو سمندر سے صرف کوزہ بلکہ قطرہ ہی کی نسبت ہے۔

اس "ایرانی فتنہ" کے خلاف اس علمی جہاد کے علاوہ آپ نے عملی جنگ بھی بڑی پامردی سے کی اور اگرچہ یہ فتنہ حکومت وقت کے آغوش میں تربیت پا رہا تھا اور گویا "شاہی محل" ہی اس کا سرچشمہ بنا ہوا تھا پھر بھی آپ نے بار ہا علی رؤس الاشہاد عام معرکوں اور خاص محفلوں میں مناظروں اور تقریروں میں اس کی تار پود بکھیرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہی کی ان مجددانہ مساعی اور مجاہدانہ سرگرمیوں نے عام مسلمانوں کو اس سیلاب میں بہنے سے بچا لیا، ورنہ آج ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں میں "اعداء ابوبکرؓ و عمرؓ" کی تعداد صرف پچاس ساٹھ لاکھ ہی نہ ہوتی۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ مَرْقَدَہٗ وَبَرِّدْ مَضْجَعَہٗ وَاحْشُرْنَا مَعَہٗ

Marfat.com

امام ربّانی

از

حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب فاروقی مجدّدی
مدظلہ العالی

Marfat.com

یہ مقالہ مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۹۵ھ میں الحقیقۃ الشوقیہ فی حضرت المجددیہ کے عنوان سے شائع ہوا تھا اب صاحب مقالہ حضرت مولانا محمد عبد الشکور صاحب مدظلہ کی اجازت سے اس کا عنوان "امام ربانی" کر دیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے قدیم و جدید تذکرے کتابی شکل میں موجود ہیں یہ مقالہ حضرت امام ربانیؒ کے تذکرہ میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے جس کو اصحاب علم و نظر ناظرین کرام انشاء اللہ محسوس فرمائیں گے۔

"مُرتّب"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مجی المکرم جناب مولوی محمد منظور صاحب مدیر "الفرقان" بریلی سلمہ اللہ تعالیٰ علاکرمہ کے اصرار سے اس اہم اور مقدس کام کا داعیہ دل میں پیدا ہوا۔ گو طبیعت کی نادرستی اور ضعف و افسردگی سے قطع نظر کرکے کسی طرح اس کام کی اہلیت اپنے میں نہیں پاتا۔ کہاں نائب شفیع یوم نشور (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہاں ایک بندۂ بہزار گناہ شرمندہ سرتاپا خطا و قصور این الثریا من الثریٰ واین الحزن من الضحیٰ این الظلمۃ من النور واین الظل من الحرور۔

با ایں ہمہ نااہلی محض اسی کی مدد پر بھروسہ کرکے جس نے یہ داعیہ دل میں ڈالا قلم ہاتھ میں لیا ہے۔

از نشۂ شوق مے کنم سخنے   ورنہ مدحش چہ حد ہم چو منے
ہمچو اوئے سزد معرف او   در جہاں لیک ہمچو اوئے کو
قرنہا دور آسماں گردد   تا چو او اخترے عیاں گردد
عمرہا ابر کرمت بارد!   تا چو او گوہرے پدید آرد

اللہ تعالیٰ بہ طفیل حضرت ممدوح کے اپنے فضل و کرم سے اس بضاعت مزجاۃ کو

لہ ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اپنے شوق محبت میں کچھ باتیں کر رہا ہوں۔ ورنہ مجھ جیسا شخص اس کی تعریف کیا کرسکتا ہے۔ اس کی تعریف کے لئے بھی اسی جیسا شخص ہونا چاہئے۔ لیکن دنیا میں اس جیسا ہے کون؟ آسمان صدہا سال گردش کرے تو اس جیسا ستارہ عیاں ہو۔ ابر کرم مدتہائے دراز تک عزت و شرف کا پانی برسائے تو اس جیسا موتی پیدا ہو۔

Marfat.com

قبول فرمائے تو زہے سعادت وما ذلک علی اللہ بعزیزہ

واضح ہو کہ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عن اشیاخہ واتباعہ وارضاہم ا کے تذکرہ میں بہت سی منفرد اور بے نظیر کتابیں تالیف ہو چکی ہیں جن کے مؤلفین بڑے بڑے علماء ہیں جن میں اکثر خود حضرت امام کے خلفا یا خلفا کے خلفا ہیں۔ مثلاً آپ کے خلیفہ اعظم حضرت آدم بنوری نے ایک کتاب تالیف فرمائی حضرت آدم موصوف خود ایک سلسلہ کے امام ہیں جس کا نام سلسلہ آدمیہ ہے اور اس سلسلہ میں حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسا امام نسلک ہے۔ یہ سلسلہ بخارا کی طرف بہت ہے اور ایک خاندان ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں بھی معلوم ہوا ہے اور مثلاً مولٰنا بدرالدین سرہندی نے کہ وہ بھی حضرت ممدوح کے خلیفہ ہیں ایک مخیم کتاب دو جلدوں میں تالیف فرمائی جس کا نام حضرات القدس ہے اور مثلاً مولٰنا محمد ہاشم کشمی نے کہ وہ بھی آپ کے خلیفہ ہیں ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام برکات احمدیہ ہے اور مثلاً مولٰنا محمد احسان خلیفہ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمہ اللہ نے ایک کتاب تالیف فرمائی جس کا نام — روضۃ القیومیہ ہے وغیر ذالک مما یطول ذکرہا۔

فارسی زبان کے علاوہ عربی اور ترکی زبان میں بھی آپ کے مناقب کی کتابیں ہیں جن میں سے بعض مصر و بیروت وغیرہ کی طرف طبع ہو گئی ہیں ؎

وعلی[1] تفنن واصفیہ بوصفہ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

اس حقیر نے کتب مذکورہ سے صرف انھیں چند حالات کو لیا ہے جن کا ذکر خود حضرت امام ربانی کے مکتوبات میں ہے اور ان میں بھی اس قدر اختصار کا لحاظ کیا ہے کہ جو نسبت قطرہ کو سمندر سے ہے وہ بھی نہ رہی۔

---

[1] (مدح وستائش کرنے والے طرح طرح سے اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور اس میں وہ باتیں باقی رہ جاتی ہیں جن کی تعریف نہ ہو سکی)

اس سلسلہ میں حضرت ممدوح کے مکتوبات قدسیہ کی کچھ عبارات بھی مسلمانوں کے کان تک پہنچا دینے کا ایک ذریعہ ہاتھ آگیا کچھ عجب نہیں کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے کسی سعادت مند کا کام بن جائے کیونکہ وہ نسبت عالیہ جو کبریت احمر سے بھی زیادہ عزیز الوجود ہے مکتوبات قدسیہ کے ہر ہر کلمہ میں اس طرح جلوہ گر ہے جیسے گلاب کی خوشبو اس کے پھول کی ہر ہر پتی میں ہے

در سخن پنہاں شدم مانند بو در برگ گل[1]
ہر کہ دارد آرزو یم در سخن بیند مرا

بس اب اصل مقصد شروع کیا جاتا ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ

نام ونسب نام مبارک آپ کا احمد آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالاحد نسب شریف آپ کا اٹھائیس واسطہ سے امیر المومنین فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ اس نسب اقدس پر خود حضرت کو بھی ناز تھا، مکتوب ۲۲۰ دفتر اول حصہ دوم میں ملا حسن کشمیری کے اس سوال کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہنے سے فلاں بزرگ نے منع کیا ہے اس کا کیا مطلب ہے فرماتے ہیں:-

نوشتہ بودند کہ شیخ عبدالکبیر یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ وتعالے عالم الغیب نیست مخدوما فقیر را تاب استماع امثال ایں سخنان نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت مے آید و فرصت تاویل وتوجیہ نے دہد۔ قائل ایں	آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔ میرے مخدوم فقیر کو ایسی باتیں سننے کی تاب وطاقت نہیں ہے اس قسم کی باتوں سے میری رگ فاروقی بے اختیار پھڑک اٹھتی ہے اور ان کی تاویل و توجیہ

---

[1] میں اپنے کلام میں اس طرح پوشیدہ ہوں جس طرح پھول کی خوشبو اس کی ہر پتی میں جو شخص مجھکو دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ مجھکو میرے کلام میں دیکھے

Marfat.com

سخنان شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلام محی الدین عربی وصدرالدین قونوی وعبدالرزاق کاشی، مارا بہ نص کار است نہ بفص فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است

کی بھی مہلت نہیں دیتی۔ ان باتوں کے کہنے والے شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی درکار ہے نہ کہ کلام محی الدین عربی وصدرالدین قونوی و عبدالرزاق کاشی، ہمکو نص شرعی سے کام ہے نہ کہ فص؏ سے، فتوحات مدینہ نے ہمکو فتوحات مکیہ سے بے نیاز بنا دیا ہے۔

اور مکتوب ۹۲ حصہ ششم دفتر دوم میں یہ خبر سنکر کہ قصبہ سامانہ ضلع لدھیانہ میں خطیب نے خطبۂ جمعہ میں خلفائے راشدین کا ذکر عمداً ترک کر دیا فرماتے ہیں:-

چوں استماع ایں خبر وحشت انگیز درشورش آورد درگ فاروقیم راحرکت داد بچند کلمہ اقدام نمود

چونکہ اس خبر وحشت انگیز نے طبیعت میں ایک شورش پیدا کر دی اور میری رگ فاروقی بھڑکا دی اس لئے یہ چند کلمے تحریر کر دیے۔

آپ کے آبائے کرام میں بڑے بڑے علمائے کاملین اور فقرائے واصلین گذرے ہیں خصوصاً آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد بہت بڑے عالم اور سلسلہ چشتیہ میں بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلفا میں سے تھے اور طریقہ قادریہ میں بھی صاحب اجازت تھے۔ تمام کتب درسیہ منقولات اور معقولات کا درس دیتے تھے اور مریدوں کو فیوض باطنی سے سیراب فرمایا کرتے تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

وطن اور ولادت سراپا بشارت وطن قدیم آپ کے آبائے کرام کا بعد مدینہ طیبہ کے شہر کابل تھا مگر کوئی بزرگ ہندوستان تشریف لائے اور مقام سرہند ان کو پسند آیا وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور وہیں آپ کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی اور وہیں آپ کے اولاد

؏ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ شیخ محی الدین عربی کی دو کتابوں کے نام ہیں اس عبارت میں انہی دونوں کتابوں کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

و اخفا کا مدت دراز تک قیام رہا۔

سرہند اُس وقت ایک بڑا شہر تھا لیکن اب صوبۂ پنجاب ریاست پٹیالہ میں ایک قصبہ ہے۔ حضرت نے اپنے مکتوبات میں جا بجا اس شہر مبارک کی عظمت اور برکت کا بیان فرمایا ہے چنانچہ مکتوب ۱۹۵ حصہ سوم دفتر اول میں فرماتے ہیں۔

"سرہند کہ اعظم بلاد اسلام است چند سال ست کہ قاضی ندارد"	سرہند میں جو ایک بڑا اسلامی شہر ہے، کئی سال سے قاضی نہیں ہے۔

اور مکتوب ۲۲ حصہ ششم دفتر دوم میں فرماتے ہیں:۔

بلدۂ سرہند کہ جائے ولادت ایں اضعف من است کہ	شہر سرہند کو میرے زندہ ہونے کی جگہ سمجھنا چاہیے جیسے
برائے من جائے عمیق را کہ لایک رابر کردہ صفہ بلند ساختہ	ایک گہرے اور تاریک کنویں کو پاٹ کر ایک ایسا چبوترہ
اند و بر اکثر بلاد و بقاع آن را ارتفاع دادہ	بنایا گیا ہے جس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی
و نورے دراں زمین ودیعت گشتہ کہ مقتبس	بخشی گئی ہو اور اس میں بے صفتی و بے کیفی کا نور ودیعت
از نور بے صفتی و بے کیفی ست در رنگ نورے	رکھا گیا ہو جو سر زمین بیت اللہ شریف میں ظاہر
کہ از زمین مقدسۂ بیت اللہ ساطع و لامع است	ہونے والے نور کی مانند ہو (چند سطروں کے بعد) ایک
(پھر بفاصلہ چند سطور) و بعد از مدتے ظاہر شد	مدت کے بعد یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ یہ نور اس فقیر
کہ آں نور مودع لمعہ ایست از انوار قلبیہ	کے انوار قلبیہ کا ایک حصہ ہے یہیں سے حاصل
ایں فقیر از یں جا اقتباس نمودہ دراں زمین	کر کے اس سر زمین میں روشن کیا گیا ہو جس طرح
افروختہ اند در رنگے آنکہ چراغے از مشعلہ	شعلہ سے چراغ روشن کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ ہی کی
برافروزند قل کل من عند اللہ اللہ نور السمٰوٰت	طرف سے ہے۔ اللہ ہی کا نور ہے آسمانوں میں اور زمین
والارض۔ سبحان ربک رب العزۃ	میں تیرا رب جو عزت والا رب ہے ان باتوں سے پاک ہے
عما یصفون و سلام علی المرسلین	جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں اور صلوٰۃ و السلام ہو خدا کے رسولوں پر
والحمد للہ رب العالمین ۵	اور تمام تعریفیں ہیں اس اللہ کی جو کل جہانوں کا پالنے والا ہے

Marfat.com

ولادتِ مسعود باسعادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ نوسو اکہتر یوم جمعہ بوقت نصف شب ہوئی۔

آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد ماجد نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ سور اور بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں یکایک میرے سینہ سے ایک نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا اسی تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اس کے سامنے تمام ظالموں اور زندیقوں اور ملحدوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے۔ اور کوئی شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

صبح کو حضرت مخدوم نے اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ کمال کیتھلی[۱] سے دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا اس سے الحاد و بدعت کی ظلمت دور ہوگی۔ سبحان اللہ کیسا سچا خواب تھا اور کیسی صحیح تعبیر تھی۔

تحصیل علم | حفظ قرآن مجید سے فارغ ہونے کے بعد جس میں آپ کا بہت کم وقت صرف ہوا تحصیل علم میں مشغول ہوئے اکثر کتب درسیہ اپنے والد بزرگوار سے اور کچھ سرہند کے دوسرے علماء سے پڑھیں۔ تصوف کی کتابیں بھی مثل تعرّف اور عوارف المعارف اور فصوص الحکم وغیرہ کے اپنے والد ہی سے پڑھیں۔ ان اطراف میں مولانا کمال کشمیری معقولات کے پڑھانے میں مشہور تھے اُن سے معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔

کتب حدیث کی سند حضرت شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کی۔ اور اس زمانہ میں ایک مقدس عالم حضرت قاضی بہلول بدخشانی تھے ان سے حسب ذیل کتب کا درس لیا اور سند حاصل کی۔ امام واحدی کی تفسیر بسیط اور تفسیر وسیط اور اسباب النزول اور قاضی بیضاوی کی تفسیر اور دوسری تصنیفات مثل منہاج الوصول اور الغایۃ القصویٰ وغیرہ کے اور امام بخاری کی صحیح اور دوسری تالیفات مثل ثلاثیات اور ادب المفرد اور افعال العباد اور تاریخ کے اور مشکوۃ المصابیح اور شمائل

---

[۱] حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ کے پیرزادہ اور بڑے باکمال بزرگ تھے حضرت امام ربانی مشغول ہوکر فرماتے تھے سلسلہ قادریہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے بعد شاہ کمال کیتھلی کا مثل کم نظر آتا ہے۔

ترمذی اور جامع صغیر سیوطی اور قصیدہ[1] بردہ۔ غرضیکہ ہر علم و فن کو اس کے مشہور اور مستند اساتذہ سے حاصل کیا اور سند لی۔

تحصیل طریقت ابتداءً آپ نے طریقہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار سے بیعت کی اور اس کا سلوک تمام کیا۔ پھر طریقہ قادریہ بھی اخذ کیا۔ بیعت اور تعلیم طریقہ قادریہ کی اپنے والد سے پائی اور خرقہ خلافت حضرت شاہ سکندر[1] نبیرۂ حضرت شاہ کمال کیتھلی سے حاصل ہوا۔ المختصر سترہ برس کی عمر میں آپ جامع کمالات ظاہری و باطنی بنکر اپنے والد کے سامنے ہی کتب درسیہ کی تعلیم اور طریقہ کی تلقین فرمانے لگے۔

ان ایام میں سلسلۂ کبرویہ کے ایک مشہور ولی اللہ حضرت مولانا یعقوب صرفی تھے ان سے آپ نے طریقہ کبرویہ بھی حاصل کیا۔

باایں ہمہ کمالات طریقہ نقشبندیہ کی طلب آپ کے قلب اطہر میں موجزن ہوئی اور یہ طلب بڑھتے بڑھتے عشق کی حد تک پہونچ گئی اور یہ عشق اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا یہانتک کہ ۱۰۰۷ھ میں جبکہ آپ کے والد بزرگوار نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور آپ بارادۂ حج بیت اللہ اپنے وطن مبارک سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے تو ملا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی جن سے غالبًا پہلے کی شناسائی تھی۔ انھوں نے برسبیل تذکرہ حضرت خواجہ باقی باللہ[2] نقشبندی

---

[1] حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ربانی سے منقول ہے کہ فرماتے تھے آفتاب کو تو آدمی کسی طرح دیکھ بھی لیتا ہے مگر حضرت شاہ سکندر کے قلب پر بوجہ نورانیت اور چمک کے کسی کی نظر نہیں ٹھیر سکتی۔ ۱۲

[2] ہندوستان کی سرزمین نسبت نقشبندیہ سے بالکل محروم تھی اس سلسلۂ عالیہ کے سب سے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جو ہندوستان تشریف لائے چنانچہ خود فرماتے تھے "این تخم پاک را از زمین سمرقند و بخارا آوردہ در زمین برکت آئین ہند کشتیم الحمد للہ کہ لغایات عالی شجرہ طیبہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء ظاہر شد" ولادت آپ کی بمقام کابل ۹۷۱ھ میں ہوئی یہی سن ولادت حضرت امام ربانی کا ہے اور عمر کل چالیس سال روز شنبہ ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ بمقام دہلی وفات پائی مزار مبارک دہلی میں بیرون اجمیری دروازہ ہے قریب مزار مبارک ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس پر ... بعد ری کے ستون میں ہے ۱۲

Marfat.com

احرار رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا، اس ذکر کو سن کر حضرت امام ربانی کا عجیب حال ہوا سرمد بستاں یاد ہا نیدن ایک مشہور مثل ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ آپ خواجہ سے ملنے گئے بیعت کرنا چہ معنی دہلی میں قیام کرنے کا اس وقت خیال بھی نہ تھا۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری پائیں

حضرت خواجہؒ کی طبیعت بہت دیر آشنا تھی مگر خلافِ عادت حضرت امام سے پہلی ہی ملاقات میں بہت بشاشت و محبت سے ملے اور حج کا ارادہ سنکر فرمایا کہ حج تو موجب سعادتِ دارین ہے لیکن کوئی مانع نہو تو کم سے کم ایک مہینہ یا ایک ہفتہ یہاں ہماری صحبت میں قیام کرو۔ حضرت امام نے بلا عذر قبول فرمالیا۔

حضرت خواجہ کی صحبت نے اس قدر تیزی کے ساتھ اثر کیا کہ دو ہی دن کے بعد آپ نے بیعت کی درخواست کی حضرت خواجہ نے خلاف معمول بلا استخارہ فوراً آپ کو داخل سلسلہ کر لیا اور ذکر کی تلقین فرما کر قلب پر توجہ کی۔ قلب اسی وقت ذکر میں مشغول ہوگیا اور یوماً فیوماً نہیں بلکہ لحظہ بلحظہ حالات باطنی میں ترقی شروع ہوئی اور انتہا یہ ہوئی کہ جو حالات پیش آئے وہ تو مالا عین رأت ولا اذن سمعت کا مصداق ہیں۔

حضرت امام ربانی نے ڈھائی مہینہ دہلی میں قیام فرمایا۔ اس قلیل مدت میں نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل ہوگئی نسبت نقشبندیہ نام ہے "دوام حضور و آگاہی" کا جس کے ساتھ غیبت بالکل نہ ہو اسی چیز کو حدیث نبوی میں کانک تراہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اس کے بعد حضرت امام دو مرتبہ اور سرہند سے دہلی اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ کل تین صحبتیں اپنے شیخ کی آپ کے لئے کافی ہوگئیں۔

پہلی مرتبہ حضرت خواجہ نے خوشخبری سنائی کہ تم کو نسبت نقشبندیہ کامل طور پر حاصل ہوگئی

Marfat.com

اور تقرب الٰہی کے یوماً فیوماً ترقی کرنے کی امید ہے۔ دوسری مرتبہ خلعت خلافت عطا فرمائی اور طالبان خدا کو تعلیم طریقت اور ارشاد و ہدایت کی اجازت دی اور اپنے مخصوص ترین اصحاب کو تعلیم طریقت کے لئے آپ کے سپرد کیا۔ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ بقدر دو پرتاب تیر کے پیشوائی کے لئے آئے اور بڑی بڑی عظیم الشان بشارتیں عطا فرمائیں۔ اور اپنے حلقہ توجہ میں آپ کو سر حلقہ بنا کر بٹھایا اور مریدوں سے فرمایا کہ ان کی موجودگی میں کوئی شخص میری طرف متوجہ نہوا کرے۔ رخصت کرتے وقت فرمایا کہ اب ضعف بہت معلوم ہوتا ہے امید حیات بہت کم ہے اور اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت خواجہ عبید اللہ و حضرت خواجہ عبد اللہ کو کہ اُس وقت شیر خوار تھے اپنے سامنے حضرت امام ربانی سے توجہ دلائی اور فرمایا کہ ان کی ماؤں کو بھی غائبانہ توجہ دیجئے چنانچہ آپ نے توجہ دی اور توجہ کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہوا۔

مکتوبات قدسیہ میں یہ واقعات جستہ جستہ مذکور ہیں چنانچہ مکتوب ۲۲۶ دفتر اول حصہ چہارم میں اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبید اللہ و خواجہ عبد اللہ کو لکھتے ہیں:۔

این فقیر از سر تا قدم غرق احسانہا والد بزرگوار	یہ فقیر از سر تا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں
شماست دریں طریق سبق الف بے از ایشاں	میں غرق ہے اس راہ میں الف بے کا سبق انہی سے لیا
گرفتہ است و تہجی حروف ایں راہ از ایشاں	ہے، اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں،
آموختہ و دولت اندراج النہایۃ فی البدایہ	اور ابتدا میں انتہا کے مدارج حاصل ہونے کی دولت
ببرکت صحبت ایشاں حاصل کردہ و سعادت سفر در[1]	انہی کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے اور "سفر در وطن"
وطن را بصدقہ خدمت ایشاں یافتہ توجہ شریف	کی سعادت انہی کی خدمت کے صدقہ میں پائی ہے

[1] یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ سر سلسلۂ خواجگان حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی نے آٹھ اصطلاحات مقرر فرمائی تھیں طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد انھیں آٹھ چیزوں پر ہے وہ آٹھ اصطلاحات یہ ہیں۔ ہوش در دم۔ نظر بر قدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یاد کرد۔ باز گشت۔ نگہداشت۔ یاد داشت ان سب کی شرح اور طریق عمل مکتوبات قدسیہ میں موجود ہے ۱۲۔

Marfat.com

ایشاں در دو و نیم ماہ ایں ناقابل را بہ نسبت نقشبندیہ رسانیدند و حضور خاص ایں اکابر اعطا فرمودہ و دریں مدت قلیلہ آنچہ از تجلیات و ظہورات و انوار و الوان و بے رنگیہا و بے کیفہا کہ بہ طفیل ایشاں رو دادہ چہ شرح دہد و چہ بیان تفصیل آں نماید بمین توجہ شریف ایشاں کم دقیقہ ماندہ باشد در معارف توحید و اتحاد و قرب و معیت و احاطہ و سریاں کہ بریں فقیر نکشادند و از حقیقت آں اطلاع نہ دادند شہود وحدت در کثرت مشاہدہ کثرت در وحدت از مقدمات و مبادی ایں معارف ست۔ بالجملہ آنجا کہ نسبت نقشبندیہ ست و حضور خاص ایں اکابر نام ایں معارف بر زبان آوردن و نشان ایں شہود و مشاہدہ را بیان نمودن از کوتہ نظری ست۔ کارخانہ ایں اکابر بلند ست ہر زراقے و رقاصے نسبت ندارند و ہرگاہ ایں طور دولتے رفیع القدر از حضرت ایشاں بایں فقیر رسیدہ باشد اگر مدت عمر سر خود را پائمال اقدام خدمہ عتبہ عالیہ شما کردہ باشد ہیچ نکردہ باشد از تقصیرات خود چہ عرض نماید و از شرمندگیہائے خود چہ

اُن کی توجہ شریف نے ڈھائی ماہ میں اس ناقابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہونچا دیا اور اکابر نقشبندیہ کا حضور خاص عطا فرمایا۔ اس قلیل مدت میں جو تجلیات ظہورات، انوار، الوان اور بے رنگیاں اور بے کیفیاں حاصل ہوئیں ان کی شرح و تفصیل کیا بیان کی جائے حضرت کی توجہ شریف کی برکت سے، معارفِ توحید و اتحاد، قرب و معیت اور احاطہ و سریان میں سے شاید ہی کوئی دقیقہ ایسا ہو جو اس فقیر پر واضح نہ ہوا ہو اور اس کی حقیقت کی اطلاع نہ دی گئی ہو۔ کثرت میں وحدت کا معائنہ اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ تو ان معارف کی ابتدائی باتیں ہیں بہرحال جس جگہ نسبت نقشبندیہ اور اس کے اکابر کا حضور خاص موجود ہو ان معارف کا نام زبان پر لانا اور اس شہود مشاہدہ کی نشان دہی کرنا کوتاہ نظری ہے۔ ان اکابر کا کارخانہ بلند ہے جو کسی حیلہ گر رقاص کے کاروبار سے کوئی نسبت نہیں رکھتا جب اس فقیر کو ایسی بلند مرتبہ دولت آپ کے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تو اگر یہ فقیر عمر بھر آپ کے دربار عالی کے خدام کے قدموں میں سر پامال کرے تب بھی اس نے کوئی حق ادا نہ کیا۔ یہ فقیر اپنی کوتاہیوں کو

Marfat.com

اظہار نماید ما معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد
را حضرت حق سبحانہ از ما جزای خیر دہاد کہ نوبت
ما مقصران را بر خود التزام نمودہ کمر ہمت را در
خدمت عتبہ علیہ بستہ اند و ما و در افتادگان
را فارغ ساختہ اگر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر وی از ہزار نتوانم کرد سہ مرتبہ ایں
فقیر بدولت عتبہ بوسی حضرت ایشان مشرف
گشت مرتبہ اخیر فقیر را فرمودند کہ ضعف
بدن بر من غالب آمدہ است امید حیات کم ماندہ
از احوال طفلان خبردار خواہی ماند و در حضور
خود شما را طلبیدند و شما در حجر مرضعات بودید
و بفقیر امر کردند کہ با ایشان توجہ بکن بامر ایشان
در حضور ایشان بشما توجہ کردہ بعد یکہ اثر آں
توجہ نیز ظاہر شدہ بعد ازاں فرمودند کہ
حضرت والدات ایشاں را نیز غائبانہ توجہ
بکن غائبانہ توجہ نمودہ آمد امید ست کہ ببرکت
حضور ایشاں آں توجہ ہم نتائج باشد

کیا بیان کرے اور اپنی شرمندگی کو کیا ظاہر کرے
معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو اللہ تعالیٰ ہماری
طرف سے جزائے خیر عطا کرے کہ انھوں نے ہم تقصیر
کرنے والوں کا بار خود اٹھایا اور خدام دربار عالی کی خدمت
کے لئے کمر ہمت باندھی اور ہم دور افتادہ لوگوں کو
اس سے سبکدوش کیا۔ اگر میرے جسم کا ہر رواں زبان بن کر شکر
ادا کرے تو ان کے ہزار شکروں میں سے ایک شکر بھی ادا
نہ ہوسکے اس فقیر کو تین مرتبہ حضرت کے در دولت کی
عتبہ بوسی کا شرف حاصل ہوا جب آخری مرتبہ زیارت
ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ضعف بدن غالب آگیا ہے
(اب) امید حیات کم رہ گئی ہے تم بچوں کے حوال سے
باخبر رہنا پھر آپ کو اپنے سامنے طلب فرمایا اس
وقت آپ دودھ پیتے بچے تھے اس فقیر کو حکم دیا کہ ان کو
توجہ دو حضرت کے حکم سے ان کی موجودگی میں میں نے
آپکو توجہ دی یہاں تک کہ اس کا اثر بھی ظاہر ہوا اس کے
بعد حضرت نے فرمایا کہ صاحبزادوں کی والدات کو بھی
غائبانہ توجہ دو چنانچہ ان کو بھی غائبانہ توجہ دی گئی امید
ہے کہ حضرت کی موجودگی کی برکت سے اس توجہ کے بھی اچھے
نتائج ظاہر ہوئے ہوں۔

(یہ مکتوب ابھی بہت باقی ہے آگے چل کر صاحبزادوں کو شریعت وطریقت کے متعلق
بہت باتیں تعلیم فرمائی ہیں اور ضمناً علم کلام کے بڑے اہم مسائل آگئے ہیں)

Marfat.com

مکتوب ۸۷ دفتر سوم حصہ نہم میں فرماتے ہیں :-

ارادت من بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسائط کثیرہ ست و در طریقہ نقشبندیہ بیست و یک واسطہ درمیان است و در طریقہ قادریہ بیست و پنج و در طریقہ چشتیہ بیست و ہفت (ایں جا بہ فاصلہ چند سطور) سلسلۂ من سلسلہ رحمانی است کہ من عبدالرحمن ام چہ رب من رحمن ست و مربی من ارحم الراحمین و طریقہ من طریقہ سبحانی ست کہ از راہ تنزیہ رفتہ ام و از اسم و صفت جز ذات اقدس تعالیٰ نخواستہ۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے طریقہ نقشبندیہ میں اکیس (۲۱) واسطے درمیان میں ہیں طریقہ قادریہ میں پچیس (۲۵) واسطے اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس واسطے میرا سلسلہ رحمانی ہے کیونکہ میں رحمن کا بندہ ہوں میرا رب رحمن ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین میرا طریقہ سبحانی ہے کیونکہ میں تنزیہ کی راہ سے پہونچا ہوں اسم و صفت سے مقصود سوائے ذات حق کے کچھ نہیں ہے۔

مکتوب ۲۱۳ دفتر اول حصہ اول میں فرماتے ہیں :-

تا آنکہ حق سبحانہ و تعالیٰ بہ محض کرم خویش بخدمت ارشاد دستگاہی حقائق و معارف آگاہی موید الدین الرضی شیخنا و مولنا و قبلتنا محمد الباقی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ رسانید و ایشاں بہ فقیر طریقہ علیہ نقشبندیہ تعلیم فرمودند و توجہ بلیغ بحال ایں مسکین مرعی داشتند

یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے اس فقیر کو ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ موید الدین الرضی شیخنا و مولنا و قبلتنا محمد الباقی قدس اللہ سرہ کی خدمت اقدس میں پہونچایا اور انھوں نے اس فقیر کو طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم دی اور اس مسکین کے حال پر توجہ بلیغ فرمائی۔

مکتوب ۲۹۰ دفتر اول حصہ پنجم میں اپنے مرید مولنا محمد ہاشم کو لکھتے ہیں :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ الطیبین

Marfat.com

و آلہ و اصحابہ الطیبین الطاہرین۔
بدانکہ طریقے کہ اقرب است و اسبق و اوفق
و اوثق و اسلم و احکم و اصدق و اولیٰ و اعلیٰ
و اجل و ارفع و اکمل طریقہ علیہ نقشبندیہ است
قدس اللہ تعالیٰ ارواح اہالیہا و اسرار
موالیہا این ہمہ بزرگی این طریق و علو شان
این بزرگواران بواسطہ التزام متابعت سنت
سنیہ است علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
والتحیہ و اجتناب از بدعت نامرضیہ
(چند سطر بعد) اے برادر ارشدک اللہ
تعالیٰ الی سواء الصراط این درویش را چون
ہوس این راہ پیدا شد عنایت خداوندی جل و
علا ہادی کار او گشتہ بخدمت ولایت پناہ
حقیقت آگاہ ہادی طریق اندراج النہایہ
فی البدایہ والی السبیل الموصل الی درجات
الولایہ موید الدین الرضی شیخنا و مولانا
و اماما الشیخ محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ
سرہ کہ یکے از خلفائے کبار خانوادہ حضرات
اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بودہ
اند رسانید حضرت ایشاں این درویش را ذکر اسم
ذات جل سلطانہ تعلیم فرمودند بطریق معہود

الطاہرین۔ خوب جان لو کہ جو طریقہ سب طریقوں
میں اقرب، اور سب سے سابق، سب سے زیادہ
(کتاب و سنت کے) موافق، سب سے زیادہ قابل
اعتماد، سب سے زیادہ محفوظ، سب سے زیادہ مضبوط
سب سے زیادہ سچا، سب سے زیادہ راہ بتانے والا
سب سے برتر، سب سے بزرگ سب سے بلند سب
سے کامل ہے وہ طریقہ نقشبندیہ ہے اللہ تعالیٰ
اس طریقہ پر چلنے والوں کی ارواح کو مقدس اور اس سے
محبت رکھنے والوں کے اسرار کو پاکیزہ بنائے اس طریقہ
کی یہ تمام بزرگی اور اس کے بزرگوں کی یہ سب علو شان
(یعنی دو وجہوں سے ہے ایک) اتباع سنت نبویہ
کے التزام علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، (دوسرے)
بدعت نامرضیہ سے اجتناب (چند سطروں کے بعد) اے
برادر خدا تجھکو صراط مستقیم پر چلنا نصیب کرے جب اس فقیر
کو اس راہ کا شوق پیدا ہوا تو عنایت خداوندی نے اسکی
رہنمائی فرمائی اور اس کو ولایت پناہ، حقیقت آگاہ،
ہادی طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ، رہبر درجات
ولایت، مؤید الدین الرضی شیخنا و مولانا و امامنا
شیخ محمد الباقی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پہونچایا
جو اکابر نقشبندیہ کے خاندان کے خلفائے کبار میں سے تھے
حضرت والا نے اس درویش کو ذکر اسم ذات کی تعلیم دی

Marfat.com

توجه نمودند تا لطف استمداد تمام دریں پیدا شد و
انکمال شوق گریه دست داد و بعد از یک
روز کیفیت بیخودی که نزد ایں اکابر معتبر ست
و مسمی ست به غیبت رو نمود و دران بیخودی
یک دریائی محیط دیدم و اشکال عالم را در
رنگ سایه دراں دریا مے یافتم و ایں بیخودی
رفته رفته استیلائے پیدا کرد و با متداد کشید
گاہے تا یک پهر روزے مے کشید و گاہے
تا دو پهر و در بعضے اوقات استیعاب
شب مے نمود چوں ایں قضیه را بحضرت
ایشاں رسانیدم فرمودند نوعے از فنا
حاصل شده ست و از ذکر گفتن منع فرمودند
و به نگاه داشت آں آگاہی امر نمودند و بعد
از دو روز هم فنائے مصطلح حاصل شد بعرض
رسانیدم فرمودند که بکار خود مشغول باشش۔

اور اس طریقہ کے بزرگوں کے موافق توجہ دی
یہانتک کہ اس ذکر میں مجھکو پوری لذت ملنے لگی
اور کمال شوق میں گریہ وزاری کی کیفیت پیدا ہوئی
پھر ایک روز کے بعد وہ بیخودی کی کیفیت پیدا ہوئی
جو ان بزرگوں کے نزدیک غیبت ہے اور جس کا نام انکی
اصطلاح میں غیبت ہے اس بیخودی کے عالم میں
مجھکو ایک دریائے محیط نظر آرہا تھا اور اس میں دنیا
کی شکلیں اور صورتیں سایہ کی طرح معلوم ہو رہی تھیں
رفتہ رفتہ مجھپر اس بیخودی کا غلبہ ہوا اور دیر تک یہ
کیفیت رہنے لگی کبھی ایک پہر دن تک یہی کیفیت
رہتی اور کبھی دو پہر دن تک اور بعض اوقات تمام
رات یہی حالت رہتی جب میں نے حضرت علاء سے
اپنا حال عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم کو ایک
قسم کی فنا حاصل ہوئی ہے اور ذکر سے منع فرمایا اور
اس آگاہی کی نگاہ داشت کا حکم دیا دو روز کے بعد
فنائے اصطلاحی حاصل ہوئی جب میں نے حضرت۔

یہ خط سولہ صفحہ کا ہے آگے چل کر معارف سلوک بیان فرماتے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اے برادر چوں حضرت خواجہ مرا کامل
دانستہ اجازت تعلیم طریقه فرمودند و جمعے از
طالبان را حواله من نمودند مرا درآں وقت
در کمال و تکمیل خود تردّدے بود فرمودند جائے

اے برادر جب حضرت خواجہ نے مجھکو کامل
مکمل سمجھکر تعلیم طریقہ کی اجازت دی اور طالبان
راہ کی ایک جماعت میرے سپرد فرمائی تو اس وقت
مجھکو اپنے کمال و تکمیل میں تردد تھا۔ حضرت والا

Marfat.com

تردد نیست مشائخ عظام ایں مقامات را مقام
کمال و تکمیل فرمودہ اند اگر ترددے دریں
مقام پیدا شود ترددے در کمالیت آں
مشائخ لازم آید حسب الامر شروع در تعلیم
طریقت نمودم و توجہات در کار طالبان
رعی ساختم و در مسترشدان اثرہائے عظام
محسوس شد حتی کہ کار سنین بہ ساعات قرار
یافت۔ (پھر بفاصلہ چند سطور) بداں کہ حاصل
طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالے
اسرارہم عقائد اہل سنت و جماعت ست
و اتباع سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
والتحیۃ و اجتناب است از بدعت و
ہوای نفسانیہ و عمل بعزیمت امور مہما امکن
و احتراز از عمل بہ رخصت و استہلاک و اضمحلال است
اولا در جہت جذبہ و ایں استہلاک را بہ عدم تعبیر کردہ
اند و بقائے کہ دریں جہت پیدا شود بعد از تحقق
ایں استہلاک معبر بوجود عدم است الخ

نے فرمایا کہ تردد کی بات نہیں ہے کیونکہ مشائخ
عظام نے ان مقامات کو کمال و تکمیل کا مقام فرمایا
ہے اگر اس مقام کے مقام کمال و تکمیل ہونے میں
تردد کیا جائے تو ان مشائخ کے کمال میں تردد لازم
آتا ہے حضرت کے حکم کے مطابق طریقہ کی تعلیم شروع
کی اور طالبان راہ کو توجہ دینے لگا۔ پھر ان طالبان راہ
میں بڑے اثرات محسوس ہوئے حتی کہ سالوں کا کام
ساعتوں میں پورا ہوا (چند سطروں کے بعد) حضرات
خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ کا
حاصل یہ ہو کہ عقائد اہل سنت وجماعت کا معتقد ہو
او حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا متبع
اور بدعت و ہوائے نفسانی سے مجتنب تا حد امکان
عزیمت پر کاربند اور رخصت سے محترز، نیستی
اور فنا کی کیفیت پیدا کرے۔ اولاً جذبات کی
فنا (پھر فنائے کامل) اس نیستی اور فنا کو حضرات
نقشبندیہ عدم کہتے ہیں اور اس فنا کے بعد جو بقا
حاصل ہوتی ہے اس کو یہ حضرات وجود عدم کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی جب تیسری بار حضرت خواجہ سے رخصت ہونے لگے تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جب میں نے ہندوستان آنیکا ارادہ کیا تو استخارہ کیا۔ استخارہ کے بعد معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت طوطی جو بہت میٹھی باتیں کرتا ہے میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا اور میں اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال رہا ہوں اور وہ اپنے منقار سے شکر میرے منہ میں دے رہا ہے۔

Marfat.com

میں نے اپنے پیر مرشد حضرت خواجہ امکنگی سے یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت پیر مرشد نے فرمایا کہ طوطی ہندوستان کا جانور ہے۔ ہندوستان میں تمہاری تربیت سے کوئی ایسا شخص ظاہر ہوگا جس سے ایک عالم منور ہو جائے گا اور تم کو بھی اس سے حصہ ملیگا۔ حضرت خواجہ نے اس تعبیر کا مصداق امام ربانی کو فرمایا۔ نیز حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جب میں ہندوستان آتے ہوئے شہر سرہند پہونچا تو واقعہ[1] میں یہ معلوم ہوا کہ میں ایک قطب کے پڑوس میں اترا ہوں اور اس قطب کا حلیہ بھی مجھے بتا دیا گیا صبح کو جس قدر درویش اور گوشہ نشین لوگ سرہند میں تھے میں سب سے ملا لیکن نہ وہ حلیہ کسی کا تھا نہ قطبیت کی کوئی صفت کسی میں پائی خیال ہوا کہ شاید اس شہر کے لوگوں میں آئندہ کوئی ایسا شخص ظاہر ہو۔ جب تم کو دیکھا تو تمہارا حلیہ بھی وہی پایا اور تم میں اس منصب کی قابلیت بھی محسوس ہوئی۔ نیز حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے (واقعہ میں) دیکھا کہ ایک بڑی مشعل آفتاب کے شکل میں نے سرہند میں روشن کی ہے اور یہ محسوس ہوا کہ اس کی روشنی لحظہ بلحظہ ترقی کر رہی ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کر رہے ہیں۔ یہ اشارہ بھی تمہارے ہی معاملہ کی طرف ہے

مرید تو اپنے پیر کی تعریف کیا ہی کرتے ہیں حتٰی کہ بطور ضرب المثل کے یہ مقولہ دنیا میں رائج ہے کہ ؎

"پیراں نے پرند مریداں مے پرانند"

مگر ایسا کم ہوا ہے کہ پیر اپنے مرید کی تعریف کرے اور تعریف بھی ایسی جیسی کہ حضرت امام ربانی کی ان کے پیر نے کی جو آئندہ صفحات میں انشاء اللہ تعالیٰ منقول ہوگی۔ بلاشبہ یہ چیز

---

[1] حضرت خواجہ امکنگی اپنے والد حضرت مولانا درویش محمد کے خلیفہ ہیں اور وہ امام الائمہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے خلیفہ کے خلیفہ ہیں حضرت خواجہ امکنگی حضرت شاہ نقشبند کے قدم بقدم چلنے میں ضرب المثل تھے اور اس زمانہ میں جو بعض بدعات طریقہ میں رائج تھیں مثل ذکر بالجہر اور جماعت تہجد کے ان بدعات سے کامل پرہیز رکھتے تھے ولادت آپ کی ۹۱۸ھ میں اور وفات ۱۰۰۸ھ میں ہوئی [2] یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ ۱۲

حضرت امام کے خصائص میں سے ہے۔

حضرت کے بعض ظاہری کمالات حضرت امام ربانی کو حق تعالے نے ظاہری وباطنی صوری ومعنوی ہر قسم کے کمالات کا مجموعہ بنایا تھا چند باتیں بطور مثال کے تذییب رقم کی جاتی ہیں۔

(۱) احسن الخالقین نے آپ کی ظاہری شکل وصورت بھی ایسی محبوب بنائی تھی کہ جو دیکھ لیتا بے اختیار اس کا دل کہتا کہ تبارک اللہ احسن الخالقین

راقم الحروف نے مقام بہرائچ میں سلسلۂ مجددیہ کے ایک بزرگ کے یہاں حضرت امام کی گستل جو تیمں کی زیارت کی تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدمبارک متوسط تھا۔ چہرہ مہرہ کا رنگ گندم گوں مائل بسفیدی بیان کیا گیا ہے۔ پیشانی کشادہ تھی داڑھی گھنی تھی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ صورتِ اقدس پر انوار ملایت نمایاں تھے۔ ملاحت کے ساتھ ساتھ رعب ودبدبہ بہت تھا۔

(۲) طلب معاش کی فکر کبھی آپ کے قریب نہیں آئی۔ باوجودیکہ بادشاہِ ہندوستان جو اس وقت دنیا میں عظیم الشان بادشاہ تھا۔ آخر میں آپ کا غلام بن چکا تھا مگر کوئی مستقل ذریعہ آمدنی کا اخیر تک آپ کے یہاں نہیں رہا۔ اپنے مخصوص خدام میں کسی کو فکر معاش میں پریشان دیکھتے تو اس کو نصیحت فرماتے چنانچہ مکتوب ۱۶۵ دفتر دوم حصہ ہفتم میں مولانا محمد ہاشم کو لکھا کہ:۔

امور دنیا امور لاطائل ست و دنیا و مافیہا	امور دنیا، امور بے فائدہ ہیں۔ دنیا و مافیہا اس لائق
گرامی آن نے کند کہ تذکر احوال آخرت	نہیں ہے کہ انسان احوالِ آخرت کی یاد ترک کرکے ان
را گذاشتہ کسے بہ جزویات اشتغال	فضول باتوں میں مشغول ہو اگرچہ تمہاری نیت بخیر ہوگی
نماید ہر چند نیت شما بخیر خواہد بود اما	لیکن تم نے حسنات الابرار سیأت المقربین کا مقولہ سنا
حسنات الابرار سیأت المقربین	ہوگا بہر حال احوال باطن میں متوجہ رہیں تفصیل دل اشتغال

شنیدہ باشند بہر حال متوجہ احوال باطن باشند و
طفیلی را ضروری دانند مالضرورۃ تتقدر بقدرہا۔
للہ سبحانہ الحمد والمنۃ کہ فقرای ایں جائی ہر
چند رزق معلوم نہ دارند اما بے سعی وبے کوشش
بفراغت ووسعت میگزرانند زیادہ از قدر
کفاف میرسد روز بروز روزی و نقد وقت
ماست۔

کو بس ایک امر ضروری سمجھیں اور قاعدہ ہے کہ
ضرورت بقدر ضرورت ہوتی ہے (اس سے زیادہ نہیں)
اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہو کہ یہاں کے فقراء باوجودیکہ
رزق معین نہیں رکھتے ہیں لیکن پھر بھی بغیر سعی
وکوشش کے فراغت و وسعت سے زندگی گذارتے
ہیں کافی سے زیادہ ان کو روزی پہونچتی ہے، نیا و
نئی روزی کی دولت ہم کو ہر وقت حاصل ہے۔

(۳) آپ کے علم وعمل دونوں کی تعریف آپ کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نے جن بلند کلمات میں فرمائی ہے وہ انشاء اللہ آئندہ منقول ہوں گے۔ باوجود اس علم کامل کے آپ مقلد تھے حنفی تھے تقلید کو اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے اور امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و اجتہاد کی رفعت اور ان کے ورع اور عبادت کی عظمت جا بجا اپنے مکتوبات میں زیب رقم فرماتے ہیں مکتوب ۲۷۲ دفتر اول حصہ پنجم میں فرماتے ہیں۔

قیاس و اجتہاد اصلی ست از اصول شرعیہ
کہ ما بتقلید آں مامور یم بخلاف کشف و الہام
کہ ما را بہ تقلید آں امر نہ فرمودند الہام
بر غیر حجت نیست و اجتہاد بر مقلد حجت است
پس تقلید علمای مجتہدین باید کرد۔

قیاس شرعی اور اجتہاد، اصول شرعیہ میں سے ایک
اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو حکم دیا گیا ہو برخلاف کشف
والہام کہ ان کی تقلید کا ہم کو حکم نہیں دیا گیا، ایک
الہام دوسرے پر حجت نہیں لیکن مجتہد کا اجتہاد مقلد
کے لئے حجت ہے لہذا علمائے مجتہدین کی تقلید
کرنا چاہیئے۔ (نہ کہ کشف و الہام کی)

مکتوب ۲۶۶ دفتر اول حصہ چہارم ص۱۶۳ میں ہے:۔

عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست ہمیں
بس نیست کہ ما ایشاں را معذور داریم و

کسی شئے کی حلت و حرمت میں صوفیہ کا عمل سند
نہیں ہے، کیا یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور

Marfat.com

ملامت نکنیم و امر ایشان را بحق سبحانہ وتعالیٰ مفوض داریم، اینجا قول امام ابی حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری۔

سمجھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کر دیں، (ان باتوں میں از حلت و حرمت میں) امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل۔

مکتوب ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم صـ۱۴ میں ہے :-

شل روح اللہ شل امام اعظم کوفی ست رحمۃ اللہ علیہ کہ ببرکت ورع و تقویٰ و بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم آن عاجز و قاصر اند (پھر بفاصلہ چند سطور) و فراست امام شافعی بہ کرشمہ از دقت فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت "الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفۃ" (پھر بفاصلہ چند سطور) بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ مے شود کہ نورانیت این مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظر مے آیند (پھر بفاصلہ چند سطور) عجب معاملہ ست امام ابوحنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم ست و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت مے داند و بر رائے خود مقدم مے دارد

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جیسی ہے کہ ان کو ورع و تقویٰ کی برکت اور اتباع سنت کی دولت سے اجتہاد و استنباط میں وہ درجہ علیا حاصل ہوا کہ دوسرے اس کے سمجھنے سے عاجز و قاصر ہیں (چند سطروں کے بعد) امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فراست نے ان کی دقت فقاہت کو سمجھا اس لئے فرمایا کہ تمام فقہا ابوحنیفہ کے عیال ہیں (چند سطروں کے بعد) بغیر کسی تکلف و تعصب کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت نظر کشف میں دریائے عظیم کے مانند نظر آتی ہے، اور دوسرے مذاہب حوضوں اور نالوں کے مانند نظر آتے ہیں (چند سطروں کے بعد) عجب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ تقلید سنت میں سب سے آگے ہیں۔ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح لائق اتباع سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اپنے اجتہاد پر مقدم کرتے ہیں، اسی طرح

Marfat.com

ودیگر قول صحابی را بواسطہ شرف صحبت
خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات
برراۓ خود مقدم میدارد و دیگران نہ چنیں
اند (بعد از فاصلہ چند سطور) بانی فقہ ابو حنیفہ
ست وسہ حصہ از فقہ او را مسلم داشتہ اند
در ربع باقی ہمہ شرکت دارند وے صاحب
خانہ اوست و دیگران ہمہ عیال وے اند۔
باوجود التزام ایں مذہب مرا با امام شافعی
گویا محبت ذاتی ست و بزرگ میدانم لہذا در
بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او مے نمایم
اما چہ کنم کہ دیگراں را باوجود وفور علم و
کمال تقویٰ درجنب امام ابی حنیفہ در رنگ
طفلاں مے یابم والامر الی اللہ سبحانہ۔

قول صحابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف
صحبت کی وجہ سے اپنے اجتہاد پر مقدم رکھتے ہیں
دوسرے مجتہدین کا معاملہ ایسا نہیں ہے (چند سطور
کے بعد) فقہ کے بانی ابو حنیفہ ہیں فقہ کے تین حصے
انہی کے لئے تسلیم کئے گئے ہیں باقی چوتھائی میں
سب شریک ہیں، وہ صاحب خانہ ہیں دوسرے
اُن کے عیال ہیں باوجود مذہب حنفی کے التزام کے
امام شافعی سے گویا مجھکو محبت ذاتی ہے میں ان کو بزرگ
جانتا ہوں اس لئے بعض اعمال نافلہ میں ان کے
مذہب کی تقلید کرتا ہوں لیکن کیا کروں کہ دوسروں
کو باوجود فراوانی علم اور کمال تقویٰ کے
امام ابو حنیفہ کے مقابلہ میں بچوں کے مانند
پاتا ہوں۔

(۴) پابندی شریعت کا بے نہایت اہتمام، پیروی سنت کا بے اندازہ حرص بدعات سے بیحد نفرت اور بے انتہا احتراز آپ کے خصائص حمیدہ میں سے تھا۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنا رخصت کے قریب نہ جانا آپ کا نمایاں شعار تھا اور بموافق آیہ کریمہ وجعلہا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ یہ چیزیں آپ نے اپنے خلفاء و متوسلین کے لئے میراث چھوڑیں

عادات میں اور ذرا ذرا سی باتوں میں اتباع سنت کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے غرض کسی چیز میں کوئی فعل انکا خلاف سنت کسی منکر اور معاند نے بھی نقل نہیں کیا

ایک مرتبہ کسی خادم سے فرمایا کہ فلاں مقام پر لونگیں رکھی ہیں کچھ واسطے لے آؤ وہ چھ

وانے لے آیا اتنی ذرا سی بات میں ترک سنت آپ کو ناگوار ہوا اور ناخوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ ہمارے صوفی کو ابتک یہ بھی معلوم نہیں کہ عدد طاق کی رعایت سنت ہے اللہ وتر و یحب الوتر۔ فرمایا کہ میں تو وضو میں منہ دھوتے وقت یہ خیال رکھتا ہوں کہ پہلے داہنے رخسارے پر پانی پڑے کیونکہ تیامن بھی سنت ہے۔

مکتوب ۲۳۳ دفتر اول حصہ پنجم ص۱۰۳ مولانا محمد ہاشم کو اس سوال کے جواب میں کہ کرتے کا چاک گریباں سامنے سینہ پر ہونا مسنون ہے یا شانوں پر لکھتے ہیں:۔

بدانند کہ ما ہم دریں باب تردد داریم اہل عرب پیراہن پیش چاک مے پوشند و آنرا سنت مے دانند و از بعضے کتب حنفیہ مفہوم مے شود کہ پیراہن پیش چاک مرداں را نباید پوشید کہ لباس زناں ست۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم کو بھی اس باب میں تردد ہے اہل عرب سامنے کے چاک گریباں کا کرتا پہنتے ہیں اور اس کو سنت سمجھتے ہیں اور بعض کتب حنفیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سامنے کے چاک گریباں کا کرتا مردوں کو نہ پہننا چاہئے کیونکہ یہ عورتوں کا لباس ہے۔

اس کے بعد کتب فقہیہ کی عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی تحقیق یہ بیان فرمائی ہے کہ چاک گریبان کے لئے کوئی خاص ہیأت مسنون نہیں ہے اور احادیث صحیحہ میں عورتوں کے مشابہ لباس پہننے سے منع فرمایا گیا ہے لہذا جن مقامات میں عورتوں کے کرتے میں چاک گریبان سامنے رہتا ہو وہاں مردوں کو شانوں پر چاک رکھنا چاہئے جیسا کہ علمائے ماوراء النہر اور علمائے ہند کی وضع ہے چنانچہ حضرت کے کرتے کا چاک بھی دونوں شانوں پر رہتا تھا۔

عمامہ بھی بطریق مسنون باندھتے تھے اور جمعہ کے دن نیز عیدین میں عمدہ لباس استعمال فرماتے تھے۔

مکتوب ۱۰۰ دفتر دوم حصہ ہفتم ص۵ میں اتباع سنت کے سات درجے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت سے پہلے شاید اس قدر غور و خوض اس مسئلے میں کسی نے نہ کیا ہو۔ اس مکتوب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتباع سنت کی کیسی عظیم الشان اہمیت آپ کی نظر میں تھی اور نظر

آپ کی کس قدر عمیق تھی۔

مکتوب مذکور میں اتباع کے تیسرے درجہ کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ یہ درجہ بغیر اس کے نہیں حاصل ہو سکتا کہ بدعت کے نام سے بھی پرہیز کریں حتیٰ کہ جن چیزوں کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے اُن سے بھی دور رہیں، پھر ساتوں درجے بیان کر کے خاتمہ مکتوب میں لکھتے ہیں۔

بالجملہ ہر دولتے کہ آمدہ ست از برائی انبیا آمدہ ست علیہم الصلوٰۃ والتحیات سعادت امتان ست کہ بہ طفیل انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ازاں دولت بہرہ مند و ازالش ایشاں تناول نمایند ؎

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم

این بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

حاصل کلام یہ کہ جو دولت بھی آئی ہے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے آئی ہے یہ اُمتوں کی سعادت ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں اس دولت سے بہرہ ور ہوں ؎

میں جانتا ہوں کہ جس قافلہ میں وہ ہیں میں اس تک نہیں پہونچ سکتا میرے لئے یہی کافی ہے کہ دور سے ان کے جرس کی آواز مجھ تک پہونچتی رہے۔

تابع کامل کسے ست کہ باین ہفت درجہ متابعت متحلی شود و آنکہ بعضے از درجات متابعت دارد و بعضے ندارد و تابع فی الجملہ ست علی تفاوت الدرجات علمای ظواہر بدرجۂ اولی خرسندند کاش آں درجہ را ہم سرانجام بدہند متابعت را مقصور بر صورت شریعت داشتہ اند ما ورای آں امرے دیگر نہ انگاشتہ طریقۂ صوفیہ را کہ وسیلۂ حصول درجات متابعت ست بیکار تصور نمودہ اند و اکثر شان پیرو مقتدای خود را غیر از ہدایہ و

تبعِ کامل وہ ہے جو اتباع سنت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور جو شخص ان میں سے بعض میں متابعت رکھتا ہو اور بعض میں متابعت نہ رکھتا ہو وہ فرق مراتب کے ساتھ فی الجملہ تابع ہے۔ علمائے ظواہر پہلے ہی درجہ کی متابعت میں خوش ہیں کاش وہ اُسی کو پوری طرح انجام دیتے۔ اُنھوں نے تو تابع داری و پیروی کو صورت شریعت کی پیروی تک محدود کر دیا ہے اس سے آگے اُن کے خیال میں کچھ نہیں ہے صوفیہ کے طریقہ کو، جو تمام درجات متابعت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، بیکار سمجھتے ہیں۔ ان میں اکثر

Marfat.com

ویزدوی نہ دانستہ اندے — اپنا پیرو معتقد اسوائے باایہ اور بزدوی کے کسی کو نہیں جانتے

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں ست — اس کیڑے کے مانند جو کسی پتھر میں پوشیدہ

زمین و آسمان او ہماں ست — ہو کہ بس وہی اس کا زمین و آسمان ہے۔

(۵) آپ کی کثرت عبادت بھی ایک غیر معمولی شان رکھتی تھی جس کی تعریف آپ کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ معلوم ہوگا نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد اشراق چاشت فیئی الزوال نوافل بعد مغرب جن کو عام طور پر لوگ اوّابین کہتے ہیں ان سب نمازوں کی پابندی فرماتے تھے۔ شروع شروع میں ان نفل نمازوں میں سورہ یٰسین پڑھتے تھے جس کی تعداد اسی تک پہونچتی تھی مگر آخر میں ختم قرآن کا معمول ہوگیا تھا۔

سنت عصر اور سنت قبل عشا بہت کم ترک فرماتے تھے۔ جو دعائیں خاص اوقات کے لئے احادیث میں وارد ہوئی ہیں مثلاً صبح شام کے وقت سونے اور بیدار ہونے کے وقت وغیرہ وغیرہ ان دعاؤں کا ایسا التزام تھا جیسے کسی سے طبعی فعل بے قصد و بے ارادہ صادر ہو جائے۔

تہجد کے لئے نصف شب سے اُٹھنے کا معمول تھا اور ہر دو رکعت کے بعد توبہ و استغفار اور درود شریف اور دعاؤں کے بعد مراقبہ فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ فجر تک قائم رہتا تھا فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد اشراق تک اپنے اصحاب کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھتے تھے

قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز میں خود بھی کرتے تھے اور حلقہ کے وقت کسی حافظ سے بھی سننے کا معمول تھا اور یوں جب کوئی قاری اچھا پڑھنے والا آجاتا تو اس سے بھی پڑھواتے تھے۔ قرآن مجید کے ساتھ آپ کے شغف کا حال پڑھ کر مولانا جامیؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

مصلحت[1] نیست مرا سیری از آں آب حیات

ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

---

(1) مطلب اس آب حیات سے میرا سیر ہونا مناسب نہیں اللہ تعالیٰ ہر آن سیری اس پیاس میں اضافہ کرے۔

نمازِ چاشت کے بعد جو فقراء حاضرِ خانقاہ ہوتے ان کو کھانا تقسیم ہوتا اور خود بھی اسی وقت قلیل مقدار میں کچھ کھا کر قیلولہ فرماتے ۔

ہر روز تقریباً ایک سو علماء و صلحاء و حفاظ کو آپ کے باورچی خانہ سے کھانا ملتا تھا ، رمضان مبارک کے روزے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے اور پورے مہینہ میں تراویح پڑھتے تھے اور کم از کم ایک ختم قرآن تراویح میں ضرور ہوتا تھا بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے ۔ کبھی رمضان کا مہینہ حالتِ سفر میں آجاتا تو بھی معمولات میں قضا کبھی نہ ہوتی ۔ ادائے زکوٰۃ میں سال گذرنے کا انتظار نہ فرماتے جس وقت آپ کے ہاتھ میں کچھ روپیہ آجاتا اُس کا چالیسواں حصہ نکال کر رکھ لیتے اور مستحقین زکوٰۃ کو وقتاً فوقتاً دیتے رہتے ۔

حج کا ارادہ ہر وقت آپ کے دل میں رہتا تھا مگر کبھی تو روپیہ نہ ہوتا تھا اور کبھی دوسرے موانع و مہمات پیش آجاتے تھے ۔

حقوق عباد کے ادا کرنے میں بھی ذرہ برابر کوتاہی نہ فرماتے ۔ بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے جنازوں میں شرکت فرماتے ۔

اہل و عیال کی خبر گیری صاحبزادوں کی اور مریدوں کی تعلیم و تربیت علوم شرعیہ کا زبانی اور کتابی درس پھر اپنے نفس مبارک کے حقوق ان سب کاموں کو روزانہ باحسن وجوہ انجام دیتے ۔

ف :- اولیاء اللہ کے اوقات میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت عطا فرماتا ہے کہ ان کے روزانہ کے مشاغل سن کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ان تمام کاموں کے لئے کس طرح کفایت کر سکتے ہیں ، خصوصاً وہ لوگ جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا یعلمون ظاہراً من الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم من العلم ان بیانات کو مبالغہ پر محمول کرتے ہیں ، نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۔

بلا شبہ اوقات کی برکت عظیم الشان خرق عادت اور عظیم الشان کرامت ہے ۔ جن لوگوں

Marfat.com

نے ایسا کوئی مقدس نمونہ دیکھا ہے ان کو تو کوئی تردد نہیں ہو سکتا، اور جنھوں نے نہیں دیکھا ان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو اپنے اوپر قیاس نہ کریں ؎

معتقد باش و بیا ر ایمانے بارے از غیبت تراوجدانے

(۴) امر معروف و نہی منکر میں آپ ایک مامور من اللہ کی سی شان رکھتے تھے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر، کسی ایذا کا خوف، کوئی بڑے سے بڑا خطرہ آپ کو اس فریضہ کے ادا کرنے سے روک نہیں سکا۔

حضرت امام کے زمانے میں ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت تھی اور سلطنت اپنے پورے جاہ وجلال پر تھی۔ آپ کی عمر کا ابتدائی حصہ جلال الدین اکبر کے عہد سلطنت میں گذرا اس کے بعد نورالدین جہانگیر کا زمانہ آپ نے پایا۔ پہلی سلطنت گو لامذہبیت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی مگر ہندو مذہب کے ساتھ صلح وآشتی رکھتی تھی جو کچھ عناد یا مخالفت تھی وہ دین اسلام کے ساتھ تھی، آج بھی مسلمانوں میں جو لوگ لامذہب ہیں وہ اور مذاہب کے ساتھ تو بڑی رواداری برتتے ہیں مگر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اچھی خاصی دشمنی کا برتاؤ کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو آزاد خیال اور غیر متعصب سمجھیں۔ دوسری سلطنت کو نفس اسلام کے ساتھ کوئی عناد نہ تھا مگر سلطنت و بادشاہت کا نشہ بہت بڑھ گیا تھا اور نئے بادشاہ پر انتساب شعبة من الجنون کا جن بھی سوار تھا حتیٰ کہ شاہی دربار کی تعظیم یہ تھی کہ لوگ بادشاہ کو سجدہ کریں، سجدۂ تعظیمی کے جواز کا فتویٰ بھی بزور سلطنت حاصل کر لیا گیا تھا۔

ان سب باتوں پر طرہ یہ تھا کہ بادشاہ کی محبوبہ ملکہ نورجہاں بیگم جس کے ہاتھ میں بادشاہ نے سلطنت کی باگ دے رکھی تھی نہایت غالی شیعہ تھی جس کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ نوراللہ شوستری جیسا دریدہ دہن سلطنت کا قاضی القضاۃ بنایا گیا تھا، ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں سلطنتوں کے اثر سے عام مسلمانوں کی کیا حالت ہو گی عوام تو عوام پیشہ ور علماء اور مکار صوفیہ جن کی کثرت خیر القرون کے بعد یوماً فیوماً ترقی پر ہے کہاں سے کہاں پہونچ گئے

Marfat.com

ہوں گے الناس علیٰ دین ملوکھم

حالت یہ تھی کہ ایک طرف شرک اور بدعت پرستی کی رسمیں مسلمانوں میں رائج ہو رہی تھیں اور دوسری طرف بدعتوں کے بادل سروں پر منڈلا رہے تھے اور تیسری طرف سے یہ آوازیں آ رہی تھیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے ؎

مذہب عشق از ہمہ مذہب جدا است ۔۔۔ عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

اور چوتھی طرف رفض کی گرم بازاری ترقی کر رہی تھی تفضیلیت تو برملا شائع تھی اور خفیہ خفیہ صحابہ کرام کی بدگوئی بھی ہوتی تھی خصوصاً ان صحابہ کرام کی جنسے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے محاربات و مشاجرات واقع ہوئے تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بدگوئی تک نوبت ہو چکی تھی۔ غرضکہ ہندوستان کے مسلمان خصوصاً اور ساری دنیا کے مسلمان عموماً بڑے عظیم الشان مصائب میں مبتلا تھے چاروں طرف سے ابلیس کی فوجوں نے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ دو چار حقانی علما، یا کوئی ربانی درویش اگر تھے بھی تو اُن کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ ایسے پرفتن وقت میں لب کشائی کریں اور حق بات زبان یا قلم سے نکال کر اپنے کو ظلم اور ملامت کا نشانہ بنائیں۔ دنیا میں جب کبھی اس قدر ظلمت طاری ہوئی تو حق تعالےٰ کی رحمت نے کسی نبی کو بھیجا لہٰذا اس وقت بھی کسی نبی کو مبعوث ہونا چاہیئے تھا مگر نبوت حضرت سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی تھی اس لئے آپ کی امت میں ایک شخص الف ثانی کا مجدد بنایا گیا اور اس نے وہی کام کیا جو ایک مامور من اللہ نبی کرتے اور اسی ہمت و استقلال سے کیا، اور حق تعالےٰ نے نتیجہ آپ کی مساعی جمیلہ کا ایسا ظاہر فرمایا کہ بادشاہ، علما کی بھی اصلاح ہوئی اور صوفیہ کی بھی بادشاہ اور ارکین سلطنت بھی خواب غفلت سے بیدار ہو گئے۔

آج ہندوستان میں خدمات دینیہ کی جو صورتیں بھی نظر آ رہی ہیں یہ سب حضرت ہی کی سعی مشکور کا نتیجہ ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء۔

مکتوبات قدسیہ کے مطالعہ سے اس زمانے کی حالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور

Marfat.com

آپ کی ساعی مشکورہ کا بھی۔ مکتوب ۳۳ دفتر اول حصہ اول ص۹۳ میں لکھتے ہیں۔

عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است واز تضلیل واغوا خاطر جمع ساختہ آن عزیز سرآں را پرسید لعین گفت کہ علمائے سوء ایں وقت دریں وقت با من خود مدد عظیم کردند ومرا ازیں مہم فارغ ساختند واقع دریں زمان ہر سستی ومداہنتے کہ در امور شرعیہ واقع شدہ است وہر فتورے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علمائے سوء است وفساد نیات ایشان۔

ایک عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے اور لوگوں کو بہکانے اور بے راہ بنانے کے کام سے مطمئن ہے، اُس عزیز نے شیطان سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ اس زمانہ کے علماء سوء نے اس وقت میری بڑی مدد کی اور مجھکو اس مہم سے سبکدوش کر دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں امور شرعیہ میں جو سستی ومداہنت دیکھنے میں آ رہی ہے اور جو نقصان دین وملت کی اشاعت میں پیدا ہو گیا ہے وہ سب انہی علمائے سوء کی بدبختی اور انکی فساد نیت کا نتیجہ ہے۔

مکتوب ۴۷ دفتر اول حصہ دوم ص۱۸ میں شیخ فرید کو جو بادشاہ کے بڑے مقرب ومصاحب خاص تھے لکھتے ہیں۔

صلاح بادشاہ صلاح عالم است وفساد او فساد عالم۔ میدانند کہ در قرن ماضی (یعنی عہد اکبری) برسر اہل اسلام چہا نگذشتہ است زبونی اہل اسلام باوجود کمال غربت در قرون سابقہ ازیں نگذشتہ بود کہ مسلمانان بردین خود باشند وکفار برکیش خود کریمہ لکم دینکم ولی دین بیان ایں معنی است ودر قرن ماضی کفار برملا بطریق استیلا اجرائی احکام کفر در دار اسلام

بادشاہ کی درستگی سے عالم کی درستگی ہے اور بادشاہ کے فساد سے عالم کا فساد آپ جانتے ہیں کہ زمانۂ ماضی (یعنی اکبر کے عہد) میں اہل اسلام پر کیا کچھ نہیں گذرا زمانہ ماسبق میں جبکہ اسلام کی غربت حد کو پہونچی ہوئی تھی اہل اسلام کی بدحالی اس سے آگے نہیں بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کافر اپنے طریقہ پر جیسا کہ آیت کریمہ لکم دینکم ولی دین سے ظاہر ہے لیکن زمانۂ ماضی (یعنی عہد اکبری) میں تو یہ حال ہوا کہ کفار تو برملا پورے غلبہ کے ساتھ دار الاسلام میں احکام کفر

Marfat.com

می کردند و مسلمانان از اظہار احکام اسلام
عاجز بودند و اگر میکردند بقتل می رسیدند
(پھر بفاصلہ چند سطور) علمای دنیا کہ ہمت
ایشاں دنیائ دنیہ ست صحبت ایشاں
زہر قاتل ست و فساد ایشاں فساد متعدی ست

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

در قرن ماضی ہر بلائے کہ بر سر آمد از شومی
ایں جماعہ بود پادشاہان را ایشاں از راہ
می بردند ہفتاد و دو ملت کہ راہ ضلالت
اختیار کردہ اند مقتدایان اینہا علمائے سوء
بودند۔ غیر از علماء ہر کہ بضلالت رفت کم ست
کہ ضلالت او بدیگرے متعدی گردد و اکثر
جہلائ صوفی نمائے ایں زمانہ حکم علمای سوء
دارند فساد اینہا نیز فساد متعدی
ست۔

جاری کرتے تھے اور مسلمان احکامِ اسلام ظاہر کرنے سے بھی عاجز و قاصر تھے اور اگر ظاہر کرتے تھے تو قتل کئے جاتے تھے (چند سطروں کے بعد) دنیادار علماء جن کا مطمح نظر صرف یہ حقیر و ذلیل دنیا ہو ان کی صحبت زہرِ قاتل اور ان کا فساد، فساد متعدی ہے۔ جو عالم صرف اپنی دنیوی کامیابی و تن پروری میں مشغول رہتا ہو وہ خود گمراہ ہے دوسرے کی رہبری کیا کریگا۔ اس زمانہ میں (یعنی عہد اکبری میں) جو مصیبت بھی مسلمانوں پر آئی وہ اسی جماعت کی بدبختی کا نتیجہ تھی یہی لوگ بادشاہ کو راہ راست سے ہٹاتے ہیں وہ بہتر فرقے جو گمراہ ہوئے ان کے پیشوا یہی علمائے سوء تھے۔ جب کوئی غیر عالم گمراہ ہوتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کی گمراہی سے دوسرے بھی گمراہ ہوں (لیکن ایک عالم کی گمراہی بہتوں کو گمراہ کرتی ہے)۔ اس زمانہ کے صوفی نما جاہلوں کا معاملہ بھی علمائے سوء جیسا ہے۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے۔

مکتوب ۵۳ دفتر اول حصہ دوم میں انہیں شیخ فرید کو یہ سنکر کہ بادشاہ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ علماء ان کی صحبت میں رہیں (اور انہیں شیخ فرید کو حکم شاہی ملا ہے کہ چار عالم منتخب کرو) لکھتے ہیں:

علمای دین دار خود اقل قلیل اند کہ از حب
جاہ و ریاست اگر گذشتہ باشند و مطلبے غیر

ایسے دیندار علماء بہت ہی کم ہیں جو حبِ جاہ و طلب ریاست سے بالاتر ہوں اور سوائے ترویج

Marfat.com

از ترویج شریعت وتائید ملت نداشته باشند بر تقدیر حب جاه هر کدام ازین علماء طرفے خواهد گرفت واظهار فضیلت خود خواهد نمود وسخنان اختلافی درمیان خواهد آورد وآن را توسل قربت بادشاه خواهد ساخت ناچار مهم دین ابتر خواهد شد در قرن سابق اختلافات علماء عالم را دربلا انداخت وهمان صحبت در پیش است ترویج چه گنجایش دارد که باعث تخریب دین خواهد شد والعیاذ بالله سبحانه من ذلک ومن فتنة العلماء السوء. اگر یک عالم را از برائے این غرض انتخاب نمایند بهتر است نماید اگر از علمائے آخرت پیدا شود چه سعادت که صحبت او کبریت احمر است واگر پیدا نه شود بعد از تامل صحیح بهتر بن این جنس را اختیار کنند.

شریعت اور تائید ملت کے اور کوئی غرض نہ رکھتے ہوں اگر ان میں حُبِ جاہ ہے تو ان میں سے جس عالم کو بھی اس میں سے کچھ حصہ ملیگا اور وہ دوسروں پر اپنی فضیلت ظاہر کریگا اور اختلافی باتیں زیر بحث لائیگا اور انہی کو بادشاہ سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیگا لامحالہ ترویج دین کا کام ابتر ہوگا گذشتہ دور میں (بادشاہوں سے تقرب حاصل کرنے کے لئے) علماء کے اختلاف نے ایک عالم کو مصیبت میں ڈال دیا تھا وہی بادشاہوں کی صحبت اس وقت بھی درپیش ہے ایسی حالت میں ترویج دین کی کہاں گنجائش ہوگی بلکہ یہ صحبت تو دین کی بربادی کا باعث ہوگی اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے اور علمائے سوء کے فتنہ سے بچائے۔ لہٰذا اگر کسی ایک عالم کو اس مقصد کے لئے منتخب کیا جائے تو بہتر ہوگا اگر کوئی عالم طالب آخرت مل جائے تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہو کیونکہ اس کی صحبت تو کبریت احمر ہے اور اگر ایسا عالم دستیاب نہ ہو تو خوب غور وفکر کے بعد ان میں سے جو بہتر معلوم ہو اس کو منتخب کرلیں۔

مکتوب ۸۱ دفتر اول حصہ دوم ص۵۵ میں خان اعظم کو جو رکن سلطنت تھے اور بادشاہ ان کی بات بہت مانتے تھے لکھتے ہیں:۔

غربت اسلام تا بحدے رسیده است که

اب اسلام کی غربت انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ کفار

کفار برملا طعن اسلام وذم مسلمانان مے
نمایند وبے تحاشی اجرای احکام کفر و
مداحی اہل آن در کوچہ و بازار مے کنند و
مسلمانان از اجرای احکام اسلام ممنوع
ودر اتیان شرائع مذموم و مطعون (پھر بفاصلہ
چند سطور) امروز آن روزست کہ عمل
قلیل را با جر جزیل باعتنائے تمام قبول
مے فرمایند از اصحاب کہف غیر از ہجرت
عملے دیگر نمایاں نیست کہ این ہمہ اعتبار
پیدا کردہ ست سپاہیاں در وقت غلبہ
اعداء اگر اندک تردد مے کنند اعتبار بسیار
پیدا مے کنند بخلاف در وقت امن وتسکین
اعداء و این جہاد قولی کہ امروز شمارا
میسر شدہ ست جہاد اکبرست مغتنم
دانید وہل من مزید بگوئید واین جہاد
گفتن را بہ از جہاد کشتن دانید (پھر بعد
دو سطر) حضرت خواجہ احرار قدس سرہ
میفرمودند کہ اگر من شیخی کنم ہیچ شیخے در
عالم مرید نیابد اما مرا کار دیگر فرمودہ اند
وآن ترویج شریعت وتائید ملت ست
لاجرم بصحبت سلاطین مے رفتند وبتصرف

برملا اسلام اور اہل اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہیں
اور بغیر کسی جھجک کے کوچہ و بازار میں احکام کفر
جاری کرتے ہیں اور اُن کے ماننے والوں کی مداحی
کرتے ہیں اور مسلمانوں کا یہ حال کہ احکام اسلام
جاری کرنے سے روکے جاتے ہیں اور اُن کی بجا آوری
پر مطعون و بدنام کیے جاتے ہیں (چند سطروں کے بعد)
آج کا دن وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑا سا عمل
بھی بڑے اجر و ثواب کے ساتھ پوری عنایت و
مہربانی سے قبول فرماتا ہے دیکھئے اصحاب کہف سے
سوائے ہجرت کے اور کوئی عمل خاص ظاہر نہیں ہوا لیکن
اس نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اتنا بڑا درجہ حاصل کیا
سپاہی دشمنوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑی سی
کوشش کرتے ہیں تو اُن کا بہت لحاظ کیا جاتا ہے لیکن
امن و سکون کے زمانہ میں یہ بات نہیں ہوتی۔ جہاد
قولی کی دولت جو آج آپ کو حاصل ہے یہ جہاد اکبر ہے
اس کو غنیمت سمجھیں۔ اور ھل من مزید کہیں اس
جہاد زبانی کو جہاد سنانی سے بہتر خیال کریں (دو سطروں
کے بعد) حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فرماتے تھے
کہ اگر میں شیخ بن کر بیٹھوں تو دنیا میں کسی شیخ کو مرید
نہ ملے لیکن مجھکو دوسرا کام سپرد کیا گیا ہے وہ ہے
شریعت کو رائج کرنا اور ملت کو مضبوط کرنا اس ضرورت

خود ایشاں را منقاد مے ساختند و بتوسل
ایشان ترویج شریعت مے فرمودند ملتمس
آن ست کہ چوں حق سبحانہ ببرکت محبت شما
باکابر ایں خانوادۂ بزرگ قدس اللہ تعالےٰ
اسرارہم سخن شمارا تاثیرے بخشیدہ ست
وعظمت مسلمانی شما در نظر اقران ظاہر گشتہ
سعی فرمایند کہ لا اقل احکام کبیرہ اہل کفر
کہ در اہل اسلام شیوع پیدا کردہ اند منہدم
ومندرس گردند واہل اسلام ازاں منکرات
محفوظ مانند جزاکم اللہ سبحانہ عنا وعن
جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ در سلطنت پیشین
عناد بدین مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام
مفہوم مے شد دریں سلطنت ظاہراً آں
عناد نیست اگر ہست از عدم علم ست۔
ترس آن ست کہ مبادا ایں جا ہم کار
بعناد انجامد و بر مسلمانان معاملہ تنگ
تر افتد ع

یہ چو بید بر سر ایمان خویش مے لرزم

سے بادشاہوں کی صحبت میں جاتے تھے اور اپنے
تصرف سے ان کو مطیع بناتے تھے پھر ان کے ذریعہ
سے ترویج شریعت کرتے تھے۔ لہٰذا آپ سے درخواست
ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ خاندان نقشبندیہ
کے اکابر کے ساتھ محبت رکھنے کی برکت سے آپ کے
کلام میں تاثیر بخشی ہے اور آپ کی دینی عظمت آپ کے
ہم جنسوں کی نگاہ میں ظاہر ہو گئی ہے تو آپ کوشش
کریں کہ کم سے کم کافروں کے خاص شعائر و مراسم
جو مسلمانوں میں شائع ہو گئے ہیں مفقود و معدوم
ہو جائیں اور مسلمان ان منکرات سے محفوظ رہیں۔
اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی
طرف سے اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ پہلی سلطنت
تو دین مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک قسم
کا عناد معلوم ہوتا تھا لیکن اس سلطنت کو بظاہر وہ
عناد نہیں ہے اگر ہے تو عدم علم کی بنا پر ہے۔ خوف اس کا
ہے کہ کہیں انجام کار یہاں بھی وہی عناد نہ پیدا ہو جائے
اور معاملہ مسلمانوں کے لئے زیادہ تنگ ہو جائے۔

ع میں اپنے ایمان کے لئے بید کی طرح لرزتا ہوں۔

مکتوب ۲۳ دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں۔

تا از بدعت حسنہ در رنگ بدعت سیئہ
احتراز ننماید بوئے ازیں دولت بمشام جانش

جب تک انسان بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ
کی طرح پرہیز نہ کرے گا دولت ایمانی کی بو اس کے مشام

او نرسد و این معنی امروز متعسر ست که عالم
در دریای بدعت غرق گشته ست و بظلمات
بدعت آرام گرفته کرا مجال است که دم از
رفع بدعت زند و باحیائی سنت لب
کشاید اکثر علمای این وقت رواج دهنده های
بدعت اند و محو کننده های سنت بدعتهای
پهن شده را تعامل خلق دانسته بجواز بلکه
باستحسان آن فتوی مے دهند و مردم را ببدعت
دلالت مے نمایند۔ چه میگویند اگر ضلالت
شیوع پیدا کند و باطل متعارف شود
تعامل گردد۔ نمے دانند که تعامل دلیل
استحسان نیست تعاملے که معتبرست همان
ست که از صدر اول آمده ست یا باجماع
جمیع مردم حاصل گشته۔

تک نہ پہونچے گی اور یہ بات اس زمانہ میں بہت
دشوار ہے کیونکہ دنیا بدعت میں غرق ہے اور بدعات
کی تاریکیوں میں آرام کر رہی ہے کس کی مجال ہے جو
بدعت کے مٹانے کا دم مارے اور احیائے سنت میں
لب کشائی کرے اس زمانہ کے اکثر علماء بدعتوں کو
رواج دینے والے اور سنتوں کو مٹانے والے ہیں جن
بدعتوں کا دائرہ وسیع ہے اُن کو لوگوں کا تعامل سمجھ کر
اُن کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اس طرح
بدعت کی رہنمائی کرتے ہیں یہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اگر
گمراہی عام ہو جائے اور باطل متعارف ہو جائے تو
وہ تعامل ہو جاتا ہے۔ شاید ان کو یہ نہیں معلوم کہ محض
تعامل حسن ہونے کی دلیل نہیں ہے جو تعامل شرعاً معتبر
ہے وہی تعامل ہے جو صدر اول سے ہو یا اس پر تمام
مسلمانوں کا اجماع ہو۔

مکتوب ۲۹ دفتر اول حصہ اول ص۵۵ میں حضرت شیخ نظام تھانیسری کو جو اس وقت

ل حضرت شیخ نظام تھانیسری طریقہ چشتیہ صابریہ کے ائمہ میں سے ہیں جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے شجرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔ حضرت امام ربانی کے متعدد مکتوبات ان کے نام ہیں اور لکھنے کا طرز بھی ہے جو شیخ اپنے مریدوں کے لئے اختیار کرتا ہے چنانچہ یہاں بھی ایک مکتوب منقول ہے اور ان سب سے قطع نظر کرکے جب زمانہ ایک ہے تو ممکن نہیں کہ انہوں نے حضرت امام ربانی سے فیض نہ لیا ہو کیونکہ اس الف میں حضرت امام ربانی ہی کی ذات اقدس واسطہ فیوض الٰہیہ ہے اور غالباً یہی سبب ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے بہت سے سلسلوں کو حضرت امام ربانی سے اور ان کے خاندان سے ایک خاص تعلق ہے اور سب پر مجددی رنگ غالب ہے۔
صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عابدون ط

فیوض مجددی

Marfat.com

اکابر صوفیہ میں سے کمے لکھتے ہیں:-

مقربات اعمال یا فرائض اند یا نوافل،
نوافل را در جنب فرائض ہیچ اعتبار نیست
ادای فرضے از فرائض در وقتے از اوقات
بہ از ادائے نوافل ہزار سالہ ست اگرچہ
بہ نیت خالص ادا شود ہر نفلے کہ باشد
از صلوٰۃ و زکوٰۃ و صوم و ذکر و فکر و امثال
آنہا (الی ان قال) پس رعایت ادبے
و اجتناب از مکروہے اگرچہ تنزیہی باشد
تکیف کہ تحریمی بمراتب از ذکر و فکر و مراقبہ
و توجہ بہتر باشد (الی ان قال) پس نماز
خفتن را در نصف اخیر از شب گزاردن
و آں تاخیر را وسیلہ تاکید قیام لیل ساختن
بسیار مستنکر باشد چہ نزد حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ادائی نماز خفتن دراں وقت مکروہ ست
ظاہراً ازیں کراہت کراہت تحریمیہ ارادہ
دارند زیرا کہ ادائی نماز خفتن را تا نصف
لیل مباح داشتہ اند و از نصف آں
طرف مکروہ گفتہ اند پس مکروہے کہ مقابل
مباح ست مکروہ تحریمی ست، و نزد شافعیہ
ادائی نماز خفتن دراں وقت جائز نیست

خدا سے قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل
فرائض کے مقابلہ میں نوافل کا کوئی اعتبار نہیں ہے
اپنے وقت پر کسی فرض کا بجا لانا ہزار سال نوافل ادا کرنے
سے بہتر ہے اگرچہ وہ خلوص نیت سے ادا کیے جائیں۔
خواہ وہ کوئی نفل ہو، نماز و زکوٰۃ و روزہ ہو یا ذکر و
فکر وغیرہ ہوں (آگے فرماتے ہیں) لہذا (فرائض میں)
کسی ادب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے اجتناب
اگرچہ مکروہ تنزیہی ہو چہ جائیکہ تحریمی، ذکر و فکر
مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہوگا (پھر آگے تحریر
فرماتے ہیں) پس نماز عشاء نصف شب کے بعد ادا
کرنا اور اس کو قیام لیل کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت
برا ہوگا اس لئے کہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
نزدیک نصف شب کے بعد نماز عشاء ادا کرنا مکروہ ہے
اور ظاہر یہ ہے کہ اس مکروہ سے ان کی مراد مکروہ تحریمی
ہے کیونکہ نصف شب تک تو وہ نماز عشاء ادا کرنے کو
مباح کہتے ہیں اور نصف شب کے بعد مکروہ کہتے ہیں لہذا
جو مکروہ مباح کے مقابل ہے وہ مکروہ تحریمی ہے شافعیہ
کے نزدیک تو نصف شب کے بعد نماز عشاء (بطور اداء)
جائز نہیں ہے (پھر آگے چل کر فرماتے ہیں) لہذا یہ
عمل کرنا چاہئے اور گذشتہ نمازوں کی قضا پڑھنا

(الی ان قال) پس این عمل باید نمود و صلوات
گذشته را قضا باید کرد (الی ان قال) و ایضاً
آب مستعمل که ازالۂ حدث نموده باشند یا بہ نیت
قربت استعمالش کرده باشند در وضو تجویز نکنند
که مردم آن آب را بخورند که آن آب نزد
امام اعظم نجس مغلظ ست و فقها منع خوردن
آن آب کرده اند و خوردن آن را مکروه داشته
اند (پھر بفاصلہ چند سطور ہے) و ایضاً مردم
معتمد نقل کرده اند که بعضے از خلفائے شما را
مریدان ایشان سجده مے کنند بہ زمین بوس
ہم کفایت نے کنند شناعت این فعل اظہر
من الشمس ست منع شان بکنید و تاکید در
منع نمائید اجتناب این قسم افعال از ہمہ کس
مطلوب ست علی الخصوص شخصے که با قتدائے
خلق خود را بر آورده باشد اجتناب این
قسم افعال او را از اشد ضروریات ست که
مقلدان باعمال او اقتدا خواہند کرد و در ضرورت فقہ
بلا خواہند افتاد (پھر بفاصلہ چند سطر ہے)
باید ہمچنان که در مجلس شریف از کتب تصوف
مذکور مے شود از کتب فقہیہ نیز مذکور شود و
کتب فقہیہ بہ عبارات فارسی بسیار اند مثل

چاہیئے (اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں) اسی طرح جس
پانی سے ازالۂ حدث کیا گیا ہو یا اس کو وضو
میں بنیت قربت استعمال کیا گیا ہو لوگوں کو اس کے
پینے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ پانی امام اعظم
کے نزدیک نجس ہے اور فقہا نے اس کے پینے سے
منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ بتایا ہے (چند
سطروں کے بعد) اور یہ بات بھی معتمد لوگوں کی
زبانی معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے بعض خلفا کو ان کے
مریدین سجدہ کرتے ہیں زمین بوسی پر بھی اکتفا
نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی تو آفتاب سے بھی
زیادہ روشن ہے لہذا ان کو منع کیجیے اور تاکید سے
منع کیجیے اس قسم کی باتوں سے بچنا تو ہر کسی کے لئے ضروری ہے
مگر اس شخص کے لئے تو خصوصیت سے نہایت ضروری
ہے جو مقتدائے خلق بنے۔ کیونکہ اس کے مقلد ان
اعمال میں اس کی پیروی کریں گے اور مصیبت
میں پڑیں گے (چند سطروں کے بعد) اس لئے
چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب
تصوف پڑھی جاتی ہیں کتب فقہیہ بھی
پڑھی جائیں۔ کتب فقہیہ فارسی زبان میں
بھی بہت ہیں مثلاً مجموعہ خانی، عمدة الاسلام
کنز فارسی۔ بلکہ اگر کتب تصوف نہ پڑھی

Marfat.com

مجموعہ خانی و عمدۃ الاسلام و کنز فارسی بلکہ اگر کتب
تصوف اگر مذکور نہ شود باک نیست کہ آن باحوال
تعلق دارد و در قال در نمے آید و از کتب فقہی
مذکور ناشدن احتمال ضرر دارد۔ زیادہ چہ
اطناب نماید القلیل یدل علی الکثیر سے
اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

جائیں تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ تصوف کا تعلق
احوال سے ہے زبان سے بیان کرنے کی چیز
نہیں ہے لیکن کتب فقہیہ نہ پڑھے جانے میں
نقصان کا احتمال ہے۔ زیادہ کیا طول دیا جائے۔
یہ تھوڑی باتیں بہت سی باتوں کی رہنمائی کرتی ہیں۔
میں نے اپنا تھوڑا سا غم دل آپ کے سامنے بیان کیا
اور اس سے ڈرا کہ آپ دل آزردہ ہوں گے ورنہ کہنے کی
باتیں بہت ہیں۔)

پھر انہیں حضرت شیخ نظام تھانیسری کو مکتوب ۳۱ دفتر اول حصہ اول میں معارف و حقائق الٰہیہ بیان فرمانے کے بعد صاف میں لکھتے ہیں:-

علامت درستی علوم لدنیہ مطابقت ست
با صریح علوم شرعیہ۔ اگر سرمو تجاوز ست
از سکر ست والحق ما حققہ العلماء من اہل السنۃ
والجماعۃ وما سوی ذلک اما زندقہ و الحاد
او سکر وقت و غلبہ حال۔ و این تمام مطابقت
در مقام عبدیت میسر ست مرا ورای این
نصیبے از سکر متحقق ست ع
گر بگویم شرح این بے حد شود
شخصے از خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ
سرہ الاقدس سوال کرد کہ مقصود از سلوک
چیست فرمود تا معرفت اجمالی تفصیلی گردد

علوم لدنیہ کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ
صریح علوم شرعیہ کے مطابق ہوں اگر بال برابر بھی
اس سے تجاوز ہے تو یہ سکر ہے حق وہ ہے جس کو
علمائے اہل سنت و جماعت نے حق سمجھا ہے، اس کے
ماسوا جو باتیں ہیں وہ یا تو زندقہ و الحاد ہیں یا سکر
وقت اور غلبہ حال۔ یہ مطابقت مقام عبدیت میں
نصیب ہوتی ہے اس کے ماورا میں کچھ نہ کچھ سکر ضرور ہوتا ہے
اگر اس کی شرح کروں تو وہ بے حد ہو۔ کسی شخص نے
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ الاقدس سے سوال کیا
کہ سلوک کا مقصد کیا ہے انھوں نے فرمایا تاکہ جن
چیزوں کو اجمالاً جانتا ہو ان کو تفصیلاً جان لے

واستدلال کشفی شود۔ نفرمودند تا معرفت زائد بر معارف شرعیہ حاصل کنند اگرچہ در راہ امور زائدہ پیدا مے شوند اما اگر بہ نہایت کار رسانند آن زوائدہا منثور میگردند و ہمان معارف شرعیہ بر وجہ تفصیل معلوم مے گردند و از ضیق استدلال بفضای اطلاق کشف مے آیند۔

اور جن باتوں کو نظر و استدلال سے سمجھتا ہے انکو کشف سے سمجھ لے حضرت خواجہ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ سلوک کی غرض یہ ہے کہ معارف شرعیہ سے زائد معرفت حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں زائد باتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں لیکن جب انتہا کو پہونچتا ہے تو یہ زوائدہا منثور ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ تفصیلی طریقہ پر معلوم ہوتے ہیں اور راہ استدلال کی تنگی سے نکل کر کشف کی فراخی میں پہونچ جاتا ہے۔

ابتدا ابتدا میں آپ کو بڑے بڑے مصائب اٹھانا پڑے اور آپ نے آیۂ کریمہ یا بنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک پر بڑی اولوالعزمی سے عمل کرکے ایک بہترین نمونہ دنیا کے لئے چھوڑا۔

حالت یہ ہوئی کہ جاہل متصوفین اور دنیا دار علماء کو اپنی کساد بازاری کے خطرہ نے مخالفت پر آمادہ کیا اور روافض کو نور جہاں بیگم کی وجہ سے جو امیدیں اپنے مذہب کی اشاعت اور دین اسلام کے فنا کرنے کی قائم ہوگئی تھیں اور یہاں تک وہ کامیاب ہو چکے تھے کہ سنی اور تفضیلی دو مترادف نفظیں سمجھی جانے لگی تھیں حضرت امام ربانی کی ذات اقدس اُن کو سد راہ نظر آئی۔ ان سب نے مل کر ایک ایسی منظم اور مکمل سازش کی اور حضرت امام ربانی کے خلاف ایسا زبردست پروپیگنڈا کیا جو کامل مصداق وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال کا تھا۔

اس پروپیگنڈے کے اثر سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسا متبحر اور دیندار عالم نہ بچ سکا تو پھر بادشاہ اور شاہی دربار کے ارکین کا متاثر ہو جانا کیا بڑی بات تھی۔

بادشاہ کا متاثر ہونا تھا کہ تمام ہندوستان میں آگ لگ گئی

بادشاہ (جہانگیر) کو چند مکتوبات قدسیہ کے حوالے قطع و برید کے ساتھ سنائے گئے اور ان کا غلط مطلب سمجھا کر سخت برہم کیا گیا۔ از انجملہ ایک بات یہ سمجھائی گئی کہ شیخ احمد اپنے کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے افضل کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام ربانی کو ان کے متوسلین وقتاً فوقتاً ان ناپاک سازشوں کی اطلاع دیتے تھے تو آپ ان کو لکھ بھیجتے تھے کہ ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے تم لوگ اپنے کام میں (یعنی یاد الٰہی میں) مشغول رہو جو جیسا کرے گا اس کا نتیجہ پائیگا۔ کبھی کبھی اپنے مخلصین کو ان بیجا الزامات کا جواب لکھ بھیجتے تھے جو آپ پر لگائے جاتے تھے۔

یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا آپ تشریف لے گئے اور بادشاہ کو اصل حقیقت سمجھا کر کاس طور پر مطمئن کر دیا معاندوں نے جب دیکھا کہ ہمارا کیا دھرا سب خاک میں ملا جاتا ہے تو فوراً ایک دوسرا کرتب کیا، بادشاہ کو سمجھایا کہ حضور یہ شخص بڑا خطرناک ہے سلطنت کا باغی ہے دیکھئے تمام علمائے کرام سجدۂ تعظیمی کے جواز کا فتویٰ دے چکے ہیں مگر یہ شخص اپنے مکتوبات میں اس شرعی فتوے کی برابر مخالفت کرتا رہا۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ اس شخص کو حکم دیا جائے کہ حضور کو سجدہ کرے یہ کبھی اس حکم پر عمل نہ کرے گا۔ یہ بات بادشاہ کے دل میں اتر گئی اور بادشاہ نے اپنے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا حضرت امام ربانی نے اس حکم پر عمل کرنے سے قطعی انکار کر دیا، اور فرمایا کہ سجدہ از روی نص قرآنی خالق کے لئے مخصوص ہے۔ اس سے بڑھ کر حماقت اور بطالت کیا ہوگی کہ ایک مخلوق اپنی ہی جیسی عاجز و محتاج مخلوق کو سجدہ کرے یہ سُنکر جہانگیر کی وہی حالت ہوئی جو بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان سُن کر خسرو پرویز بادشاہ ایران کی ہوئی تھی ؎

ز تیزی گشت ہر مویش سنانے ز گرمی بر رگش آتش فشانے

اسی غیظ و غضب کی حالت میں حضرت امام ربانی کے قتل کا حکم صادر ہوا مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر قتل کی بجائے غیر محدود وقت کے لئے قید کا حکم سنایا گیا اور اجین یا سعد

گوالیار کا قید خانہ آپ کے قدم سے رشکِ جنت بنا ہے

بلے ہر جا رسد حور را سرشتے ! اگر دوزخ بود گردد بہشتے !

قید سے رہائی کا واقعہ بھی آپ کی روشن کرامت ہے۔ بادشاہ جہانگیر نے خواب دیکھا خواب کیا قسمت جاگ اٹھی دیکھا کہ سید الخلق اشرف الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم بطور تاسف کے اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جہانگیر! "تو نے کتنے بڑے شخص کو قید کر دیا"

اس خواب کے بعد فوراً آپ کی رہائی عمل میں آئی۔ مگر دشمنوں نے پھر کچھ کہہ سن کر بادشاہ سے یہ حکم دلوا دیا کہ چند روز آپ ہمارے ساتھ لشکر میں رہیں۔ گو یہ چیز حضرت کے لئے قید سے کم تکلیف دہ نہ تھی لیکن کام جو بنا وہ اسی سے بنا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور اس صحبت نے اس کے باطن کو مزکّٰی کر دیا۔ پھر تو وہ آپ کا غلام تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ شراب و کباب اور دوسرے منہیات سے ایسی کامل بے تعلقی اختیار کی کہ باید و شاید۔

وہی بادشاہ جس کے غرور اور بدمستی کی یہ حالت تھی کہ اپنے لئے سجدہ کراتا تھا۔ سجدۂ تعظیمی کے جواز کے فتوے علماء سے لئے تھے وہی بادشاہ آخر عمر میں کہتا ہے کہ "میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو البتہ میرے پاس ایک دستاویز ہے اس کو اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کروں گا وہ دستاویز یہ ہے کہ ایک روز مجھ سے شیخ احمد سرہندی نے فرمایا تھا کہ "اگر اللہ تعالےٰ ہم کو جنت میں لے جائے گا تو تیرے بغیر نہ جائیں گے"

حضرت امام ربانی ہی کی برکت تھی کہ جہانگیر کے صلب سے شاہجہاں جیسا دیندار بادشاہ اور شاہجہاں کے بعد اورنگ زیب[1] جیسا جامع کمالات صوری و معنوی پیدا ہوا۔

---

[1] اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے علوم شرعیہ کی فراغت کے بعد باقاعدہ سلوک طے کیا تھا (ربانی حاشیہ بر صفحہ شذا)

جہانگیر کے اقبال نے یہاں تک ترقی کی کہ سرہند میں حضرت امام ربانی کا مہمان بننے اور آپ کے باورچی خانہ کا کھانا کھانے کا شرف حاصل کیا۔ کھانا اگرچہ بالکل سادہ تھا مگر بادشاہ نے کہا کہ میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مخالفت ایک لحاظ سے بادشاہ کی مخالفت سے زیادہ اذیت رساں تھی۔ انھوں نے ایک رسالہ بھی حضرت امام ربانی کے خلاف تصنیف فرمایا اور دوستوں اور غیروں کے پتھر کی وہ چوٹ نہیں لگتی جو اپنوں کے پھول کی لگتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت امام ربانی کے خاندان عالی شان سے عقیدت تو میراث تھی علم تربیت نے اس موروثی محبت کو اور راسخ کر دیا تھا۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فرزند و خلیفہ امام ربانی سے درخواست کی کہ میری تعلیم باطنی کیلئے آپ کسی شیخ کو بھیج دیجئے آپ نے اپنے فرزند حضرت شیخ سیف الدین کو دہلی بھیجا انھیں کی صحبت اور توجہ سے اورنگ زیب کو نسبت باطنی کا لازوال شرف حاصل ہوا جس کی گواہ کتاب رقعات عالمگیری ہے۔ شیخ نے دہلی پہنچکر امر معروف و نہی منکر کا فریضہ بڑی سختی سے ادا فرمایا بادشاہ نے ایسی سختی قبل از بادشاہی بھی کسی کی برداشت نہ کی ہوگی۔ قلعہ کے دروازہ پر دو ہاتھیوں کی تصویریں سنگینی کے تھیں حلقہ بخش باغ کے حوض میں سونے کی مچھلیاں تیرتی ہوئی تھیں جن میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے حضرت شیخ نے یہ سب چیزیں تڑوا دیں۔ اورنگ زیب نے حضرت شیخ کی تشریف آوری کا شکریہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کو لکھا تھا جس کا جواب مکتوبات معصومیہ میں یہ ہے

چہ نعمت است کہ با ایں ہمہ طمطراق بادشاہی و دبدبۂ سلطانی کلمۂ حق بسمع قبول اصغا نمودہ و گفتۂ فقرا موثر شود۔	یہ کیسی بڑی نعمت ہے کہ شاہانہ شان و شوکت اور بادشاہی دبدبہ کے باوجود کلمۂ حق قبول کیا جائے اور ایک فقیر کا کہنا موثر ہو۔

حضرت شیخ نے پھر اپنے والد بزرگوار کو بادشاہ کے حالات باطنی کی اطلاع دی جس کا جواب مکتوب ... میں بایں عبارت ہے

آنچہ از احوال بادشاہ دین پناہ مرقوم نمودہ بودند از سرایت ذکر در لطائف و حصول سلطان ذکر و رابطہ و قلت خطرات و قبول کلمۂ حق و رفع بعض منکرات و ظہور آثار جذب ہمہ بوضوح پیوست شکر خداوند جل شانہ بجا باید آورد ... سلاطین ... حکم	بادشاہ دین پناہ کے جو احوال تم نے تحریر کئے مثلاً لطائف میں ذکر کا سرایت کرنا، سلطان ذکر و رابطہ کا حاصل ہونا خطرات کی قلت کلمۂ حق قبول کرنا بعض منکرات کا رفع ہونا اور آثار جذب کا ظاہر ہونا یہ سب بوضاحت معلوم ہوئے حق تعالیٰ کا شکر بجا لانا ...

Marfat.com

شیخ ممدوح حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین و مستفیدین میں سے تھے۔ حضرت امام ربانی نے مکتوبات قدسیہ میں کئی جگہ حضرت شیخ کا تذکرہ فرمایا ہے اور دو ایک مکتوب بھی ان کے نام ہیں حضرت شیخ کی مخالفت چونکہ بدنیتی کے ساتھ نہ تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان کو بہت جلد تنبہ عطا فرمایا اور مخالفت سے رجوع کی توفیق دی بالآخر وہ بھی حضرت امام ربانی کے نہایت درجہ معتقد ہو گئے[1] جس کا ذکر انہوں نے اپنے مکاتیب میں کیا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب کے مکاتیب شریفہ مطبوعہ مدراس کے ملاحظہ ہیں ہو

بدانکہ جناب شیخ حضرت عبدالحق بعد استفادہ از اکابر قادریہ و چشتیہ از حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ استفاضہ نمودہ اند و بیمن صحبت حضرت خواجہ حضور نسبت نقشبندیہ حاصل نمودند و ایں مطلب در رسالہ بیان سلاسل مشائخ خود نوشتہ اند و در رسالہ توصیل المرید الی المراد نوشتہ اند کہ نزد انصاف طریقہ نقشبندیہ اقرب طرق ست و برائے حصول فنا و بقا بہتر ازیں طریقہ نیست۔ و در رسالہ کہ بحضرت مجدد نوشتہ اند مختفیست کہ مرا با شما ست کسے را با شما نخواہد بود شما عزیز بید و طریقہ شما عزیز حضرت خواجہ اثبات شما بسیار میکردند و نیز نوشتہ اند کہ یکبار در بارہ شما بجناب الٰہی بجانہ متوجہ بودم کہ ایں مقامات کہ ایشان میگویند حق ست یا اصلی ندارد آیت شریفہ کہ در رفع اشتباہ حقیقت موسیٰ علیہ السلام نازل شدہ در حق حضرت بید و بہ دل حضرت شیخ عبدالحق نازل شد الی آخر ما قال ضرورت۔ و در مکتوب ے منسل بحضرت

جاننا چاہئے کہ جناب شیخ حضرت عبدالحقؒ نے اکابر قادریہ و چشتیہ سے مستفید ہونے کے بعد حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا اور حضرت خواجہ کی صحبت کی برکت سے نسبت نقشبندیہ حاصل کی۔ حضرت شیخ نے یہ بات اپنے اس رسالہ میں تحریر کی ہے جو انھوں نے اپنے مشائخ کے سلسلہ کے بیان میں لکھا ہے اور اپنے رسالہ توصیل المرید الی المراد میں لکھا ہے کہ بنظر انصاف دیکھا جائے تو طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے اور حصول فنا و بقا کے لئے اس طریقہ سے بہتر طریقہ نہیں ہے۔ نیز حضرت شیخ نے اس رسالہ میں جو حضرت مجدد کو لکھا ہے لکھا ہے کہ مجھکو آپ سے جو محبت ہے وہ کسی دوسرے کو آپ سے نہ ہو گی۔ آپ بھی عزیز ہیں اور آپ کا طریقہ بھی عزیز ہے حضرت خواجہ محمد باقیؒ آپ کا اثبات بہت کرتے تھے نیز حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے بارہ میں بارگاہ الٰہی میں متوجہ تھا کہ وہ مقامات وہ حضرت مجددؒ بیان

Marfat.com

المختصر یہ مصائب اس طرح ختم ہو گئے اور آخری نتیجہ یہ رہا کہ حق کی فتح ہوئی اور

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ)

میرزا حسام الدین خلیفہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہما نوشتہ اند کہ غبارے کہ فقیر را بخدمت حضرت شیخ احمد بود رفع شد و غشاوۂ بشریت نماند بذوق وجدان در دل چیزے افتادہ کہ با چنیں عزیزان بد نباید بود"

کرتے ہیں حق ہیں یا ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے وہ آیت شریف جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کو پانے میں شبہ دور کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے حضرت شیخ کے دل پر نازل ہوئی لہٰذا اس پر غور کرنا ضروری ہے، اسی طرح حضرت شیخ عبدالحق نے جو خط حضرت مرزا حسام الدین خلیفۂ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہما کو بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ: فقیر کے دل میں حضرت شیخ احمد کی طرف سے جو غبار تھا وہ دور ہو گیا اور مقتضائے بشریت جو پردہ حائل تھا اب نہیں رہا میرے ذوق وجدان سے دل میں یہ بات آئی کہ ایسے بزرگوں سے بدگمان نہ ہونا چاہیئے۔

نیز انھیں مکاتب شریفہ کے ص۲ میں ہے:-

ایں کمترین درویشاں اگرچہ ننگ و عار ایشاں خانہ زاد قادریہ است و بزرگان من قادری بودند بلکہ جدم بولایت قادریہ مشرف گشتند مزار ایشاں دلیلے ست بر آں۔ انکار شائع برین خاندان یعنی خاندان مجددی ودریں نافہم اثرے ساخت ارادہ الٰہی سبحانہ وتقدیر باین خاندان مستعد ساخت لیکن دل گرفتگی بود دریں بتطالعہ کلام و مقامات حضرت مجدد شرف یافت و مناسبتے بہ فیوض ایشاں رسید

یہ کمترین درویشاں اگرچہ ان کے لئے باعث ننگ و عار ہے سلسلہ قادریہ کا خانہ زاد ہے میرے بزرگ قادری تھے اور میرے والد ولایت قادریہ سے مشرف تھے ان کا مزار اس کی دلیل ہے اس خاندان مجددی کا انکار جو مشہور ہے اس نافہم پر بھی تھا اور تھا ارادۂ الٰہی و تقدیر خداوندی سے اس خاندان کی سعادت نصیب ہوئی لیکن دل میں ایک قسم کی گھٹک تھی لہٰذا حضرت مجدد کے کلام و مقامات کا مطالعہ کیا اس کے فیوض و برکات سے ایک مناسبت پیدا ہوئی اور وہ سب اوہام

دشمن ذلیل و خوار ہوئے اور حضرت امام کے اثرات طیبات روز افزوں ترقی کرتے گئے حضرت ممدوح نے جو خطوط اپنے مخلصین کو ان مصائب میں مبتلا ہونے کی حالت میں لکھے ہیں ان کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔

مکتوب ۲۳۴ دفتر اول حصہ سوم ص ۲۰۹ میں اپنے مرید خاص حضرت میر محمد نعمان بدخشی کو ان کی اس خیر خواہی کے جواب میں کہ حضرت والا کے لئے یہ یہ سازشیں ہو رہی ہیں لکھتے ہیں:-

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

آں اوہام زائل شد بلکہ رسالہ در جواب حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کہ بے تحقیق محض باستماع سخنان بے سرفتہ گویان در انکار و اعتراضات بر کلام حضرت مجدد نوشتہ زبان طاعنان دراز ساختند تحریر کردہ ام سبحان اللہ من جاہل کجا و مقابلہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کجا از یں جا احوال اعتراضات دریافت میشود کہ جاہلے آں اعتراضات را دارد پس آں اعتراضات قدرے ندارد حکیم ذکاء اللہ خاں صاحب بعد مطالعہ آں رسالہ فرمودند کہ ایں رسالہ در رد اعتراضات کافی ست ۱۲

زائل ہو گئے بلکہ میں نے حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ کے جواب میں جو انہوں نے بغیر تحقیق محض بے سر و پا باتیں کرنے والے لوگوں کی باتیں سن کر حضرت مجدد پر انکار اور ان کے کلام پر اعتراضات کرنے کیلئے تحریر کرکے لوگوں کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع دیا ایک رسالہ بھی تحریر کیا ہے سبحان اللہ کہاں میں جاہل اور کہاں حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ اسی سے ان اعتراضات کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ ایک جاہل ان اعتراضات کو رفع کر دیتا ہے لہذا ان اعتراضات کی کوئی وقعت نہیں ہے حکیم ذکاء اللہ خاں صاحب نے اس رسالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ رسالہ رد اعتراضات میں کافی ہے

سے بلکہ حضرت امام ربانی کے دریائے فیض سے مستفیض بھی ہوئے جیسا کہ مکتوبات قدسیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے ۱۲

خدمت میر محمد نعمان از سخنان پریشان
ارباب خسران محنت نکشند کل یعمل علی
شاکلته لائق آنکه بمکافات و مجازات
متعرض نشوند و دروغ را فروغ نیست
باعث کسادت بازار آنها کلمات متناقضه
آنها خواهد بود من لم یجعل الله له نورا فماله
من نور، شغلیکه در پیش دارند در همان
کوشند و از غیر آن چشم بپوشند
قل الله ثم ذرهم فی خوضهم
یلعبون ۔

میر محمد نعمان! آپ خسارہ میں رہنے والے لوگوں کی
پریشان باتوں سے رنجیدہ و غمزدہ نہ ہوں ہر شخص اپنے
طریقہ کے موافق عمل کرتا ہے مناسب یہ ہے کہ انتقام
اور بدلہ کے درپے نہ ہوں، جھوٹ کو فروغ نہیں ہے،
ان کی متضاد باتیں ہی ان کی کساد بازاری کا باعث
ہوں گی جس کے لئے خدا کی طرف سے روشنی نہیں ہے
اس کے لئے پھر کوئی روشنی نہیں جس کام میں آپ مشغول
ہیں (یعنی یاد الٰہی) اسی میں کوشش کرتے رہیں۔ دوسری
باتوں سے آنکھ بند کر لیں۔ آپ فرما دیجئے کہ (یہ کتاب)
اللہ نے اتاری پھر ان کو چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی بکواس
میں کھیلتے رہیں۔

مکتوب ۱۱۰ دفتر اول حصہ دوم ص ۱۳۱ میں اپنے متعلق معاندین کی ریشہ دوانی
سُن کر لکھتے ہیں:۔

ابتلائے اولیاء اللہ کو عظیم خسارہ

کتابے کہ بمحبت آثاری مولانا قاسم علی
فرستادہ بودند رسید مضمون بوضوح
پیوست قال اللہ تعالیٰ من عمل
صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا
خواجہ عبداللہ انصاری مے فرماید الٰہی ہر کرا
خواہی براندازی با ما در اندازی۔ بیت
ترسم آن قوم کہ بر دُرد کشاں مے خندند
بر سر کار خرابات کنند ایمان را

جو مکتوب محبت آثار مولانا قاسم علی نے بھیجا تھا، پہنچا۔
مضمون مکتوب واضح ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اچھا
کام کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو برائی کرے گا اس کا
وبال بھی اسی پر ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں
کہ خداوندا جس کو تو گرانا چاہتا ہے اس کو ہم سے بھڑا دیتا ہے
میں ان لوگوں کے بارے میں جو شراب محبت کا تلچھٹ پینے والوں
پر خندہ زنی کرتے ہیں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ شراب خانہ
ہی میں اپنا ایمان ضائع کر دیں گے۔

Marfat.com

حق سبحانہ وتعالیٰ کافۂ اہل اسلام را از انکار فقرا و طعن
و ایشاں نگاہ دارد بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ
الصلوات والتسلیمات . والسلام

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فقرا کے انکار اور ان پر
طعنہ زنی کرنے سے محفوظ رکھے بطفیل حضرت سید البشر
علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والسلام

مکتوب ۵ دفتر سوم حصہ ہشتم ملا میں قید خانہ سے حضرت میر محمد نعمان کو لکھتے ہیں :-

مخفی نماند کہ تا زمانے کہ بعنایت اللہ سبحانہ کہ
آن عنایت بصورت جلال وغضب او تعالیٰ
تجلی فرمودہ بود محبوس قفس زندان نگشتم از تنگنای
ایمان [illegible] بالکلیہ نرستم و از تلبیس کوچہای ظلال خیالی
ومثالی تمام نہ برآمدم و در شاہراہ ایمان بغیب مطلق
العنان تبختر ننمودم و از حضور بہ غیب و از
عین بہ علم و از شہود باستدلال بر وجہ کمال نہ پیوستم
و ہنر دیگران را عیب و عیب دیگران را ہنر بذوق
کمال و وجدان بالغ نیافتم و شربتہائے خوشگوار بے ننگی
و بے ناموسی و عریانی مزہ دار خواری و
رسوائی را نچشیدم و از جمال طعن و ملامت
خلق خدا نگرفتم و از حسن بلا و جفای مردم
محظوظ نشدم و کالمیت بین یدی الغسال
گشتہ بالکلیہ ترک ارادہ و اختیار نکردم
و رشتہ ہای تعلق آفاق و انفس را بہ تمام
و کمال نگسستم و حقیقت تضرع و التجا و انابت
و استغفار و ذل و انکسار را بدست نیاوردم

مخفی نہ رہے کہ جبتک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت نے
جو اس کے جلال وغضب کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے
قفس زنداں میں محبوس نہیں ہوا تھا ایمان شہودی کی
لو تنگی سے بالکلیہ آزاد نہیں ہوا تھا اور سایہ ہائے
خیال ومثال کے کوچوں سے پوری طرح باہر نہیں نکلا
تھا اور مطلق کے غیب پر ایمان رکھنے کی شاہراہ پر
چلنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی اور حضور کو غیب میں
عین کو علم میں اور شہود کو استدلال میں پوری طرح داخل
نہیں ہوا تھا دوسروں کے ہنر کو عیب اور ان کے عیب کو ہنر
کمال ذوق اور وجدان صحیح کے ساتھ نہ سمجھ پایا تھا
اور بے ننگی و بے ناموسی کا خوشگوار شربت اور خواری
و رسوائی کا خوشنما لقمہ مزہ لیکر نہ چکھا تھا، اور خلق خدا
کی ملامت و طعنہ زنی کے جمال سے لطف اندوز اور لوگوں
کی جفا و بلا کے حسن سے محظوظ نہ ہوا تھا اور مردہ بدست زندہ
بکر اپنے ارادہ و اختیار سے بالکلیہ دستبردار نہ ہوا تھا اور
آفاق و انفس سے تعلق کے رشتے تمام وکمال نہ ٹوٹے تھے
اور تضرع و التجا اور انابت و استغفار و ذلت و انکسار کی

Marfat.com

وقسطاس ربیع المنزلت استغنای حق سبحانه
پاکه محفوف به سرادقات عظمت و کبریائی
ست مشاهده نمودم و خود را بندهٔ زار و
زار و ذلیل و بی‌اعتبار و بی‌هنر و
بی‌اقتدار و بالکمال احتیاج و
افتقار معلوم نساختم وما ابرئ نفسی ان
النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی ان
ربی لغفور رحیم اگر محض فضل و تواتر فیوض
دوارد ذات الٰهی جل سلطانه و توالی عطیات
و انعامات نامتناهی او سبحانه درین
محنت‌کده شامل حال این شکسته بال نمی
شد نزدیک بود که معامله به یاس رسد
و رشته امید گسسته گردد و الحمد لله
الذی عافانی فی عین البلاء و اکرمنی
فی نفس الجفاء و احسن لی فی حالة العناء
و وفقنی علی الشکر فی السراء و الضراء
و جعلنی من متابعی الانبیاء و من متقفی
آثار الاولیاء و من محبی العلماء و الصلحاء
صلوات الله سبحانه و تسلیماته علی الانبیاء
اولا و علی متابعیهم ثانیا۔

حقیقت معلوم ہوئی تھی استغنائے حق سبحانہ وتعالیٰ کی
میزانِ بلند رتبہ جو عظمت و کبریائی کی قناتوں سے گھری
ہوئی ہے مشاہدہ میں نہ آئی تھی اور اپنے کو ایک بندۂ
خوار و زار، ذلیل و بے اعتبار و بے ہنر و بے اقتدار
اور سراپا احتیاج و افتقار معلوم نہ کر سکا تھا وما ابرئ
نفسی الخ میں اپنے نفس کی برات نہیں کرتا یقیناً نفس
برائی پر بہت آمادہ کرنے والا ہے سوائے اس کے کہ میرا
رب مجھ پر رحم کرے اس میں شک نہیں کہ میرا رب بہت
مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ اگر محض فضل خداوندی سے
فیوض و واردات الٰہی کا تسلسل اور اس کے غیر متناہی
انعامات و عطیات کا پے در پے ظہور اس محنت کدے میں
مجھ جیسے شکستہ پر کے شامل حال نہ ہوتا تو قریب تھا کہ معاملہ
یاس و ناامیدی کی حد کو پہونچ جاتا اور رشتۂ امید شکستہ
ہو جاتا۔ حمد ہے اس خداوندی کی جس نے مجھکو عین بلا میں
عافیت عطا فرمائی اور ظلم و جفا میں عزت بخشی اور مشقت
و تکلیف میں مجھ پر احسان کیا اور راحت و مصیبت میں شکر کی
توفیق دی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی
کرنے والوں، اولیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے والوں
علماء و صلحاء سے محبت رکھنے والوں میں داخل فرمایا اللہ سبحانہ
وتعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اولاً انبیاء کرام پر
اور ان کے متبعین پر ثانیاً۔

Marfat.com

مکتوب ۱۵ دفتر سوم حصہ ہشتم اپنے مخلص حق گزین شیخ بدیع الدین کو قیدخانہ سے لکھتے ہیں:۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ صحیفہ شریفہ کہ مصحوب شیخ فتح اللہ ارسال داشتہ بودند رسید از جفا و ملامت خلق نوشتہ بودند آں خود جمال ایں طائفہ است و صیقل زنگار ایشان ست باعث قبض و کدورت چرا باشد۔ در اوائل حال کہ فقیر بایں قلعہ رسید محسوس مے شد کہ انوار ملامت خلق از بلاد و قریٰ در رنگ سحابہائی نورانی پے درپے میرسند وکار را از حضیض باوج مے برند۔ سالہا بہ تربیت جمالی قطع مراحل مے نمودند الحال بہ تربیت جلالی قطع مسافت نمایند و در مقام صبر بلکہ در مقام رضا باشند و جمال و جلال را مساوی دانند۔ نوشتہ بودند کہ از وقت ظہور فتنہ نہ ذوق ماندہ است و نہ حال۔ باید کہ ذوق و حال مضاعف باشد کہ جفای محبوب از وفای او بیشتر لذت بخش ست چہ بلا شد کہ در رنگ عوام سخن کردہ اند و دور از محبت ذاتیہ رفتہ اند۔ بر ملاف گذشتہ جلال را بیش و ایلام را

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ کا صحیفہ شریفہ جو شیخ فتح اللہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہونچا آپ نے جفا و ملامت خلق کے بارے میں تحریر فرمایا تھا یہ تو اس گروہ سالکین کا حسن اور ان کے زنگ کے لئے صیقل ہے لہذا باعث تنگی و کدورت کیوں ہو جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہونچا تو اوائل حال ہی میں محسوس ہوتا تھا کہ ملامت خلق کے انوار شہروں اور دیہاتوں سے نورانی بادلوں کی طرح پے در پے پہونچ رہے ہیں اور میرے معاملہ کو پستی سے بلندی کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ برسوں تربیت جمالی سے میری منزلیں طے کرائی گئیں اب تربیت جلالی سے قطع مسافت کرائی جا رہی ہے لہذا آپ مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہیں اور جمال و جلال کو مساوی جانیں۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ جس وقت سے اس فتنہ کا ظہور ہوا ہے نہ ذوق باقی رہا ہے نہ حال حالانکہ ذوق و حال مضاعف ہونا چاہئے اس لئے کہ محبوب کی جفا اس کی وفا سے زیادہ لذت بخش ہے یہ کیا مصیبت آئی کہ آپ نے عوام کے رنگ میں کلام کیا ہے اور محبت ذاتیہ سے دور چلے گئے ہیں لہذا اب گذشتہ بات کے خلاف جلال و آلام کو انعام سے زیادہ اور بہتر

Marfat.com

زیادہ از انعام تصور نمایند زیراکہ در جمال و انعام مراد محبوب مشوب بمراد خود ست و در جلال و ایلام خالص مراد محبوب ست و خلاف مراد خود ست اینجا وقت و حال ورای وقت و حال سابق ست نشان ما بنہما از زیارت حرمین شریفین نوشتہ بودند چہ مانع ست، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

تصور کریں اس لئے کہ جمال و انعام میں مراد محبوب کے ساتھ اپنی مراد کا بھی شائبہ ہوتا ہے اور جلال و ایلام (تکلیف) میں اپنی مراد کے برخلاف صرف مراد محبوب ہوتی ہے۔ اس وقت جو کیف و حال ہے وہ پہلے کیف و حال سے ماورا ہے۔ آپ نے زیارتِ حرمین شریفین کے بارے میں لکھا تھا تو اس میں کیا مانع ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

مکتوب ۵۳ دفتر دوم حصہ ہفتم ص۱۰ میں اپنے خادم رفیع المکان میرزا مظفر خاں کو لکھتے ہیں

درد و محن و بلیات دنیویہ مر دوستان را کفارات ست مر زلات ایشاں را۔ بہ تضرع و زاری و بالتجاء و انکسار عفو و عافیت از جناب قدس او تعالیٰ باید طلبید تا زمانے کہ اثر اجابت مفہوم شود و تسکین فتن معلوم گردد۔ ہر چند دوستان و خیر اندیشاں درہمیں کار اند اما صاحب معاملہ احق باین کار ست دوا خوردن و پرہیز نمودن کار صاحب مرض ست و دیگران بیش از اعوان او نیستند در ازالہ مرض حقیقت معاملہ آن ست کہ ہر چہ از محبوب حقیقی برسد بکشادگی جبین و بفراخی سینہ او را بمنت قبول باید کرد بلکہ بآن متلذذ

درد و محن اور مصائب دنیویہ دوستوں کے لئے ان کی لغزشوں کا کفارہ ہیں تضرع و زاری اور التجا انکسار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں عفو و عافیت طلب کرنا چاہئے یہانتک کہ قبولیت کے آثار پیدا ہوں اور فتنوں کی تسکین معلوم ہو اگرچہ میرے دوست اور خیر اندیش اسی کام میں مشغول ہیں لیکن صاحب معاملہ پر اس کام کا حق زیادہ ہے۔ دوا پینا اور پرہیز کرنا بیمار کا کام ہے دوسرے لوگ ازالہ مرض میں اس کے مددگار ہونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ حقیقت معاملہ یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو (تکلیف) بھی پہنچے اس کو کشادہ روئی اور فراخ دلی کے ساتھ احسان مند ہو کر قبول کرنا چاہئے بلکہ اس سے لطف اندوز

بایدگشت رسوائی و بے ناموسی کہ مراد محبوب ہست
نزد محب بہتر از ناموس و ننگ و نام است کہ مراد نفس
اوست - اگر ایں معنی در محب حاصل نگردد در محبت
ناقص ست بلکہ کاذب ۔

گر طمع خواہد ز من سلطان دیں!
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

ہونا چاہئے جو رسوائی و بے ناموسی محبوب کو
مطلوب ہو وہ محب کے نزدیک اس ناموس و ننگ
و نام سے بہتر ہے جو اس کے نفس کو مطلوب ہو اگر محب
میں یہ بات پیدا نہ ہو تو وہ محبت میں ناقص بلکہ کاذب
ہے - اگر سلطان دین مجھ سے طمع کا طالب ہو تو پھر
قناعت کے سر پر خاک ہے ۔

مکتوب ۱۵ دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۲۴ حضرت میر محمد نعمان کو قید خانہ سے لکھتے ہیں ۔

سیادت پناہ اخوی میر محمد نعمان را معلوم بودہ
باشد کہ مفہوم شد کہ ہر چند یاران خیر اندیش
در تشبث اسباب خلاصی کوشیدند سود مند نیامد
الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ یارہ ازیں اقتضای
بشریت حزنے پیدا شد و در سینہ تنگی ظاہر گشت
بعد از زمانے بفضل حق جل سلطانہ آں ہمہ حزن
و تنگی سینہ بہ فرح و شرح صدر مبدل گشت و بیقین
خاص دانست کہ اگر مراد ایں جماعت کہ در صدد
آزار اند موافق مراد حق ست جل سلطانہ پس مکرہ
و تنگی سینہ بے معنی ست و منافی دعوے محبت
ست چہ ایلام محبوب در رنگ انعام او نیز محبوب
و مرغوب محب ست بلکہ چنانکہ از انعام محبوب
لذت میگیرد از ایلام او نیز ملتذ مے گردد
بلکہ در ایلام او لذت بیشترے یابد کہ از

سیادت پناہ اخوی میر محمد نعمان کو معلوم ہوا ہوگا کہ میرے
خیر اندیش دوستوں نے ہر چند میری رہائی کے اسباب
پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا جو کچھ
خدا نے کیا وہی بہتر ہے بمقتضائے
بشریت مجھکو بھی اس سے کچھ رنج ہوا اور دل میں
کچھ تنگی ظاہر ہوئی لیکن تھوڑے ہی زمانہ میں اللہ تعالیٰ
کے فضل سے وہ رنج اور دل تنگی فرحت و شرح صدر
سے بدل گئی اور یقین خاص سے معلوم ہوا کہ اگر اس
جماعت کی مراد جو میرے درپے آزار ہیں اللہ جل سلطانہ
کی مراد کے موافق ہے تو پھر اس پر ناپسندیدگی اور دل تنگی
بے معنی اور دعوی محبت کے منافی ہے کیونکہ ایلام
محبوب اس کے انعام ہی کی طرح محب کو محبوب و مرغوب
ہوتا ہے محب جس طرح محبوب کے انعام میں لذت پاتا
ہے اس کے ایلام میں بھی مزہ پاتا ہے بلکہ اس کے

Marfat.com

شائبۂ حظ نفس و مراد او مبراست و چون
حضرت حق سبحانہ وتعالی کہ جمیل مطلق ست
آزار این کس خواستہ باشد ہر آئینہ این
ارادہ او تعالے نیز در نظر این کس بعنایت او
سبحانہ وتعالی جمیل ست بلکہ سبب التذاذ ست
و چون مراد این جماعت موافق مراد حق ست
سبحانہ و این مراد در نتیجہ ظہور آن مراد ست ہر
آئینہ مراد اینہا نیز بنظر مستحسن و موجب التذاذ
ست فعل شخصے کہ مظہر فعل محبوب بود فعل آن
شخص نیز در رنگ فعل محبوب محبوب ست و آن
شخص فاعل بعلاقہ این نظر نیز در نظر محب
محبوب مے نماید عجب معاملہ است ہر چند جفا
ازین شخص بیشتر مقصود بود در نظر محب زیباتر مے
آید کہ نمایندگی صورت غضب محبوب بیشتر دارد
کار دیوانگان این راہ وارہ گونہ است۔ پس
بدی آن شخص خواستن و با وی بد بودن منافی محبت
محبوب باشد کہ آن شخص پیش از مرآت فعل محبوب
ہیچ نیست۔ جمعیکہ مقصود بآزار اند در نظر محبوب
مے نماید نسبت بسائر خلائق۔ بیاران بگویند
کہ تنگیہاے سینہ را دور سازند و بجماعتے کہ
مقصود آزار اند بد نباشند بلکہ از فعل آنہا

ایلام میں زیادہ لذت پاتا ہے کیونکہ یہ صورت حظ نفس
کے شائبہ سے خالی اور مراد نفس سے پاک ہوتی ہے
اور جب حضرت حق سبحانہ وتعالی جو جمیل مطلق ہے۔ اس
شخص کو تکلیف ہی میں رکھنا چاہتا ہے تو اللہ تعالی کا یہ
ارادہ بھی بعنایت الٰہی اس شخص کی نظر میں جمیل ہے بلکہ
لطف اندوز ہونے کا سبب ہے۔ اور چونکہ اس جماعت
کی مراد حق سبحانہ کی مراد کے موافق ہے بلکہ اُن کی مراد
اللہ تعالی کی مراد ظاہر ہونے کا دروازہ ہے اس لئے اس
جماعت کی مراد بھی یقیناً اس کی نظر میں مستحسن اور باعث
لذت ہے جس شخص کا فعل محبوب کے فعل کا مظہر ہو تو اس
شخص کا فعل بھی محبوب ہی کے فعل کی طرح محبوب ہوتا ہے
اور اس فعل کا کرنے والا بھی اس علاقہ کی وجہ سے محب کی
نظر میں محبوب ہوتا ہے اس شخص سے جس قدر جفا زیادہ ہوتی
ہے وہی تعدد محب کی نظر میں حسین معلوم ہوتا ہے کیونکہ غضب
محبوب کی صورت کی نمائندگی اس میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس
راہ کے دیوانوں کا معاملہ ہی جداگانہ ہے لہذا اس شخص
کی برائی چاہنا اور اُس سے بد دل ہونا محبت محبوب کے
منافی ہے کیونکہ یہ شخص صرف محبوب کے فعل کا آئینہ ہے اور بس
اس لئے جو لوگ در پے آزار ہیں وہ دوسروں سے
زیادہ محبوب نظر آنا چاہئیں۔ آپ دوستوں سے کہدیں
کہ وہ دل کی تنگی دور کریں اور جو لوگ در پے آزار ہیں

لذت گیرند۔ آرے چون بدعا یا موریم و حضرت
حق سبحانہ را دعا و التجا و تضرع و زاری خوش
مے آید دعائے دفع بلیہ مے نمایند و سوال عفو
و عافیت کنند و آن کہ مرآت صورت غضب
گفتہ شدہ زیرا کہ حقیقت غضب نصیب اعداست
با دوستان بصورت غضب ست و بحقیقت عین
رحمت ست و درین صورت غضب چنان منافع محب
ودیعت نہادہ اند کہ چہ شرح دہد۔ و نیز در
صورت غضب کہ بدوستان عطاے فرمایند خرابی
جماعت منکران ست و باعث ابتلائے ایشان۔
و معنی عبارات شیخ محی الدین عربی قدس سرہ
معلوم نمودہ باشند کہ گفتہ ست عارف را ہمت نیست
یعنی ہمتے کہ قصد دفع بلیہ شود از عارف مسلوب ست
زیرا کہ چون بلیہ را عارف از محبوب داند و مراد
محبوب تصور نماید بدفع آن چہ نوع ہمت بندد
و رفع آن چگونہ خواہد اگرچہ بصورت دعائے دفع
بر زبان آرد از جہت امتثال امر دعا اما فی الحقیقت
ہیچ نے خواہد و بانچہ میرسد ملتذ ست والسلام
علی من اتبع الہدیٰ۔

ان کی طرف سے بددل نہ ہوں بلکہ اُن کے فعل سے
لذت حاصل کریں۔ ہاں چونکہ ہم کو دعا کرنے کا حکم ہے
اور حضرت حق سبحانہ کو دعا و التجا اور تضرع و زاری پسند
ہے اس لئے دفع مصائب کی دعا کریں اور عفو و عافیت کی
درخواست کریں۔ اور جو میں نے (جور و جفا کو) صورت غضب
کا آئینہ کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت غضب دشمنوں
کا حصہ ہے دوستوں کے لئے صورتاً غضب ہے اور حقیقتاً
عین رحمت۔ اس صورت غضب میں محب کے لئے اتنے منافع
ودیعت رکھے گئے ہیں کہ اس کی شرح کیا بیان کی جائے نیز
صورت غضب میں جو دوستوں کو عطا ہوتی ہے منکروں کی
بربادی ہے اور ان کی ابتلاء کا باعث ہے۔ اور شیخ محی الدین
عربی قدس سرہ کی عبارت کا مطلب آپ کو معلوم ہو گا کہ عارف
میں ہمت نہیں ہوتی یعنی وہ ہمت جو مصیبت دفع کرنے
کا قصد کرے عارف سے مسلوب ہے کیونکہ جب عارف مصیبت
کو محبوب کی طرف سے سمجھے گا اور مراد محبوب تصور کرے گا
تو اس کو دفع کرنے کی کس طرح ہمت باندھے گا اور اس کو
دور کرنے کی کس طرح خواہش کریگا اگرچہ صورتاً اس کے
دور ہونے کی دعا زبان سے کریگا محض حکم دعا کی تعمیل
کے لئے لیکن حقیقتاً وہ کچھ نہیں چاہتا جو مصیبت اس کو
پہونچتی ہے اس سے لذت حاصل کرتا ہے والسلام
علی من اتبع الہدیٰ

Marfat.com

ان مکتوبات قدسیہ کو دیکھو حق تعالیٰ کے ساتھ کیسا صحیح تعلق تھا اور کیسی بے مثال محبت تھی کہ ایسی تکالیف میں بھی اس کی طرف سے نظر نہ ہٹی اور چونکہ وہ تکالیف محبوب کی طرف سے تھیں لہذا ان میں کیسی لذت مل رہی ہے کیوں نہ ہو نص قرآنی ہے والذین اٰمنوا اشدُّ حبًا للہ۔

اس آخری خط میں جواب ہے ان جذبات کا جو حضرت میر محمد نعمان اور دوسرے خدام عالی مقام کے دل میں پیدا ہو رہے تھے کہ ہمت باطنی کے ساتھ بددعا کر کے موذیوں کو برباد کر دیا جائے اور یہ چیز ان حضرات کے لئے کچھ مشکل نہ تھی جن کے حق میں ارشاد نبوی ہے کہ لواقسم علی اللہ لابرّہ وہ چاہتے تو سلطنت تہ و بالا ہو جاتی ولنعم ما قال العارف الشیرازی فی امثالھم۔

گرد ہے علما رغزلت نشین!	قدمہائی خاکی دم آتشیں
بیک نالہ کہ بہم برکنند	بیک نعرہ کوہے ز جا برکنند
قوی بازو انند کوتاہ دست	خرد مند دیوانہ ہشیار مست

حضرت امام ربانی نے ان جذبات کو ٹھنڈا کر دیا اور بجائے ان انتقامی جذبات کے ان موذیوں کے لئے دعائے خیر کے جذبات دلوں میں بھر دیئے۔

آن کشتہ تیغ حق محبت او انکرد . گر بہرو دست و بازو قاتل دعا نکرد

مکتوب ۱۰۲ دفتر دوم حصہ ششم ص۲۶ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو قید خانہ سے لکھتے ہیں:۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ تھوڑا کرا در درد و مصائب ہر چند تحمل اذی است اما امید کرامتہا است بہترین است این نشاۃ حزن واندوہ ست و گوارا

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے اور صلوٰۃ و سلام ہے خدا کے برگزیدہ بندوں پر۔ تھوڑا کرنا بتکلیف و مصیبت میں اگرچہ مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں لیکن خدا کی

ترین نعم این مائدہ الم و مصیبت این شکر
پارہا را بدار وی تلخ غلاف رقیق فرمودہ اند
و باین حیلہ راہ ابتلا و انمودہ۔ سعادتمندان
نظر بر حلاوت آنہا انداختہ آن تلخی را در رنگ
شکرے خایند و مرارت را بر عکس صفرائی شیرین
مے یابند چہ شیرین نیابند کہ افعال محبوب
ہمہ شیرین اند علتی گر آں را تلخ یابد کہ بما سوی
گرفتار است۔ دولتمندان در ایلام محبوب
آں قدر حلاوت و لذت مے یابند کہ در انعام
او متصور نباشد ہر چند کہ ہر دو از محبوب اند
لیکن در ایلام نفس محب را مدخلے نیست و در
انعام تمام مراد نفس است ع

ہنیئاً لارباب النعیم نعیمہا

اللھم لا تحرمنا اجرہم ولا تفتنا بعدہم

وجود شریف الشان درین غربت اسلام اہل
اسلام را مغتنم است۔ سلمکم اللہ سبحانہ و ابقاکم۔
والسلام

عنایتوں اور مہربانیوں کی امید ہوتی ہے۔ اس دنیا کا
بہترین ساز و سامان رنج و غم ہے اور اس دسترخوان کی
بہترین نعمت تکلیف و مصیبت ہے ان شکر پاروں پر تلخ
دوا کا رقیق غلاف لپیٹ دیا گیا ہے اور اس تدبیر سے
امتحان و آزمائش کا راستہ کھولا گیا ہے۔ جو لوگ سعادتمند
ہیں وہ اس کی شیرینی پر نظر رکھتے ہیں اور اس تلخی
کو شیرینی کی طرح تناول کرتے ہیں اور ان کو صفراوی
کے برعکس یہ تلخ شیریں معلوم ہوتا ہے اور شیریں کیوں
نہ معلوم ہو جبکہ محبوب کا ہر فعل شیریں ہوتا ہے ہاں
بیمار کو وہ تلخ معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ ماسوا اللہ کی محبت
میں گرفتار ہوتا ہے قسمت والوں کو ایلام میں جو حلاوت
و لذت ملتی ہے انعام میں اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا
اگرچہ دونوں ہی محبوب کی جانب سے ہیں لیکن ایلام میں
محب کی خواہش نفس کا کچھ دخل نہیں ہوتا مگر انعام میں
خواہش نفس کا بھی دخل ہے اس لئے نعمتیں اصحاب
نعمت ہی کو مبارک ہوں۔ اے اللہ تو ہم کو اپنے
چاہنے والوں کے اجر سے محروم نہ کرنا اور ان کے بعد ہم کو
آزمائش میں نہ ڈالنا جناب کا وجود مبارک اس غربت
اسلام کے زمانہ میں مسلمانوں کے لئے مغتنمات میں
سے ہے اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت و باقی رکھے

والسلام۔

Marfat.com

غالباً شیخ نے اس مصیبت میں ہمدردی کا خط بھیجا ہوگا یہ اسی کا جواب ہے۔

مکتوب ۱۲۱ دفتر سوم حصہ ہشتم میں صاحبزادگان عالی شان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو قید خانہ سے لکھتے ہیں:-

الحمد للہ رب العالمین فی السراء والضراء وفی الیسر والعسر وفی النعمۃ والنقمۃ وفی الرحمۃ والزحمۃ وفی الشدۃ والرخاء وفی العطیۃ والبلیۃ والصلوٰۃ والسلام علی من ما اوذی نبی مثل ایذائہ وما ابتلی رسول نحو ابتلائہ لہذا صار رحمۃ للعالمین وسید الاولین والآخرین۔ فرزندان گرامی وقت ابتلاء ہر چند تلخ و بے مزہ است اما اگر فرصت دہند غنیمت است درین وقت چون شما را فرصت داده اند حمد خدا جل شانہ بجا آورده متوجہ کار خود باشند و یک لمحہ و لحظہ فراغت بر خود تجویز نکنند و یکے از سہ چیز باید کہ خالی از ان نباشند تلاوت قرآن مجید و ادائے نماز بطول قراءت و تکرار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ باید کہ بکلمہ لا نفی الہہ ہوائے نفس خود نمایند و دفع مقاصد و مرادات خویش کنند۔ مراد خود طلبیدن دعوی الوہیت خود کردن ست باید کہ ہیچ

حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی، فراخی میں بھی اور تنگی میں بھی، آرام میں بھی اور تکلیف میں بھی، رحمت میں بھی اور زحمت میں بھی، سختی میں بھی اور نرمی میں بھی، عافیت میں بھی اور آزمائش میں بھی، اور صلوٰۃ و سلام ہو اس ذاتِ مقدس پر جس کے برابر کسی نبی کو ایذا نہیں پہنچائی گئی اور جس کے مثل کسی رسول کی آزمائش نہیں ہوئی اس لئے وہ ذاتِ مبارک رحمۃ للعالمین اور سید الاولین والآخرین ہوئی۔ فرزندانِ گرامی! ابتلاء و آزمائش اگرچہ تلخ و بے مزہ ہے لیکن اگر خدا کی طرف سے اس کا موقع ملے تو بہت غنیمت ہے اس وقت چونکہ خدا نے تم کو فرصت دی ہے اس لئے اس کا شکر بجالاؤ اور اپنے کام میں متوجہ رہو اور ایک لمحہ و لحظہ اپنے لئے فراغت جائز نہ سمجھو اور تین باتوں سے خالی نہ رہو قرآن مجید کی تلاوت طولِ قرأت کے ساتھ نماز اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تکرار۔ حرف لا سے ہوائے نفس کے معبودوں کی نفی کرنا چاہئے اور اپنے مقاصد و مطالب کو دفع کرنا چاہئے۔ اپنی مراد کا طلب

Marfat.com

مرادے را در ساخت سینہ گنجائش نبود و
ہیچ ہوسے در تخیلہ نماند تا حقیقت بندگی
متحقق شود مراد خود خواستن مستلزم دفع
مراد مولائی خود است و معارضہ کردن ست
بصاحب خود این معنی مستلزم نفی مولائی
خود است و اثبات مولویت خود۔ قبیح این امر
را نیک معلوم یافتہ نفی دعوی الوہیت خود نمایند
تا زمانے کہ از ہوا ہا و ہوسہا تمام پاک نگردند
و جز مراد مولی مرادے نداشتہ باشند
این معنی بعنایۃ اللہ سبحانہ امید ست کہ در
ایام بلا و در اوقات ابتلا بسہولت میسر گردد
و در غیر این ایام این ہوا ہا و ہوسہا سد ہای
سکندریست در گوشہ ہا خزیدہ باین امر مشتغل
باشند کہ فرصت مغتنم ست و در زمان فتن
اندک را بہ بسیار قبول می نمایند و در غیر زمان
فتن ریاضات و مجاہدات شاقہ در کار ست
خبر شرط ست ملاقات واقع شود یا نہ۔ نصیحت
ہمیں ست کہ مرادے و ہوسے نمانند۔ والدہ
خود را نیز باین معنی مطلع سازند و دلالت
نمایند۔ باقی احوال این نشاۃ چون گذرندہ
ست چہ در معرض بیان آرد۔ برخورداران

کرنا اپنی الوہیت کا دعوی کرنا ہے۔ سینے میں کسی
مراد کی گنجائش نہ رہنا چاہیے اور قوت خیالیہ میں کوئی
ہوس باقی نہ رہنا چاہیے تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو،
اپنی مراد طلب کرنا اپنے مولا کی مراد دفع کرنا ہے اور اپنے
مالک سے معارضہ و مقابلہ کرنا ہے جس کا مطلب خدا کی آقائی
کی نفی اور اپنے آقا و مولا ہونے کا اثبات ہے اس بات
کی قباحت کو اچھی طرح سمجھ کر اپنے دعوئے الوہیت
کی نفی کرو اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھو جب تک
ہر قسم کی ہوا و ہوس سے بالکل پاک نہ ہو جاؤ اور سوائے
مراد مولا کے کوئی مراد باقی نہ رہے۔ اللہ تعالی کی عنایت
سے امید ہے کہ یہ بات ایام مصائب اور اوقات آزمائش
میں آسانی حاصل ہو گی۔ دوسرے زمانہ میں یہ ہوا و ہوس
سد سکندری ہے (جس کو عبور کرنا دشوار ہے) لہذا
گوشہ نشین ہو کر اس کام میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ فرصت
کا موقع غنیمت ہے اللہ تعالی فتنہ کے وقت زیادہ عمل
کی جگہ تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے فتنہ کا زمانہ نہ ہو تو
سخت ریاضتوں اور مجاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔
حقیقت سے باخبر ہونا ضروری ہے ملاقات ہو یا نہ ہو۔
نصیحت یہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی خواہش باقی نہ رہے
اپنی والدہ کو بھی اس بات سے آگاہ و باخبر کر دیں۔
باقی اس زندگانی کے احوال چونکہ گذر جانے والے ہیں

Marfat.com

شفقت دارید و بخواندن ترغیب نمائید و
اہل حقوق را تا توانید از ما راضی سازید و
بدعائی سلامتی ایمان مدد و معاون باشید
مکرر و موکد نوشته می شود این وقت را با مور
لاطائل صرف نکنند و بغیر ذکر الٰہی جل شانہ
باید که به هیچ چیز نپردازند اگرچه مطالعہ کتب
دینیہ باشد ـ وقت ذکر است ـ ہواہای
نفسانی را که آلہہ باطلہ اند در تحت لا آرند تا تمام
منتفی شوند و هیچ مرادی و مقصودی در
سینه نماند حتی که خلاصی من که بالفعل از اہم
مقاصد شما است نیز باید که مراد شما نباشد
و بہ تقدیر و فعل و ارادہ او تعالی راضی باشند
و در جانب اثبات کلمہ طیبہ غیر از غیب
ہویت که ورای ورای معلومات و تخیلات
است هیچ نباشد نه غم حویلی و سرا و چاہ و باغ
و کتب ما فیہا و دیگر خود سہل است باید که
هیچ چیز مزاحم وقت شما نشود و غیر از
مرضیات حق جل و علا مراد و مرضی شما نباشد
اگر ما بمیریم این ہمہ اشیا میرفت گو در
حیات ما رفته باشد هیچ فکر نکنند ـ اولیا این
امور را باختیار خود گذاشته اند ما باختیار داد

اس لئے کیا بیان کئے جائیں ـ جو لوگ رشفقت رکھنا
اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دیتے رہنا ـ جن لوگوں کے
حقوق مجھ پر ہیں جہاں تک ہو سکے اُن کو میری جانب سے
راضی رکھنا اور سلامتی ایمان کی دعا میں مدد گار اور
معاون رہنا ـ بتاکید و مکرر تحریر کیا جاتا ہے کہ یہ وقت
لاحاصل باتوں میں ضائع نہ کرنا اور سوائے ذکر الٰہی کے
اور کسی بات میں مشغول نہ ہونا چاہیے نہ کتب دینیہ کا مطالعہ
اور مطالعہ کرنا کوئی کیونکہ یہ وقت ذکر کا ہے ـ ہوا و خواہشات
نفسانی کو جو معبودانِ باطل ہیں کلمہ کے تحت لاؤ تاکہ
سب منتفی ہو جائیں اور دل میں کوئی مقصود اور کوئی
مراد باقی نہ رہے حتی کہ میری رہائی جو اس وقت تمہارا
مقصد اہم ہے وہ بھی تمہاری مراد نہ رہے اور اللہ کی تقدیر
اور اس کے فعل و ارادہ پر راضی رہو ـ اور کلمہ طیبہ کے
جزو اثباتی میں سوائے ذاتِ غیب الغیب کے جو معلوم
معلومات و خیالات سے وراء الورا ہے تمہارا کچھ مقصود
نہ ہو ـ حویلی اور سرائے اچاہ اور باغ ، کتابوں اور اشیائے
دیگر کی فکر تو سہل ہے ـ ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت
عزیز میں مزاحم نہ ہو اور بجز مرضیاتِ حق کے تمہاری
کوئی مراد و مرضی نہ ہو اگر ہم مرجاتے تو یہ چیزیں بھی نہ
رہتیں اس لئے اگر ہماری زندگی ہی میں نہ رہیں تو تم فکر
نہ کرو اولیاء اللہ نے ان چیزوں کو اپنے اختیار دادہ

Marfat.com

تعالیٰ این امور را بجز ار یم و شکر بجا آریم و امید ہست کہ از نقصان باشیم بفتح لام جائیکہ نشستہ اند ہمان را وطن انگارند حیات چند روزہ ہر جا کہ گذرد باید کہ بیاد حق جل شانہٗ گذرد معاملہ دنیا سہل است متوجہ آخرت باشند والدۂ خود را تسلی بدہند و ترغیب آخرت نمایند۔ ماند ملاقات یکدیگر اگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ خواستہ باشد میسر خواہد شد والا بتقدیر او تعالیٰ راضی باشند و دعا کنند کہ در دار السلام جمع گردیم و تلافی ملاقاتِ دنیا را بکرم او تعالیٰ در آخرت حوالہ نمائیم الحمد للہ علی کل حال۔

سے ترک کیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کے امور سے امید خیلر سے ترک کردیں امید ہو کہ پھر ہم مخلصین میں سے ہوں گے۔ جس جگہ بیٹھے ہو اسی کو اپنا وطن سمجھو چند روزہ زندگی جہاں گذرے یادِ حق میں گذرے، دنیا کا معاملہ آسان ہے آخرت کی طرف متوجہ رہو۔ اپنی والدہ کو تسلی دیتے رہو اور ان کو بھی آخرت کی طرف متوجہ رکھو باقی رہی ملاقات تو اگر خدا کو منظور ہے تو ایک دوسرے کی ملاقات ہوگی ورنہ تقدیر الٰہی پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دار السلام (جنت) میں اکٹھا ہوں۔ ملاقات دنیا کی تلافی اللہ تعالیٰ کے کرم سے ملاقات آخرت کے حوالے کرتے ہیں۔ الحمد للہ علی کل حال۔

مکتوب ۲۳ دفتر سوم حصہ نہم ۱۲ میں صاحبزادگان عالی شان کو لشکر شاہی سے بحالت نظر بندی لکھتے ہیں:۔

فرزندان گرامی بجمعیت باشند مردم ہمہ وقت تنہائی ما را در نظرے دارند و خلاصے ازین مضیق مے طلبند نمیدانند کہ در نامرادی و بے اختیاری و ناکامی چہ بلا حسن و جمال ست و کدام نعمت برابر آن ست کہ دین کس را بے اختیار از اختیار او بر آرند و باختیار خود او را زندگانی دہند و امور اختیاری او را نیز تابع آن بے اختیاری او ساختہ او را از دائرہ

فرزندانِ گرامی! خاطر جمع رہو لوگ ہر وقت ہماری تکلیف پر نظر رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ نامرادی، بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن و جمال ہے اس کے برابر کون سی نعمت ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو بے اختیار کر کے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے حتے کہ اس کے امور اختیاریہ کو بھی اس بے اختیاری کے تابع بنا کر

Marfat.com

اختیار او برآرند و کالمیت بین یدی الغسال
سازند در ایام حبس گاہے کہ مطالعہ ناکامی
و بے اختیاری خود مے نمودم عجب حظ میگرفتم
و طرفہ ذوقے مے یافتم۔ بلے ارباب فراغت
ذوق ارباب بلا را چہ دریابند و از جمال
بلائے او چہ درک نمایند۔ طفلان را حظ منحصر
در شیرینی ست و آنکہ از تلخی حظ فراگرفتہ
ست شیرینی را بجوے نے خرد ع
مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را
والسلام علی من اتبع الہدیٰ

اس کو اپنے ارادے اور اختیار سے بالکل دستبردار کر دیا جائے اور اس کو مردہ بدست زندہ بنا دیا جائے قید کے زمانہ میں جب اپنی ناکامی و بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجیب لطف اٹھاتا تھا اور ذوق کا مزہ پاتا تھا لیکن فراغت والے مصیبت والوں کی لذت کیا جانیں اور اس کی مصیبتوں کے حسن کا کیا اندازہ کریں۔ بچوں کو تو صرف شیرینی میں مزہ ملتا ہے لیکن جس کو تلخی میں لذت ملی وہ شیرینی کو ایک جَو میں بھی نہیں خریدتا۔ مرغ آتش خور دانہ کی لذت کیا جانیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

یہ تو حضرت امام کے ظاہری حالات و کمالات کا نا تمام بیان تھا اب آپ کے باطنی اور اصلی کمالات کے متعلق چند کلمات عرض کئے جاتے ہیں اگرچہ اس چیز کو کما حقہ ارباب بصر بھی بیان نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ایک بے بصر و بے بصیرت سے

سراپا ظاہرش نور ست و جان است[1] — مپرس از باطنش کان بے نشان ست

حضرت کے کچھ باطنی کمالات بہت دیر تک قلم ہاتھ سے رکھ کر سوچتا رہا کہ اس عنوان کے تحت میں کیا لکھوں مگر سمجھ میں نہ آیا۔ اگر حضرت کے مکاشفات (کونیہ نہیں بلکہ مکاشفات الٰہیہ) بیان کئے جائیں یا آپ کے خوارق عادات یعنی کرامات[2] کا ذکر کیا جائے تو گویا ان چیزوں

۱؎ جس کا سراپا ظاہر نور و جان ہو اس کے باطن کا حال نہ پوچھو کیونکہ وہ بے نشان ہے ۲؎ مجموعہ کنز البرکات احوال امام ربانی صفحہ ۱۲ میں ہے "۔

آوازہ ارشاد ایشاں بہ جہان و جہانیان رسید
و گلبانگ ہدایت بلند بہ عالم و عالمیان گردید کہ

ان کے ارشاد کا شہرہ سارے جہاں میں پھیلا اور ان کی ہدایت کی آواز تمام عالم میں پہنچی قطبیت اور

کی کمی نہیں مگر حضرت امام ان چیزوں کو کمالات اصلیہ میں نہیں سمجھتے۔ اگر آپ کے تصرفات اور کثرت ارشاد کو دیکھا جائے تو بھی حضرت امام کے نزدیک وہ اصلی کمال سے بہت نیچے کی چیز ہے۔

مکتوب ۱۱۰ دفتر دوم حصہ ششم ص۲۳ میں اپنے فرزند رشید اور خلیفہ راشد عروۃ الوثقیٰ محدالدین خواجہ محمد معصوم کو لکھتے ہیں۔

انگارم کہ مقصود از آفرینش من آن ست کہ ولایت محمدی بولایت ابراہیمی علیہما الصلوٰۃ والتحیات منصبغ گردد و حسن ملاحت این ولایت با جمال صباحت آن ولایت ممتزج شود ورد فی الحدیث "اخی یوسف اصبح وانا املح" باین انصباغ و امتزاج مقام محبوبیت محمدیہ بدرجہ علیا رسد تا کہ مقصود از امر باتباع ملت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام محصول این دولت عظمیٰ بودہ ست وطلب صلوٰت و برکات مماثل

میں خیال کرتا ہوں کہ میری پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ ولایت محمدی ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگین ہو اور ولایت محمدی کا حسنِ ملاحت ولایت ابراہیمی کے حسنِ صباحت سے آمیز ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ "میرے بھائی یوسف میں صباحت زیادہ ہے اور مجھ میں ملاحت زیادہ ہے" اس رنگینی و آمیختگی سے محبوبیت محمدیہ کا مقام اپنے درجہ علیا تک پہونچ جائے۔ شاید ملتِ ابراہیمی کی اتباع کا حکم اسی نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے لئے دیا گیا ہو اور (درود شریف میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قطبیت بنام ایشاں زدند ونقارہ غوثیت باسم آن جناب نواختند انوار ولایت و برکات وظہور کرامات وخرق عادات از ایشاں آں قدر ظاہر گردید کہ از تحریر و تقریر بیروں ست و کشف مقامات قرب الٰہی برانجناب بمرتبہ رسید کہ از بیان و تبیان افزوں ست (جیسر ص۱۲ میں ہے) خوارق و کرامات

غوثیت کا نقارہ انہی کے اسم مبارک سے بجا، ان کی ولایت و برکات کے انوار اور کرامات و خرق عادت کا ظہور اس قدر ہوا کہ احاطۂ تحریر و تقریر کو باہر ہے آپ پر قرب الٰہی کے مقامات اس قدر منکشف ہوئے کہ حد بیان سے زیادہ ہیں (جیسر ص۱۲ میں ہے) لوگوں نے ان کے خوارق عادات و کرامات کی تعداد سات سو لکھی ہے

صلوات[1] و برکات حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و
علیہ الصلوٰۃ والسلام از برائے ایں غرض بودہ
(بعد از فاصلہ چند سطور) و آنچہ مقصود در آفرینش[2] خود
مے دانستم معلوم شد کہ بحصول پیوست و سؤل
ہزار سالہ باجابت قرین گشت الحمد للہ
الذی جعلنی صلۃ[3] بین البحرین و مصلحا
بین الفئتین اکمل الحمد علیٰ کل حال
والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام و علیٰ
اخوانہ الکرام من الانبیاء والملائکۃ
العظام (بعد از فاصلہ چند سطور) اے فرزند باوجود
ایں معاملہ کہ بخلقت من مربوط بودہ است
کارخانہ دیگر عظیم بمن فرمودہ اند۔ برائے
پیری و مریدی مرا نیاوردہ اند و مقصود از
خلقت من تکمیل و ارشاد خلق نیست معاملہ

صلوات و برکات کی درخواست جو حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰت و برکات کے مانند ہوں
اسی غرض سے ہو۔ (چند سطروں کے بعد) میں اپنی پیدائش
کا جو مقصد سمجھتا تھا معلوم ہوا کہ وہ حاصل ہوگیا اور ہزار
سالہ درخواست قبول ہوگئی کامل ترین تعریفیں ہیں
اللہ کے لئے ہر حال میں جس نے مجھکو دو سمندروں کا ملانے
والا بنایا اور دو جماعتوں میں صلح کرانے والا۔ اور
صلوٰۃ و اسلام ہو بہترین خلائق پر اور اُن کے اخوان
کرام یعنی انبیاء و ملائکہ عظام پر (چند سطروں کے بعد)
فرزند من! باوجود اس بات کے جو میری پیدائش
سے مربوط ہے ایک دوسرا عظیم الشان کارخانہ میرے
حوالے کیا گیا ہے مجھ کو پیری و مریدی کے لئے نہیں پیدا
کیا گیا ہے۔ میری پیدائش کا مقصد تکمیل و ارشاد خلق
نہیں ہے۔ بلکہ دوسرا معاملہ اور دوسرا کارخانہ ہے۔

---

[1] اشارہ ہے اس درود شریف کی طرف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اس درود میں دعا ہے کہ یا اللہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر جیسی صلوات و برکات نازل ہوئیں ویسی صلوات و برکات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر نازل کر۔ [3] علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں ایک پیشنگوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کی ہے

یکون فی امتی رجل یقال لہ صلۃ یدخل الجنۃ بشفاعتہ کذا و کذا۔ — میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کو صلہ کہا جائیگا اس کی شفاعت سے اس قدر لوگ جنت میں جائیں گے

خدا کی قدرت کہ یہی لفظ صلہ حضرت امام ربانی کے قلم سے اپنے لئے نکل گیا اس امت میں آپ سے پہلے کسی نے یہ لفظ اپنے لئے نہیں استعمال کیا۔ ان فی ذلک لآیات۔

دیگر ست و کارخانہ دیگر دریں ضمن ہر کہ مناسبت
دارد فیض خواہد گرفت والا لا۔ معاملہ تکمیل
و ارشاد نسبت بآن کارخانہ امرے ست
ہمچوں مطروح فی الطریق۔ دعوت انبیاء
علیہم الصلوٰت والتسلیمات نسبت بمعاملات
باطنیہ الشان ہمیں حکم دارد۔ ہر چند منصب
نبوت ختم یافتہ ست اما از کمالات نبوت
وخصائص آن بطریق تبعیت و وراثت
کمل تابعان انبیاء را نصیب ست۔

اس ضمن میں جس شخص کو مناسبت ہوگی فیض حاصل ہوگا
ورنہ نہیں۔ اس کارخانۂ عظیم کے مقابلہ میں تکمیل و
ارشاد کا معاملہ راہ کی گری پڑی چیزوں کے مانند
ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام کی دعوت
اُن کے معاملاتِ باطنی کے مقابلہ میں یہی حکم رکھتی
ہے۔ ہر چند کہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن انبیاء
کے متبعین کاملین کو بطور تبعیت و وراثت کمالات
وخصائص نبوت سے حصہ ملتا ہے۔

ان حالات کے ہوتے ہوئے کس کی ہمت ہو کہ لب کشائی کی جرأت کرے۔ لہٰذا سوا اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ حضرت امام ربانی کے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ نے اور اُن کے بعد دوسرے اکابر نے جو کچھ آپ کے شان میں فرمایا ہے اس کے نقل کر دینے پر قناعت کی جائے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کتاب "کلمات طیبات" مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی میں درج ہیں جس زمانے میں حضرت امام ربانی اُن کی خدمت میں داخل سلسلہ ہوئے اپنے ایک مخلص کو لکھتے ہیں:۔

شیخ احمد نام مردے ست از سرہند کثیر العلم
قوی العمل روزے چند با فقیر نشست و
برخاست کردہ بسیار عجائب از روزگار اوقات
او مشاہدہ نمود بآن ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا
ازاں روشن گردد الحمد للہ۔ احوال کاملہ او مرا

شیخ احمد نام کے ایک شخص ہیں جو سرہند کے رہنے
والے ہیں کثیر العلم وقوی العمل۔ چند روز اس فقیر کی صحبت
میں رہے اور ان میں عجیب حالات و کمالات مشاہدہ
ہوئے جیسے ایک چراغ ہے جس سے سارا عالم روشن
ہو گیا الحمد للہ ان کے حالات کاملہ پر مجھکو یقین ہے۔ شخص

Marfat.com

بیقین پیوستہ این شیخ مشارٌ الیہ برادران عاقر باملد وہمہ مردم صالح و از طبقۂ علماء اند چندے را معاکو ملازمت کردہ از جواہر علویہ دانستہ استعدادہائی عجیب دارند فرزندان آن شیخ کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند بالجملہ شجرۂ طیبہ اند انبتہا اللہ نباتا حسنا ونفع ائمی باب الشیاء اند۔

مذکور کے کئی بھائی اور رشتہ دار ہیں سب مردان صالح اور طبقۂ علماء سے ہیں ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو میں نے اپنی صحبت میں رکھا تو ان کو جواہرات علویہ پایا یعنی عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ شیخ مذکور کے صاحبزادے جو ابھی کمسن بچے ہیں اسرار خداوندی ہیں خلاصہ یہ کہ شجرۂ طیبہ ہیں جس کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین حمیدہ کی عطا فرمائی یہ لوگ خدا کے درکے فقرا ہیں۔

نیز حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے:۔

شیخ احمد آفتابے ست کہ مثل ما ہزاران ستارہ ہا در سایۂ او گم اند مثل ایشان دریں وقت زیر فلک نیست ومثل ایشان چند کس دریں امت گذشتہ اند وایشان دریں وقت از اکمل محبوبان اند۔

شیخ احمد وہ آفتاب ہیں جس کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔ اس وقت اُن جیسا اس آسمان کے نیچے کوئی نہیں اور اس امت میں ان جیسے لوگ بہت کم گذرے ہیں وہ اس زمانہ میں کاملین محبوب الٰہی میں سے ہیں۔

مجدد ثالث عشر حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے مکاتیب شریفہ مطبوعہ مدراس کے ص ۱۱ میں ہے:۔

امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب الطریقۃ حضرت شیخ احمد فاروقی رضی اللہ عنہ طریقۂ چشتیہ از پدر بزرگوار خود گرفتہ اند واز ارواح طیبہ این سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم فیضہا واجازت وخلافت یافتہ در خوردی باو منظور نظر عنایت حضرت شاہ کمال قادری

صاحب الطریقہ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رضی اللہ عنہ نے طریقۂ چشتیہ اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا، اور اس سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں کی ارواح طیبہ سے فیوض حاصل کئے اور اجازت وخلافت پائی بچپن ہی میں حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ کی ان پر نظر عنایت تھی چنانچہ انھوں نے حضرت شاہ

Marfat.com

قدس سرہ بودند و خرقہ تبرک حضرت شاہ
کمال از دست شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہما
حضرت شاہ کمال بالباس آن ایشان را تاکیدات
فرمودہ پوشیدند و از ارواح مقدسہ اکابر خاندان
قادریہ و روح پر فتوح حضرت غوث الثقلین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بہ فیوض و برکات و اجازت
و خلافت فائز شدہ و اجازت طریقہ کبرویہ
از مولٰنا یعقوب صرفی کہ در خطہ کشمیر کمالات
ایشان مشہور است دارند۔ اما نسبت حضرات
خواجگان نقشبندی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم
کہ از خواجہ آفاق حضرت خواجہ باقی باللہ
یافتہ اند بر حضرت ایشان غالب ست و ذکر و
شغل و وضع و آداب ہمیں طریقہ معمول دارند
پس تحریر چہار شجرہ ضرور ست برائے تبرک و
تیمن تا موجب برکت متوسلان این سلسلہ شود
و با وجود اخذ و کسب فیوض ہر چہار خاندان عالی
شان از جناب الٰہی بمواہب جلیلہ و عطایائے
جمیلہ سرفراز شدہ اند کہ عقل در ادراک آن
کمالات و حالات حیران است۔ حضرت خواجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ در بارہ حضرت ایشان فرمودہ
اند کہ ہم چوں ایشان زیر فلک نیست و دریں ایام

کمال قادری کا خرقہ، تبرک حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ
علیہ کے دستِ مبارک سے پہنا جس کے پہنانے کی تاکید
حضرت شاہ کمال نے شاہ سکندر کو فرمائی تھی حضرت
امام ربانی کو اکابر خاندانِ قادریہ کی ارواحِ طیبہ اور
حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحِ مبارک
سے فیوض و برکات اور اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔
اور طریقہ کبرویہ کی اجازت مولٰنا یعقوب علی صرفی سے
حاصل ہوئی جن کے کمالات خطۂ کشمیر میں مشہور ہیں لیکن
حضرت امام ربانی پر خواجگان نقشبندیہ کی نسبت جو
اُن کو خواجۂ آفاق حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے حاصل
ہوئی تھی تمام نسبتوں سے زیادہ غالب ہے۔ اور اسی
طریقہ کے مطابق، ذکر و شغل، آداب و وضع آپ کا
معمول تھا اس لئے آپ کے سلسلہ میں تبرک اور تیمن
کے لئے چاروں شجروں کا تحریر کرنا ضروری ہے تاکہ
اس سلسلۂ مجددیہ کے متوسلین کے لئے باعثِ برکت
ہو۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے باوجودیکہ چاروں سلسلوں
سے کسب فیض کیا ہے لیکن بارگاہ الٰہی سے (بلا واسطہ)
وہ عظیم الشان نعمتیں اور جلیل القدر برکتیں عطا ہوئیں کہ
عقل ان کمالات و حالات کے ادراک میں متحیر ہے۔
حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے
کہ اُن جیسا بزرگ (اس زمانہ میں) زیر آسمان نہیں ہے

Marfat.com

خل ایشان چند کس بعلوم ے شود و معلومات و مکشوفات ایشان ہمہ صحیح و قابل آن ست کہ بنظر انبیا علیہم الصلوات و التسلیمات در آید واز مکاتیب شریفہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ العزیز کمال حضرت ایشان معلوم ے شود ملا بدر الدین در حضرات القدس و محمد ہاشم کشمی در برکات احمدیہ و محمد احسان در روضۃ القیومیہ و دیگر عزیزان مقامات و طاعات و عبادات حضرت ایشاں مفصل تحریر نمودہ اند و حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بعد تحریر مناقب حضرت ایشان نوشتہ اند لا یحبّہ الا مومن تقی ولا یبغضہ الا منافق شقی۔

اور اس امت میں ان کے جیسے لوگ کم معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے معلومات و مکشوفات سب صحیح ہیں اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ حق بین کے لائق ہیں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا حال حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ العزیز کے مکاتیب شریفہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت کے مقامات، طاعات اور عبادات کو ملا بدر الدین نے حضرات القدس میں، محمد ہاشم کشمی نے برکات احمدیہ میں، محمد احسان نے روضۃ القیومیہ میں نیز دوسرے لوگوں نے مفصل تحریر کیا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے مناقب تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اُن سے وہی محبت رکھیگا جو مومن تقی ہو اور وہی بغض رکھے گا جو منافق شقی ہو۔

حضرت کی مجدّدیت حضرت کا مجدد الف ہونا بھی ایک بڑی چیز ہے آپ سے پہلے صدی کے مجدّدؔ ہوا کرتے تھے الف کا مجدد کوئی نہیں ہوا الف ثانی کا آغاز ہی نہ ہوا تھا۔ اور الف اول میں خود ذات اقدس و اطہر سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی موجود تھی۔

لہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کسی کو نبوت ملنے والی نہیں لہذا آپ کی شریعت کے قیامت تک محفوظ رہنے کے انتظامات بھی قدرت کاملہ کی طرف سے پیش از پیش کئے گئے اور امت کو ان انتظامات سے بطور پیشینگوئی کے آگاہ کر کے مطمئن کر دیا گیا بعض اہم انتظامات کی خبر قرآن مجید میں ہے اور بعض کی احادیث صحیحہ میں چنانچہ ہر صدی میں مجدد کا ہونا بھی انھیں انتظامات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کا تذکرہ احادیث صحیحہ میں ہے۔ سنن ابی داؤد میں اس حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں (باقی صفحہ آئندہ پر دیکھئے)

Marfat.com

آپ سے پہلے جس قدر مجدّد صدیوں کے گذرے ہیں کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدّد ہوتے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک ایک وقت میں متعدد[1] مجدّد نظر آتے ہیں، کوئی علم حدیث کا کوئی فقہ کا پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے کوئی فقہ شافعی کا۔ کوئی علم کلام کا مجدد ہے اور کوئی سلوک و احسان[2] کا، لیکن یہ چیز اللہ تعالےٰ نے آپ ہی کے لئے مخصوص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ سے پہلے کے مجددین کو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت خاص خاص چیزوں میں حاصل تھی اور آپ کو تمام چیزوں میں نیابت تامہ حاصل ہے وشتان ما بینہما۔

آپ سے پہلے کے مجددین کی خدمات کا اثر صرف ایک صدی کے لئے ہوتا تھا اور آپ کی مجددیت ایک ہزار سال کے لیے ہے۔

آپ کے سوا دوسرے مجددین کی مجددیت نہ معلوم امت کے کتنے لوگوں کے علم میں نہ آئی اور نہ معلوم کتنوں کی مختلف فیہ رہی جو اختلاف کہ معاندانہ یا معاصرانہ ہو وہ تو قطعاً قابل لحاظ نہیں مگر جو اختلاف کہ شرائط مجددیت کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کی وجہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان اللہ یبعث لھذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا اس حدیث کی شرح میں علمائے کرام نے مستقل تصانیف کی ہیں از انجملہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب الفوائد الجمة فیمن یبعثہ اللہ لھذہ الامة قابل مطالعہ ہے ۱۲

[1] بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ ایک صدی میں ایک ہی مجدد ہونا چاہئے مگر یہ بات صحیح نہیں جیسا کہ تاریخی واقعات کے تتبع اور مولانا شاہ ولی اللہ رح جیسے محققین کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] آجکل جس چیز کو تصوف کہتے ہیں احادیث نبویہ میں اس کو احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

ہو وہ بیشک قابل لحاظ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت امام ربانی کی مجددیت کو ان چیزوں سے بھی محفوظ رکھا آپ کی مجددیت کا تمام امت کو دنیا کے ہر گوشہ میں علم ہوا۔ اور جو لوگ اس معاملہ میں اہل حل وعقد ہو سکتے ہیں اُن سب نے آپ کی مجددیت کو تسلیم کر لیا۔ بلکہ جو لوگ بدعات کی محبت یا اپنے سرد بازاری کے خیال سے آپ سے دل میں عناد رکھتے تھے وہ بھی مجبور ہوئے[۲] کہ زبان سے آپ کے مجدد ہونے کا اقرار کریں۔ جس طرح مذہب شیعہ کی بنیاد قرآن مجید کی عداوت پر ہے کوئی شیعہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کے دل میں قرآن مجید سے دشمنی اور نفرت نہ ہو مگر قرآن مجید کا رعب ہے کہ اپنے کو مسلمان کہنے کے بعد قرآن مجید سے دشمنی کا اظہار کرنے کی جرأت نہیں ہوتی بلکہ ضمیر کے خلاف زبان سے اقرار کئے بغیر مفر نہیں قریب قریب بفضلہ تعالےٰ وانعامہ یہی حالت حضرت امام ربانی کی ہے

آپ کی مجددیت کے بیان میں ایک مستقل اور بے نظیر کتاب تالیف ہو چکی ہے جس کا نام شواہد التجدیدیہ ہے جس کا ایک قلمی نسخہ بھوپال کی خانقاہ عالی جاہ مجددیہ میں موجود ہے۔

---

[۱] مثلاً حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ دہلوی اور ان کے مرشد حضرت سید احمد بریلوی کی مجددیت کو حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب نے اس بنا پر اختلاف کیا کہ ان دونوں بزرگوں نے صدی کا آخر نہیں پایا اور مجدد کے لئے ضروری ہے کہ پہلی صدی کے آخر میں موجود ہو۔ حضرت ممدوح تذکرۃ الراشد صفحہ ۱۹۳ میں لکھتے ہیں کہ ومن ھھنا ظہر ان ما اشتہر بین العوام بل الخواص کالعوام ان مولانا اسمٰعیل الشہید الدہلوی ومرشدہ السید البریلوی الذی کانت ولادتہ سنۃ احدی من المائۃ الثالثۃ عشر من مجددی المائۃ خال عن التحصیل لا یقولہ صاحب التکمیل ۱۲

[۲] بعض منکرین کو غیب سے سزائیں بھی ملیں جیسا کہ سید برزنجی مدنی کے متعلق حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب نے حالات حضرت شہیدؒ کے ص۵۵ میں نقل فرمایا ہے کہ اس نے ایک رسالہ حضرت امام ربانی کے رد میں لکھا تھا حضرت شیخ محمد فرخ نبیرۂ حضرت امام ربانی کی بددعا سے دریا میں ڈوب گیا سید برزنجی مذکور کے رسالہ مذکورہ کا رد حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی نے لکھا ہے جس کا نام الکلام المنجی ہے جو مولوی وکیل احمد سکندرپوری کے نام سے طبع ہوا ہے ۱۲

Marfat.com

مجدد کے لئے یہ کچھ ضروری نہیں کہ اس کو اپنے مجدد ہونے کا علم ہو مگر حضرت امام ربانیؒ کو اپنے مجدد ہونے کا علم علی وجہ الکمال تھا۔

مکتوب ۴ دفتر دوم حصہ ششم ۲ میں کچھ معارف خاصّہ بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:-

این معارف از حیطۂ ولایت خارج است ارباب ولایت در رنگ علمای ظواہر در ادراک آں عاجز اند و در درک آن قاصر این علوم مقتبس از مشکوٰۃ انوار نبوت اند علی اربابہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کہ بعد از تجدید الف ثانی بہ تبعیت و وراثت تازہ گشتہ اند و بطراوت ظہور یافتہ صاحب این علوم و معارف مجدد این الف است کما لا یخفی علی الناظرین فی علومہ و معارفہ التی تتعلق بالذات والصفات والافعال و تتلبس بالاحوال والمواجید والتجلیات و الظہورات فیعلمون ان ہولاء المعارف وراء علوم العلماء و وراء معارف الاولیاء بل علوم ہولاء بالنسبۃ الی تلک العلوم قشر و تلک المعارف لب ذلک القشر واللہ سبحانہ الہادی و باید دانست کہ بر سر ہر مائۃ مجددے گذشتہ است اما مجدد مائۃ دیگر است و مجدد الف دیگر چنانچہ

یہ معارف دائرۂ ولایت سے بالاتر ہیں، ان کے ادراک سے اصحاب ولایت بھی علمائے ظاہر کی طرح عاجز و قاصر ہیں۔ یہ علوم درحقیقت انوار نبوت کے مشکوٰۃ سے ماخوذ ہیں جن کی اس الف ثانی کے آغاز میں نیابۃً و وراثۃً تجدید ہوئی ہے اور ان کو تر و تازگی ملی ہے جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے یہ علوم و معارف ظاہر فرمائے وہ اس الف (دوسرے ہزارہ) کا مجدد ہے جیسا کہ ان لوگوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے جنہوں نے اس کے ان علوم و معارف کا مطالعہ کیا ہے جو ذات و صفات اور افعال باری تعالیٰ سے متعلق ہیں یا جو احوال و جذبات اور تجلیات و ظہورات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ معارف علماء کے علوم اور اولیاء اللہ کے معارف سے ماوراء ہیں بلکہ علماء و اولیاء کے علوم ان علوم و معارف کے مقابلہ میں پوست کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا مغز یہی معارف مذکورہ ہیں۔ اللہ سبحانہ کی ذات ہی ہدایت کرنے والی ہے۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ہر

Marfat.com

درمیان مائہ و الف فرق ست درمیان مجددین اینہا نیز ہماں قدر فرق ست بلکہ زیادہ ازاں و مجدد آن ست کہ ہرچہ دراں مدت از فیوض بامتان برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آن وقت بوند و بدلا و نجبا، باشند و خاص کند بندہ مصلحت عام را

صدی کے شروع میں ایک مجدد گذرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے، اور الف کا مجدد کچھ اور جو فرق سَو اور ہزار میں ہے وہی فرق ان کے مجددوں میں بھی ہے بلکہ اس سے زیادہ، مجدد وہ شخص ہے کہ اس کے زمانہ میں امتوں کو جو فیض پہونچے اسی کے واسطے سے پہونچے اگرچہ وہ اس زمانہ کے اَقطاب و اَوتاد، اور ابدال و نُجَبا ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے کسی بندہ کو مصلحت عامہ کے لئے مخصوص کرلیتا ہے (اور اُسی کے ذریعہ سے فائدہ پہونچانا چاہتا ہے)

مجدد کی سب سے بڑی پہچان اُس کے کارنامے ہیں، حمایت دین اور اقامت سنت اور ازالہ بدعت میں اس کی خاص شان ہوتی ہے غیر معمولی کوشش اس سے ظہور میں آتی ہے اور اس کی کوشش کا غیر معمولی نتیجہ یعنی توقع سے بہت زائد نکلتا ہے۔

حضرت امام ربانی نے کیسی کیسی کوششیں مذکورہ بالا دینی خدمات کے لئے کیں اور کیسا انہماک اور کیسا شغف آپ کو اس میں تھا مکتوبات قدسیہ کے دیکھنے سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے پھر ان کوششوں پر کیسے غیر معمولی ثمرات توقعات سے بدرجہا زائد مرتب ہوئے اس پر عالم اسلامی کی تاریخ ماضی و حال شاہد عادل ہے۔

حضرت کی وفات حسرت آیات

۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ ایک ہزار چونتیس میں بعمر ۶۳ سال مطابق عمر شریف نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اپنے وطن مبارک سرہند میں آپ نے وفات پائی قبر شریف آپ کی زیارت گاہ عالم ہے۔

وفات سے چند ماہ پہلے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی عمر تریسٹھ برس کی معلوم ہوتی ہے اتباع سنت میں جس کو اتنا شغف ہو بے اختیاری چیزوں میں منجانب

Marfat.com

اتباع سنت کی مطابقت اس کو عطا ہوتی ہے۔

اپنی عمر کے آخری شعبان میں حسب معمول پندرھویں شب کو عبادت کے لئے خلوت خانہ میں تشریف لے گئے صبح کو جب گھر میں تشریف لے گئے تو بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ معلوم نہیں آج کس کس کا نام دفتر ہستی سے کاٹا گیا یہ سُن کر حضرت امام نے فرمایا کہ تم تو بطور شک کے کہہ رہی ہو کیا حال ہو گا اس شخص کا جس نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ اس کا نام دفتر ہستی سے محو کیا گیا۔ کرامت

اس کے بعد آپ نے ارشاد و ہدایت کا سب کام صاحبزادوں کے سپرد کر دیا اور اپنا تمام وقت قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار و اشغال طریقت میں صرف فرمانے لگے۔ سوا نماز کے خلوت سے باہر تشریف نہ لاتے تھے نفل روزوں کی اور صدقات و خیرات کی بھی اس زمانہ میں بہت کثرت فرمائی۔

وسط ذی الحجہ میں حضرت کو ضیق النفس کی بیماری لاحق ہوئی اور تپ محرقہ شروع ہوئی جو یوماً فیوماً ترقی کرتی گئی انھیں ایام میں ایک روز فرمایا کہ حضرت پیران پیر کو میں نے دیکھا بڑی مہربانی مجھ پر فرمائی۔

۱۲ محرم کو فرمایا کہ بس اب چالیس پچاس دن کے اندر اندر مجھکو اس عالم فانی سے سفر کرنا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بتاریخ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ ہجری تریسٹھ برس کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ کرامت

جس رات کی صبح کو آپ دنیا سے جانے والے تھے حسب معمول تہجد کی نماز کے لئے اٹھے اور بڑے اطمینان سے وضو کر کے نماز پڑھی اور خدام سے فرمایا کہ تم لوگوں نے تیمارداری کی بہت تکلیف اٹھائی اب آج یہ تکلیف ختم ہے۔ اخیر وقت میں ذکر اسم ذات کا بہت غلبہ تھا۔ ذکر کرتے کرتے روح مبارک رفیق اعلیٰ سے مل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

Marfat.com

نماز جنازہ حضرت کے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور اپنے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد صادق رحمہ اللہ کی قبر مبارک کے سامنے خاص شہر سرہند میں مدفون ہوئے یہی وہ جگہ ہے جس کے متعلق آپ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے قطب کے انوار وہاں چمکتے ہیں۔

روضہ مبارک کی تعریف میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی مہاجر مدنی نے چند اشعار نظم فرمائے ہیں جو تبرکاً درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

اے خاک پاک روضۂ عبیری و عنبری	کاہل جہاں زبوئی تو مدہوش گشتہ اند
ساقی فشاند بر تو خوش آبے کہ اہل دہر	عاقل بہ نیت آمدہ مخمور رفتہ اند
سرے ز خاک خلد تو داری کہ اہل ارض	یک نغمہ از تو یافتہ بر چرخ رفتہ اند
نے نے ترا ز تربت یثرب سرشتہ اند	پنہاں ز روم و شام بہ سرہند ہشتہ اند
این خاک احمدی ست بذات احد نگر	نے یک کہ صد ہزار ازیں خاک جستہ اند
اہلاً و مرحباً بے زوار تو لیے	اقفال بعد بر رخ اعدات بستہ اند
یارب مکن خلاص ازیں خاک در مرا	بدحال آں کساں کہ ازین خاک رستہ اند

لہ اے روضۂ مبارک کی خاک پاک تو وہ عبیر و عنبر ہے جس کی خوشبو سے سارا عالم مدہوش ہو گیا ہے۔ تجھ پر ساقی نے ایسا نفیس پانی چھڑکا کہ جب دنیا والے آئے تھے تو باہوش و خرد تھے لیکن جب تیری زیارت کر کے واپس چلے تو مست و مدہوش تھے۔ تجھ میں سرزمین جنت کا وہ راز پوشیدہ ہے کہ زمین والے تیری ایک ہلکی سی خوشبو پا کر آسمان پر پہنچ گئے۔ نہیں، نہیں بلکہ تو خاک یثرب سے گوندھی گئی ہے اور شام و روم سب سے چھپا کر تجھ کو سرہند میں رکھا گیا ہے۔ یہ خاک احمدی ہے خدا کی قدرت دیکھو کہ ایک کو نہیں لاکھوں کو اس خاک در سے زندگی ملی۔ تیری زیارت کو آنے والوں کے لئے ہر طرح خوش آمدید ہے لیکن تیرے دشمنوں کے سامنے بعد و دوری کے قفل لگا دیئے گئے ہیں (تا کہ وہ نہ آسکیں)۔ خداوندا تو مجھ کو اس خاک در سے رہائی نہ دے۔ کیونکہ وہ لوگ بدنصیب ہیں جن کو اس خاک در کی غلامی سے رہائی مل گئی۔

Marfat.com

شیرے[1] بخواب ناز بہ پہلوی دو شبل   یارب چہ رازہاست کہ اینجا نہفتہ اند

تنہا غنی نہ نغمہ مدح تو ساز کرد

کروبیان عرش ہمیں گونہ گفتہ اند

حضرت کے باقیات صالحات حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تو دنیا سے تشریف لے گئے مگر باقیات صالحات کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑ گئے جو انشاءاللہ تعالےٰ قیامت تک قائم رہنے والا ہے اور جس قدر فیوض و برکات اس سلسلہ سے امت مرحومہ کو پہونچے اور پہونچ رہے ہیں سب کا ثواب آپ ہی کے اعمالنامہ میں ہے۔

باقیات صالحات کے سلسلہ میں صرف دو چیزوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے وہ بھی بالاختصار۔

اوّل آپ کے ذریات طیبات اور آپ کے خلفا۔ دوم آپ کے مکتوبات قدسیہ ان دونوں چیزوں کے متعلق اگر مفصل حالات درج کئے جائیں تو ایک بڑا دفتر تیار ہو جائے۔

آپ کی ذریات طیبات کا یہ حال ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی نظر میں ان کو پہچان لیا تھا اور اُن کو جواہر علویہ فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ استعدادہای عجیب دارند، اسرار الٰہی اند، شجرۂ طیبہ اند، فقرائی باب اللہ اند، دلہای عجیب دارند حضرت خواجہ کے یہ ارشادات اوپر منقول ہو چکے ہیں۔

حق تعالیٰ نے آپ کے چار فرزندوں کو عمر عطا فرمائی اور یہ چاروں ولی کامل و مکمل تھے۔

فرزند اول حضرت خواجہ محمد صادق جو حضرت امام ربانی کے سامنے ہی درجہ کمال پر پہونچکر وفات پا گئے۔ آپ کی وفات کا بڑا صدمہ حضرت کو ہوا، مکتوبات قدسیہ میں اس صدمہ کا اور آپ کے کمالات کا ذکر موجود ہے۔ ولادت آپکی ۱۰۰۰ھ وفات ۸ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ

---

[1] ایک شیر اپنے مدّ بچوں کے پہلو میں مشغول خواب ناز ہے۔ یارب اس میں کیا راز ہے کہ وہ یہاں پوشیدہ ہیں۔
صرف غنی ہی تیری مدح میں نغمہ سرا نہیں ہے بلکہ کروبیانِ عرش میں بھی باہم یہی گفتگو ہے۔

Marfat.com

فرزند دوم حضرت خواجہ محمد سعید ملقب بخازن الرحمہ۔ ولادت آپ کی سنہ ۱۰۰۵ھ اور وفات ۲۷ جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۷۰ھ

فرزند سوم حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ عروۃ الوثقیٰ۔ طریقہ کی اشاعت آپ سے بہت زیادہ ہوئی دہلی کی مشہور عالم خانقاہ جو مرجع عرب وعجم تھی آپ ہی کے سلسلہ کی ہے۔ ولادت باسعادت سنہ ۱۰۰۷ھ اور وفات ۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۷۹ھ

فرزند چہارم حضرت خواجہ شاہ محمد یحیٰی۔ حضرت امام ربانی کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی۔ تحصیل علوم اور تکمیل طریقت اپنے بھائیوں سے کی۔ وفات سنہ ۱۰۹۶ھ۔

خدا کی رحمت کہ ان صاحبزادوں کو جس قدر اولاد حق تعالےٰ نے عطا فرمائی وہ بھی سب اولیاء اللہ۔ اور اب اس وقت ہندوستان کے اکثر مقامات میں اور حرمین شریفین میں آپ کی ذریت طیبہ کا سلسلہ موجود ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ ان میں صاحبان نسبت بھی ہیں۔

ایسے ہی سلسلہ آپ کے خلفا کا تو حقیقت حال یہ ہے کہ جو حضرات بلاواسطہ آپ کے خلفا ہیں ان کا صحیح شمار نہیں ہو سکا چہ جائیکہ بالواسطہ خلفا بھی ان میں شامل کر لئے جائیں بلا شبہ دنیا کے جس جس گوشہ میں مسلمان آباد تھے آپ کا سلسلہ بھی وہاں پہونچا اور پھیلا اور پھولا۔

دہلی کے عروج کے آخری دور میں آپ کے سلسلہ کے ایک عظیم الشان خلیفہ مجدد مائۃ ثالث عشر حضرت مولٰنا شیخ عبداللہ المشتہر بہ غلام علی تھے انھیں کے نام سے دہلی کی خانقاہ مجددیہ آباد ہے آپ کے اور حضرت امام ربانی کے درمیان میں چار واسطے ہیں، آپ کی ذات بابرکات سے تو اس قدر فیض ہوا کہ بقول حضرت مولٰنا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی شاید اگلے مشائخ میں کسی سے اس قدر فیض ہوا ہو۔

ہندوستان میں شاید ہی کوئی شہر ہو جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو۔ صرف ایک شہر انبالہ میں پچاس خلفا آپ کے تھے۔

آپ ہی کے ایک خلیفہ حضرت مولٰنا خالد کُردی تھے جن کے مناقب میں علامہ شامی نے

جن کی شرح درمختار پر آج مفتیان مذہب حنفی کے فتووں کی بنیاد ہے ایک مستقل رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام سل الحسام الھندی لنصرۃ مولینا خالد النقشبندی ہے یہ رسالہ مصر میں چھپ گیا ہے۔

علامہ شامیؒ نے رسالہ مذکورہ میں حضرت مولٰنا خالد کے علمی و عملی کمالات خوب تفصیل سے بیان فرمائے اور ۱۲۲۴ھ میں ان کا براہ ایران پیدل ایک سال سفر کے بعد دہلی پہونچنا اور حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے دریائے فیض سے سیراب ہوکر لوٹ قطب ارشاد بنکر اپنے وطن واپس ہونا اور وہاں مرجع خواص و عوام ہونا مفصل ذکر کیا ہے چند سطور ملاحظہ ہوں۔

ولیلۃ دخولہ بلدۃ جہان آباد (دھلی) انشا قصیدتہ العربیۃ الطنانۃ من البحر الکامل یذکر فیھا وقائع السفر وتخلص الی مدح شیخہٖ مطلعھا ؎

کملت مسافۃ کعبۃ الامال
حمد المن قد من بالاکمال

وھی طویلۃ ولہ غیرھا من المقاطیع العربیۃ وفی الفارسیۃ قصائد[1] ومقاطیع کثیرۃ انسیہ

جس رات وہ شہر جہان آباد (دہلی) میں داخل ہوئے انہوں نے بحر کامل میں ایک مترنم عربی قصیدہ کہا جس میں واقعات سفر بیان کرنے کے بعد انہوں نے اپنے شیخ کی مدح کی طرف گریز کیا ہے۔ اس قصیدے کا مطلع یہ ہے کملت الخ یعنی کعبۂ آرزو تک پہونچنے کی مسافت طے ہوگئی شکر ہے اس ذات مقدس کا جس نے اس سفر کو پایۂ تکمیل تک پہونچا کر احسان فرمایا۔ یہ قصیدہ خاصا طویل ہے علاوہ اس قصیدے کے ان کے عربی میں اور بھی اشعار ہیں۔ فارسی زبان میں[1] بھی ان کے

---

[1] حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی نے ایک قصیدہ فارسی انسٹھ شعر کا نقل کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے

خبر از من و بیدآن شاہ خوباں را بہ پنہانی[a] — کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

امام اولیا سیاح بیدا ای خدا بینی![b] — ندیم کبریا سباح دریائے خدا دانی
رہین رہنمایان شیخ جمع اولیای دین — دلیل پیشوایان قبلۂ اعیان روحانی
چراغ آفرینش مہر برج دانش و بینش — کلید گنج حکمت محرم اسرار سبحانی
امین قدس عبد اللہ شہ کز التفات او — دہد سنگ سیہ خاصیت لعل بدخشانی

اور مقطع یہ ہے۔

ز جام فیض خود کن خالد در ماندہ را سیراب[c] — کہ او لب تشنہ مستغنی و تو دریائے احسانی ۲

استمداد

[a] یہ میری طرف سے اس شاہ خوباں کو پوشیدہ طریقہ سے یہ خبر پہونچا دو کہ اس ابر نیساں سے عالم دوبارہ زندہ ہوگیا۔

منها قصیدۃ غراء فی مدح شیخہ قدس سرہٗ ایضاو بعد وصولہ تجرد ثانیا عما عندہ من حوائج السفر والنفقۃ کلہ علی المستحقین ممن حضر فاخذ الطریقۃ العلیۃ النقشبندیۃ بعمومہا وخصوصہا ومفہومہا ومنصوصہا علی شیخ مشائخ الدیار الھندیۃ وارث المعارف واسرار المجددیۃ سیاح بحار التوحید سیاح قفار التجرید قطب الطرائق غوث الخلائق معدن الحقائق منبع الحکم والاحسان والایقان والدقائق العالم النحریر الفاضل والعلم المفرد الکامل المتجرد عما سوی مولاہ حضرۃ الشیخ عبد اللہ الدھلوی ثم ذکر ما سیأتی ثم قال ومن اراد الزیادۃ علی ذلک من اوصاف ھذا الامام فلیرجع الی الکتاب الذی الفہ فیہ الامام الھمام غایۃ البلغاء ونادرۃ النبغاء الاوحد السند الشیخ عثمان السند الذی سماہ اصفی الموارد فی ترجمۃ حضرۃ سیدنا خالد فانہ کتاب علم یحکی بنیان البیان علی

بہت سے اشعار وقصائد ہیں جو اس وقت مجھکو یاد نہیں ہیں۔ منجملہ ان کے اپنے شیخ کی مدح میں اُن کا ایک بڑا زوردار قصیدہ ہے۔ جب وہ اپنے شیخ کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے دوبارہ تجرد اختیار کیا اور ضروریات سفر میں سے جو سامان ونقد ان کے پاس باقی بچا تھا سب حاضرین مستحقین میں تقسیم کردیا اور ملک ہند کے شیخ المشائخ، رموز ومعارف مجددیہ کے وارث، بحار توحید کے شناور، میدان درویشی وتجرد کے سیاح، قطب طرائق، غوث خلائق، معدن حقائق ...... منبع حکم واحسان، سرچشمۂ اسرار وایقان، عالم متبحر، فاضل یگانہ، ماسوا اللہ سے بیگانہ حضرت شیخ عبد اللہ دہلوی سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ اپنے جملہ عموم وخصوص، مفہوم ومنصوص کے حاصل کیا (پھر خاتمہ میں لکھتے ہیں) جو شخص اس امام عالیشان کے اوصاف اس سے زیادہ جاننا چاہتا ہو وہ کتاب "اصفی الموارد فی ترجمۃ سیدنا خالد" کا مطالعہ کرے جو امام ہمام شیخ عثمان السند کی تالیف فرمائی ہے کیونکہ یہ کتاب اپنے موضوع میں بے مثل وبے مثال ہے۔

لے شیخ عثمان ... ۱۲۰۰ ... ۱۲۸۰ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ؎ ولیوں کے امام، میدان معرفت کے سیاح، اللہ کے مقرب اور بحر معرفت کے شناور۔ رہنماؤں کے سردار، انجمن اولیاء کی شمع، پیشوایان دین کے رہبر اور بزرگان روحانی کے قبلۂ توجہ، کائنات عالم کے روشن چراغ، آسمان علم و معرفت کے آفتاب، خزانۂ حکمت کی کنجی اور اسرار الٰہی کے محرم، عالم قدس کے امین، یعنی حضرت شاہ عبد اللہ جنکی نظر توجہ سے سنگ سیاہ میں لعل بدخشاں کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ ؎ خالد درماندہ کو اپنے جام معرفت سے سیراب کیجئے اس لئے کہ وہ تشنہ لب ستی ہے اور آپ دریائے احسان ہیں۔

علامہ شامی اسی رسالہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا انعام اہل شام کو دیا کہ اس امام ہمام کا محل ومقام ملک شام کو قرار دیا اور عوام وخواص علما وفضلا اور امرا وحکام وارکان سلطنت کا مرجع وملجا آپکی چوکھٹ کو بنایا۔ حتی کہ ۱۲۴۲ھ میں سخت طاعون واقع ہوا جس میں آپ کے دو جوان فرزند راہی ملک بقا ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ میں بغرض تعزیت حاضر خدمت ہوا تو مینے ان کو خوش اور مسکراتا ہوا پایا اور مجھ سے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کا شکر کرتا ہوں کہ میرے قلب میں حمد اور رضا بہ نسبت استرجاع کے زیادہ ہے پھر میں نے عرض کیا کہ دو دن ہوئے میں نے ایک خواب دیکھا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اور میں ان کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوں یہ خواب سُن کر فرمایا کہ میں حضرت عثمان کی اولاد میں ہوں گویا اس خواب کی تعبیر انھوں نے اپنے متعلق لی چنانچہ اس دن بعد نماز عشا انھوں نے اپنے مریدوں کو کچھ نصیحتیں کیں اور اپنا جانشین مقرر کیا پھر گھر میں تشریف لے گئے اسی شب کو طاعون میں مبتلا ہو کر شہادت پائی۔

حضرت مولنا شاہ عبد الغنی محدث دہلوی مہاجر مدنی اپنے رسالہ تذکرہ حضرت شاہ غلام علی صاحب میں ان کے خلفا کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

حضرت مولنا خالد شہرزوری کردی رحمۃ اللہ علیہ عالم نامدار بودند در ہر فن استعداد عجیب داشتند بنجاہ کتاب حدیث سند داشتند در علمائی ہندوستان فی الجملہ مدح حضرت[1] شاہ عبد العزیز رح مے نمودند۔

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم تھے، اُن کو ہر فن میں عجیب وغریب استعداد تھی اور حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل تھی ہندوستان کے علما میں صرف حضرت شاہ عبد العزیز صاحب[1] کی فی الجملہ تعریف

لہ جس زمانہ میں حضرت مولنا خالد دہلی تشریف لائے یہ ہی زمانہ ہو کہ حضرت مولنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ دہلی میں رونق افروز تھے۔ مولنا خالد کی علمی شہرت سُن کر ملاقات کے لئے خانقاہ میں تشریف لائے مگر مولانا خالد سوا اوقات نماز کے اور حلقہ توجہ کے اپنے حجرہ کے اندر دروازہ بند کر کے بیٹھا کرتے تھے حضرت شاہ ابو سعید صاحبؒ نے جا کر اطلاع کی کہ دہلی کے بہت بڑے عالم آپ سے ملنے آئے ہیں مولنا خالد نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب جس کام کے لئے میں آیا ہوں جب تک اس سے فراغت نہ ہو میں کسی سے نہیں مل سکتا بعد فراغت انشاء اللہ میں خود ان کی زیارت کروں گا ۱۲۔

Marfat.com

اشعار فارسی و عربی شان در سلاسۃ نظم گوئی سبقت
از فردوسی و فرزدق بردہ بود حضرت ایشاں اشعار
ایشاں لعارف جامی نسبت مے فرمودند
قصائد عربی و فارسی کہ در مدح حضرت ایشاں
نظم نمودند کم از منظومات خسرو و جامی کہ در مدح
سلطان المشائخ و خواجہ احرار نظم کردہ اند نتوان
گفت (کچھ فاصلہ چند سطور) حضرت بوقت
رخصت بشارت قطبیت ان دیار عنایت فرمودہ
بودند وقتیکہ آنجا بعد ریاضتہائے بسیار کشیدند
ہجوم خلق چنداں شد کہ گویا سلطنت آں دیار
بایشاں تعلق یافت خلفای ایشاں و خلفای
خلفائے ایشاں ہزارہا کس شدہ باشند (کچھ
حضرت مولانا خالد کا ایک خط اپنے والد ماجد حضرت
شاہ ابو سعید صاحب کے نام نقل فرمایا ہے
وہو ہذا) مرکز دائرۂ غربت و مہجوری خالد کردی
شہرزوری بعرض مقدس عالی مخدومی جناب
ابو سعید مجددی معصومی میرساند - اگرچہ بیمن ہمت
حضرت قبلۂ عالم روحی فداہ فیوض خاندان عالیہ
آباد اجداد کرام آں مخدوم عالی مقام کہ باین مقصر
گمنام رسیدہ است برون از حیز تحریر و خارج از حوصلہ
تقریر است اما بفحوای مالایدرک کلہ لایترک کلہ بمقام

کرتے تھے، اُن کا فارسی و عربی کلام سلاست و روانی میں
فردوسی و فرزدق سے بڑھ چڑھ کر تھا، ان کے پیر طریقت
حضرت شاہ غلام علی صاحب رح ان کے اشعار کو عارف جامی کے
ہم پلہ فرماتے تھے، عربی و فارسی میں جو قصیدے اُنھوں نے
اپنے پیر طریقت کی شان میں ارشاد فرمائے ہیں وہ خسرو اور
جامی کے اُن قصیدوں سے کم نہیں ہیں جو انھوں نے اپنے
پیران طریقت) حضرت سلطان المشائخ رح اور حضرت خواجہ احرار رح
کی مدح میں فرمائے ہیں۔ (چند سطروں کے بعد) اُن کے شیخ طریقت
نے روانگی کے وقت ان کو ملک شام کی قطبیت کی بشارت دی
جب حضرت مولانا موصوف اپنے وطن واپس پہونچے تو انھوں نے
بڑی ریاضتیں کیں مخلوق خدا کا ان کی طرف اس قدر رجوع
ہوا کہ معلوم ہوتا تھا ان ممالک میں انھیں کی سلطنت ہے، اُن کے
خلفاء اور ان کے خلفاء کے خلفاء کی تعداد ہزاروں ہوگی۔ (اور
عبارت کے بعد) دائرۂ غربت و مہجوری کا مرکز خالد کردی جناب مخدومی
ابو سعید مجددی معصومی کی خدمت عالی مقدس میں عرض پرداز
ہے کہ جناب مخدوم عالی مقام کے آبائے کرام کے خاندان عالیشان
سے جو فیوض و برکات حضرت قبلۂ عالم کی ہمت و توجہ کی برکت
اس عاجز و قاصر کو پہونچے ہیں وہ اگرچہ احاطۂ تحریر سے بالاتر
اور حوصلۂ بیان سے برتر ہیں لیکن اس مثل کے مطابق کہ ما لا
یدرک کلہ لا یترک کلہ بطور شکر گذاری اتنا عرض کرتا
ہے کہ تمام مملکت روم و عرب اور حجاز و عراق اور بعض

Marfat.com

شکر گزاری برآمدہ عرض حضور مے نماید کہ یک قلم تمامی
مملکت روم و عربستان و دیار حجاز و بعضے از ممالک قلمرو
عجم و جمیع کردستان از جذبات و تاثیرات طریقہ علیا
سرشار و ذکر محامد حضرت امام ربانی مجدد و منور الف
ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی اناء اللیل و النہار در
محافل و مجالس و مساجد و مدارس زبان زد صغار و
کبار است بنحوے کہ در ہیچ قرنے از قرون و ہیچ اقلیمے
از اقالیم مظنہ نیست کہ گوش زمانہ نظیر ایں زمزمہ
راشنیدہ یا دیدہ فلک دوار ایں رغبت و اجتماع را
دیدہ باشد۔ از انجا کہ شدت رغبت حضرت صاحب قبلہ
و آں قبلہ معلوم خاطر حزیں ایں مہجور مسکیں بود بمقام
گستاخی برآمدہ فرح افزائے خاطر آں جناب و سائر
احباب شد ہر چند اظہار ایں گونہ امور صورت گستاخی
و خود بینی دارد و ایں فقیر را شرمندہ مے دارند۔ اما رعایت
جانب دوستاں را مقدم داشتہ بمقام بے ادبی آمدہ
وگرنہ نوشتن ایں امور ازیں نالائق بمحض دور بود۔
و امیدوار چنانکہ شافہۃ یا مراسلۃ جنابکہ مقتضای شیمہ
کریمہ است از ذکر جمیل ایں مسکین ذلیل در حضور حضرت
با فر و سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین کوتاہی
نہ فرمایند و بای تقریب کہ امکان دارد در آں آستان
کہ موقف بختیاران دوراستان است یاد نمایند

ممالک عجم اور سارا کردستان طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی
تاثیرات و جذبات سے سرشار ہے اور شب و روز تمام
محافل و مجالس میں مساجد و مدارس میں حضرت امام
ربانی مجدد و منور الف ثانی کے محاسن و محامد کا ذکر اس
طرح ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے کہ اس کا گمان نہیں
ہو سکتا کہ کبھی کسی ملک میں اور کسی وقت میں گوش
زمانہ نے ایسا زمزمہ سنا ہو یا چشم فلک نے ایسی رغبت
اور ایسا اجتماع دیکھا ہو۔ چونکہ اس مہجور و مسکین کو حضرت
صاحب قبلہ اور آنجناب کی بے انتہا خواہش معلوم تھی
اس لئے ایک گونہ گستاخی کر کے وہ حقیقت حال جو آپ کے
لئے اور تمام احباب کے لئے موجب فرحت ہے عرض کر
کر دی اگرچہ اس قسم کی باتوں کا اظہار ایک طرح کی گستاخی
و خود بینی ہے یہ فقیر اس پر شرمندہ ہے بعض دوستوں
کے حق کو مقدم جان کر اس بے ادبی کی جرأت کی ورنہ ایسی
باتیں تحریر کرنا اس نالائق سے بہت دور ہے۔ مجھے
امید ہے کہ جناب اپنی عادت کریمہ کے مطابق حضرت
صاحب قبلہ کے حضور میں بالمشافہ یا خط کے ذریعے
اس مسکین و ذلیل کا ذکر خیر کرنے سے کوتاہی نہ فرمائیں
گے اور جس طریقہ سے ممکن ہو گا مجھکو اس دربار میں
جو سعادتمند دل اور دلوں کا مرکز ہے یاد فرمائیں گے
اور خود بھی کبھی کبھی اپنی نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں

Marfat.com

دخود نیز گاہ گاہے بہ نیم نگاہے زنگ قساوت — کے دل سے زنگ قساوت دور فرمائیں گے۔ اس کے

را از دل ما بے نوایان دور نمایند، دگر چہ — سوا کیا لکھوں۔ پیران کرام کی توجہ باطنی سے آپ

نویسد در پناہ مہیمن منعام در ضمن ہمت پیران — اس بڑے انعام کرنے والے اور حفاظت کرنے

کرام باشند بمنہ انتہی۔ — والے کی پناہ میں رہیں۔

مکتوبات قدسیہ

یہ تو آپ کی ذریت اور آپ کے خلفا کا حال تھا اب آپ کے مکتوبات قدسیہ کے متعلق کیا لکھا جائے جس نے مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ کس قدر خدمت دین پاک کی کی گئی ہے اور ان مکتوبات قدسیہ کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے کس قدر ضروری ہے۔

یہ آپ کی کھلی ہوئی کرامت ہے کہ ہر وقت کے مناسب ہدایات ان مکتوبات سے حاصل ہوتی ہیں آجکل بدعت کا رواج زیادہ تر اس وجہ سے ہے کہ بدعت کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں ایک بدعت حسنہ دوسرے بدعت سیئہ۔ مکتوبات قدسیہ میں متعدد مکتوب اس کے متعلق ہیں جن میں آپ نے بڑی تحقیق سے اس کو بیان فرمایا ہے کہ بدعت ہرگز حسنہ نہیں ہو سکتی ہے۔

روافض کا آپ کے زمانہ میں کچھ زور ہو رہا تھا لہذا متعدد مکتوبات رد رفض میں موجود ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے یہ بحث نکلی کہ حضرت علی مرتضیٰ کو حضرت ابوبکر صدیق سے افضل کہنے والا بھی سُنّی ہو سکتا ہے کہ نہیں اس کے متعلق بھی آپ کا فیصلہ موجود ہے۔ دفتر اول حصہ سوم ص۹۲ مکتوب ۲۲۹ میں فرماتے ہیں:-

کسیکہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیق — جو شخص حضرت امیرؓ کو حضرت صدیقؓ سے افضل کہتا ہے

گوید از جرگہ اہل سنت بر آید — وہ اہل سنت سے خارج ہے۔

ایک زمانہ میں نماز تہجد کی جماعت کا جھگڑا نکلا اس کے متعلق بھی آپ کی مکتوبات میں ہدایت موجود ملی دفتر اول حصہ سوم ص۵۳ مکتوب ۱۶۸ میں اپنے پیر کے پیر زادوں کو لکھتے ہیں کہ

نماز تہجد را بہ جمعیت تمام ادا مے نمایند و ایں — کچھ لوگ نماز تہجد جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس

Marfat.com

بدعت را در رنگ سنّت تراویح در مساجد رواج
و رونق مے بخشند و ایں عمل را نیک مے دانند و
مردم را بران ترغیب مے کنند۔

بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں رونق و رواج
دیتے ہیں اور اس کو ایک اچھا کام سمجھتے ہیں اور
دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں (حالانکہ بدعت ہے)

کچھ دن ہوئے سجدۂ تعظیمی کا غیر اللہ کے لئے جواز بڑے شد و مد سے شروع ہوا اس کا فیصلہ بھی آپ کے مکتوبات میں ہے "کہ سجدہ ہرگز غیر اللہ کے لئے جائز نہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالے نے مسجود الیہ فرشتوں کا بنایا تھا نہ مسجود لہٗ

جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت پوست ہے اور طریقت مغز ہے اس کا رد بھی کما ینبغی آپ کے مکتوبات میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عجیب کمال مکتوبات قدسیہ میں ہے کہ ہر ضرورت اور ہر ظلمت میں اُن کی روشنی مشعل راہ بنتی ہے اور حقائق و معارف الٰہیہ کے لئے تو ان کا بے نظیر ہونا گویا مسلّم الکل ہے۔

آپ کے مکتوبات قدسیہ کی طرف تمام دنیا کے مسلمان متوجہ ہوئے اور علمائے دین نے خوب خوب خدمتیں انجام دیں۔ چنانچہ علامہ محمد مراد مکی نے تمام مکتوبات کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جو دمشق میں طبع ہوا اور ایک عالم نے مکتوبات شریفہ کے روایات کی تخریج کی جس کا نام تشئید المبانی ہے۔

ارادہ تھا کہ اس موقع پر چند مکتوبات شریفہ کے اقتباسات درج کئے جائیں اور انہیں کو خاتمہ کلام بنایا جائے مگر مضمون طویل ہو گیا اس لئے قلم کو روک لیا گیا۔

عمرؔ[۱] بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد!
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

ھٰذا اٰخر الکلام فی ھٰذا المقام واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین

ل[۱] عمر ختم ہو گئی ہے لیکن ہمارے درد بھرے کا افسانہ ختم نہ ہوا۔ اب چونکہ رات ختم کے قریب ہے اس لئے میں اپنے افسانہ کو بھی مختصر کرتا ہوں۔

Marfat.com

مکتوباتِ امامِ ربانیؒ کا تعارف

[حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب مدظلہ نے اپنے مقالہ کے آخر میں (جو گذشتہ صفحہ پر ختم ہوا ہے) امام ربانیؒ کے باقیات صالحات کے ذیل میں آپ کے مکتوبات قدسیہ کا ذکر فرمایا ہے، ان مکتوبات کے بارہ میں کچھ تفصیلات مزید تعارف کے لئے ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔ — یہ مولانا سراج الحق صاحب مچھلی شہری کے مقالے سے ماخوذ ہیں جو مجدد نمبر "الفرقان" میں شائع ہوا تھا۔]

امام ربانیؒ کے مکتوبات کے تین دفتر ہیں سب سے بہتر اور دیدہ زیب اڈیشن وہ ہے جس کو خاص الخاص اہتمام سے مطبع مجددی امرتسر نے ۱۳۳۳ھ میں شائع کیا تھا! اس پر نہایت مفید حواشی بھی ہیں اور تصحیح کا بھی حق ادا کردیا گیا ہے، یہ فلسکیپ سائز کے ۱۲۶۲ صفحات پر ختم ہوا ہے۔

دفتر اول - موسوم بہ **درالمعرفت** ہے اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں اس کے جامع خواجہ یار محمد جدید بدخشی طالقانی ہیں جو حضرت مجدد صاحب کے مرید ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ "جدید" کا لفظ اس لئے لگا ہے کہ ایک اور صاحب بھی امام موصوف سے پہلے مرید ہوچکے تھے اتفاق سے ان کا نام بھی یار محمد تھا فرق کرنے کے لئے اُن کو "قدیم" کہتے تھے اور اُن کو جدید] دوسرے دفتر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام نے سُنا کہ ۳۱۳ مکتوبات جمع ہوچکے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ چونکہ ۳۱۳ کا عدد ایک مبارک عدد ہے کیونکہ حضرات پیغمبران مرسلین علیہم السلام کا بھی یہی عدد ہے اور حضرت صحابہ اہل بدر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عدد ہے اس لئے اس دفتر کو اسی مبارک عدد پر تیمناً ختم کردو"۔

دفتر دوم - موسوم بہ **نورالخلائق** ہے یہ تاریخی نام ہے اس سے ۱۰۱۹ھ نکلتا ہے

جو اس کے جمع کی تاریخ ہے۔ اس میں کل ۹۹ مکتوبات ہیں اس کے جامع خواجہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ ابن خواجہ چاکر حصاری مرید حضرت مجدد صاحب ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ مخدوم زادہ یعنی شیخ مجد الدین عرف خواجہ محمد معصوم (صاحبزادہ حضرت مجدد صاحب) کے حکم سے میں نے ان مکتوبات کو جمع کیا ہے۔ تیسرے دفتر کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "جب ۹۹ کے مبارک عدد کے برابر مکتوبات جمع ہو گئے تو دوسرے دفتر کو تبرکاً اس پر ختم کر دیا گیا کہ اسماء حسنیٰ کا یہی عدد ہے"

دفتر سوم۔ موسوم بہ **معرفۃ الحقائق** ہے اس میں کل ۱۲۴ مکتوبات ہیں۔ اس کے جامع خواجہ محمد ہاشم مرید حضرت مجدد صاحبؒ ہیں انہوں نے ۱۰۳۱ھ میں حضرت امام کے پاس رہ کر ان مکتوبات کو جمع کیا جامع نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس میں سورہ ہائے قرآنی کے عدد کے موافق ۱۱۴ مکتوبات ہیں مگر ہیں دراصل اس میں ۱۲۴ مکتوبات مکتوب ۱۱۵ پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ آگے کے نو مکتوبات "شاید بعد ازاں بعرض تسوید آمدہ باشد و ملحق شدہ فافہم" اس طرح ۱۲۳ مکتوبات ہوئے۔ پھر مکتوب ۱۲۴ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ این مکتوب در بعضے نسخ خطیہ یافتہ شد فالحقناہ وجعلناہ خاتم المکاتیب حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نسبت بہ این مکتوب فرمودہ اند کہ آں مکتوب داخل جلد ہائے مکتوبات قدسی آیات نشدہ" غرض کل ۵۳۶ مکتوبات ہیں جن میں ۲۰ مکتوبات وہ ہیں جو حضرت مجدد صاحب نے اپنے پیر کو لکھے ہیں۔ دو یا تین مکتوبات اپنی کسی مریدہ عورت کو بہ عنوان بہ کے از صالحات لکھے ہیں ایک خط سلطان وقت (غالباً سلطان نور الدین جہانگیر کو) ایک مکتوب ہردے رام کسی ہندو کو۔ بقیہ اپنے معاصرین، معتقدین و مریدین کو۔ ان میں سے اکثر مکتوبات کی حیثیت آج کی اصطلاح میں "مقالات" کی سی ہے بعض مکاتیب ایسے بھی ہیں کہ اگر کتابی سائز پر چھاپے جائیں تو کئی کئی جز میں آئینگے۔ (مکاتیب کے مضامین کی وسعت جامعیت اور افادیت اور تاثیر و طاقت کا اندازہ اُن کے ان اقتباسات سے پورا پورا لگایا جاسکتا ہے جن سے اس مجموعہ کے صفحے کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔)

Marfat.com

حضرت مجدّد الف ثانیؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی نظر میں

[شیعوں کے رد میں امام ربانیؒ کا ایک رسالہ "رد الرفضۃ" ہے (جو مکتوبات کی آخری جلد کے ساتھ چھپا ہوا ہے) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس رسالہ کی شرح لکھی ہے جس کا کچھ حصہ قلمی جناب مولانا مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری (حال صدر مفتی دار العلوم دیوبند) کے پاس راقم سطور نے دیکھا ہے، شاہ صاحبؒ نے اس شرح کے شروع میں بڑے عقیدت مندانہ انداز میں امام ربانیؒ کا کچھ تعارف بھی کرایا ہے اور اس سلسلہ میں آپ کی تجدیدی خدمات اور مسلمانان ہند پر آپ کے احسانات کا بھی کچھ ذکر فرمایا ہے، الفرقان کے مجدد الف ثانی نمبر (۱۳۵۷ھ) میں جو مقالہ مفتی صاحب ممدوح کا شائع ہوا تھا اس میں شاہ صاحبؒ کی شرح رسالہ کے کچھ اقتباسات بھی درج کیے گئے تھے جو اس مقالہ کا اہم حصہ تھا، ذیل میں اس مقالہ کا وہ حصہ بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس میں چند سطریں شاہ صاحبؒ کی شرح رسالہ سے زائد بھی ہیں لیکن وہ متمیز ہیں، بہرحال ہم اس مقالہ کے اس حصہ کو بلفظہ درج کرتے ہیں جس میں شرح رسالہ کے اقتباسات ہیں۔]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ شرح رسالہ میں فرماتے ہیں:۔

وتولی السلطنۃ بعدہ ولدہ اکبر فتزندق وارتفعت رایۃ الجہل والضلال وتاب من کل اوب اہل الملل المختلفۃ والمذاہب الباطلۃ وعظمت الفتنۃ وتولی بعدہ ولدہ جہانگیر وکان ملحا من منا المخمر فرفعت البغدود ور وسہا ونضت

الروافض رؤساها وضیعت الدیانات اھ۔

ہمایوں کے بعد جب اکبر تخت سلطنت پر بیٹھا تو زندیقیت اختیار کی۔ اور جہالت و گمراہی کے پھریرے اڑنے لگے۔ ہرطرف سے مختلف فتنوں اور باطل مذہبوں کے لوگ وفد کے اور عظیم فتنے پیدا ہو گئے۔ درباری آداب سجدہ تھا۔ درباریوں کی زبان پر جل جلالہ یا اکبر شاہ نہ کے نغمے تھے۔ ہندو گردی۔ روافض کا زور۔ مسجدیں ویران۔ "الٰہی مذہب" کا رواج تھا اور ہندو مذہب کی رعایت اتنی کہ ابوالفضل جو بادشاہ کا وزیر ہے ایک کتاب بادشاہ کے پاس لیکر آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کے عمل کے لیے فرشتہ ابھی آسمان سے لیکر اترا ہے جس میں ایک ٹکڑا یہ بھی تھا:۔

یاایھا البشر لاتذبح البقر وان تذبح البقر فماواک السقراھ۔

"دبستانِ مذاہب" میں الٰہی مذہب کی پوری تفصیل موجود ہے۔ شیخ عبدالنبی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان اکبر کا خلاف کیا جس کے صلہ میں اکبر نے ان کو قتل کر دیا وہ اکبر کو اکفر بھی فرماتے تھے۔

منھم الشیخ عبد النبی الذی جاھر اکبر بالانکار فقتلہ وھو مصنف سنن الھدی الخ (شرح رسالہ)

جہانگیر ماجن شرابی تھا۔ دیانتیں ضائع کر دی گئیں۔ ہندوؤں اور رافضیوں نے سر اٹھایا اور بیتاک فتنے پیدا ہو گئے۔

ایسے زمانہ میں احکام اسلامیہ کی کیا قدر و منزلت اور ان پر کس طرح عمل ہوتا ہو گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے انفرادی اور شخصی طاقتیں بادشاہی اور قہرمانی قوتوں کے سامنے عاجز تھیں۔ ہندوستان کو اس وقت خدائی نصرت و امداد کی سخت ضرورت تھی۔ بجز غیبی امداد کے اور کوئی شے اس وقت نافع نہ تھی۔ دنیا کو ایک ایسے مجدد دین کی ضرورت تھی جو سلطنت و حکومت کے

Marfat.com

الحاد و زندقہ کو شکست فاش دیکر قانون ربانی اور احکام شرعیہ کی حکومت قائم کردے اور دنیا کی کایا پلٹ دے جس کے ملں میں اسلامی درد تھا۔ اس کی تڑپ تھی وہ ایسے ہی باخدا اور جرأت و ہمت والے کا منتظر اور اس کے لئے چشم براہ تھا آخر غیرت خداوندی نے بتاریخ ۱۴ شوال المکرم ۹۷۱ھ جمعہ کے دن اس شخص کو شہر سرہند میں پیدا کر دیا۔ جس نے آگے چل کر تجدید اسلام کا کام لینا تھا۔ جن کا نام نامی امام ربانی مجدد الف ثانی بدر الدین ابو البرکات شیخ احمد بن عبد الاحد عمری فاروقی سرہندی ہے۔

قدرت کے کرشموں کے علل و حکم کی تہ تک کسی کو رسائی نہیں ہو سکتی اور اس کے رموز کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ اتفاق وقت کیا عجیب ہے کہ جس طرح اکبری و جہانگیری دور میں مصائب و ظلم و ظلمہ کا جوش و خروش تھا۔ الحاد و زندقہ کی گرم بازاری تھی۔ مشرکین اور روافض کے رسوم و بدعات کا دور دورہ تھا۔ جس کا عشر عشیر بھی زمانہ سابق میں نہ تھا۔ اسی طرح دونوں عہدوں میں اولیاء کرام اور علماء ربانی کا اجتماع بھی ایسا تھا کہ اس سے قبل اس کی نظیر نہیں ملتی۔ شاہ صاحب نے شرح رسالہ میں اس کی تفصیل کی ہے۔ خاص دہلی میں اس وقت سید عبد الوہاب بخاری۔ شاہ محمد خیالی صاحب الریاضات العجیبہ، شیخ عبد العزیز چشتی۔ خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم موجود تھے۔ ہر ایک ان میں کا صاحب کرامت اور صاحب تصانیف تھا اور اپنے اپنے فن کا امام۔

گنگوہ میں شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کی اولاد موجود تھی رحمہم اللہ تعالیٰ کہ ہر ایک ان میں کا یکتائے روزگار تھا۔ انھیں میں سے شیخ عبد النبی گنگوہی تھے جن کو اکبر نے قتل کیا تھا۔

مولانا سید رفیع الدین اکبر آباد میں تھے جو اپنے زمانہ میں صالحین اور اہل علم کے ماوا و ملجا تھے یہ وہی شیخ الحدیث ہیں کہ حافظ سخاوی نے ان سے حدیث کی پچاس کتابوں کی سند اجازت حاصل کی۔

اسی طرح امیر ابو العلی علوی رحمہ اللہ بھی اکبر آباد میں موجود تھے جو طریقہ علویہ نقشبندیہ

Marfat.com

کے زبردست شیخ تھے۔ گوالیار میں شاہ محمد غوث گوالیاری۔ نارنول میں شیخ نظام نارنولی اور سرہند میں مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ یہ حال تو دہلی اور اس کے اطراف کا ہے کہ یہ حضرات اکابر جمع تھے ان کے علاوہ اطراف گجرات اور دکن میں اور علماء و اولیاء بڑے بڑے پائے کے حضرات موجود تھے۔ شرح رسالہ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

ومن عجیب صنع اللہ انہ کما تراکم فی عہد ھذین من الفتن الدھماء مالم یرولا معشارہ فی عہد القدماء وکذلک لم یرمثل عہدھما فی اجتماع الاولیاء اصحاب الایات الظاھرۃ والکرامات الباھرۃ والعلماء اصحاب التصانیف المفیدۃ والتوالیف الجیدۃ کالسید عبد الوہاب البخاری

یہ وہ حضرات ہیں جن کے ناموں سے برکت حاصل کی جاتی ہے اور جن کے ذکر سے رحمت خداوندی کے نزول کی امید کی جاتی ہے۔

ھٰولاء وغیرھم ممن یتبرک باسمہ ویرجی نزول الرحمۃ بذکرہ وھولاء من نواحی دھلی خاصۃ فضلا عمن کان فی گجرات ودکھن وغیرھما الخ (شرح رسالہ)

مجدد صاحب کا نسب ستائیس واسطوں سے خلیفۂ ثانی حضرت فاروق اعظم بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے چونکہ نسباً آپ فاروقی ہیں اس لیے آپ کی تجدید اور آپ کے ارشاد و تلقین کا دور دورہ اسی جاہ و جلال کے ساتھ تھا جو خلیفۂ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ کی شان تھی۔ مجدد صاحب کا خاندان آبائی علم و فضل اور ارشاد و تلقین کے منصب پر فائز تھا۔

جماہر مجددیہ مولفہ مولوی احمد حسین خاں امروہی ثم حیدرآبادی میں اس کی بڑی تفصیل ہے اس کو یہاں نقل کرنا طول عمل ہے۔ اسی رسالہ میں ہے کہ اکبر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر معبروں نے یہ دی تھی کہ ایک صالح بزرگ کے ظہور سے آپ کے آئین سلطنت میں

Marfat.com

تزلزل پیدا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا صفہ ۹۴

ستر(ہ) سال کی عمر میں آپ تمام علوم و فنون اور حفظ قرآن وغیرہ سے فارغ ہو کر مسند درس و تدریس پر متمکن ہو گئے۔ نقشبندیہ خاندان میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خلیفہ قرار پائے۔ تمام خاندانوں سے آپ کو اجازت بیعت حاصل ہے۔ بڑے بڑے اولیا و اکابر علما آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ تمام عمر اتباع کتاب و سنت اور اس کی تبلیغ اور اجتناب بدعت اور اس کے مٹانے میں گذاری جس پر مکتوبات کے تین دفتر شاہد عادل ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب کا قول کافی ہے جو شرح رسالہ میں ہے۔ اس رسالہ ہی کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

الرسالة التی انشاھا اوحد زمانه وفرید آوانه
المجتھد الراسخ فی الشریعة والطریقة والطود الشامخ
فی المعرفة والحقیقة ناصر السنة قامع البدعة
سراج اللہ الموضوع یستضئ به من شاء من عباده
المومنین وسیف اللہ المسلول علی اعدائه من الکفرة
والمبتدعین الامام العارف العالم الالمعی مولانا الشیخ
احمد الفاروقی الماتریدی الحنفی النقشبندی السرھندی
جزاہ اللہ سبحانه عن المسلمین خیر الجزاء واحله بحبوحة
الخلد وبواہ حظیرة الرضا الخ (شرح رسالہ)

اوحد زماں فرید آواں۔ مجتہد۔ شریعت و طریقت میں راسخ۔ معرفت و حقیقت کے کوہ بلند۔ ناصر سنت۔ قامع بدعت۔ اللہ کا روشن چراغ جو عالم میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ مومن بندوں میں سے جو چاہے اس سے روشنی حاصل کرے۔ اللہ کے دشمنوں پر سیف مسلول۔ امام۔ عارف۔ عالم۔ المعی۔ مولانا شیخ احمد فاروقی ماتریدی حنفی نقشبندی سرہندی نے یہ رسالہ تصنیف

Marfat.com

کیا ہے مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور وسط جنت خلد اور خطیرۂ رضا مندی میں ان کو جگہ دے۔

ایسے شخص کو قدرت نے مذکورہ بادشاہوں کی سلطنت میں مجدد مقرر کیا تاکہ حکومت کی کایا پلٹ دے۔ جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ حضرت شیخ کو جہانگیر بادشاہ نے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا تھا اور پھر آخر خود ہی پشیمان ہو کر رہائی کا حکم کیا۔ تیسرے دفتر کے بعض مکتوبات میں اس قید کی طرف مجمل اشارات ہیں۔ قید خانہ میں رہ کر بھی ارشاد و تلقین کا سلسلہ جاری رہا اور تمام قیدیوں کو باخدا بنا کر نکلے۔ جہانگیر کے دربار سے سجدہ تعظیمی کو موقوف کرایا۔ خلاف شریعت قوانین منسوخ کرائے۔ ذبیحہ گاؤ کو علی الاعلان جاری کرایا۔ کفار پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ ویران اور منہدم مسجدیں آباد کرائیں اور قوانین شریعت کا نفاذ کرایا بالآخر جہانگیر نے توبہ کی اور مرید ہوا۔ شاہ صاحبؒ شرح رسالہ میں فرماتے ہیں۔

للہ در الشیخ فان لہ مع ما اولاہ اللہ فی نفسہ من الصفات الحمیدۃ من الشہامۃ والنجابۃ وکثرۃ العلم وتوقد الذہن واستقامۃ العمل والغیرۃ فی اللہ ورسولہ والکرامات الجلیلۃ والمقامات الجزیلۃ ایادی فی رقاب اہل الہند ومن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اھ۔

شہامت۔ نجابت۔ کثرت علم۔ توقد ذہن۔ استقامت عمل۔ اللہ و رسول کے بارے میں دینی غیرت کرامات جلیلہ۔ اور مقامات کثیرہ وغیرہ صفات محمودہ کے علاوہ جو اس شیخ کے نفس قدسی صفت میں اللہ تعالیٰ نے رکھدی ہیں۔ اس کے بہت سے احسان اہل ہند کی گردنوں پر ہیں جن کا شکر یہ ضروری ہے۔ اس لیے کہ جو شخص کہ لوگوں کا شکر ادا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا شکر گذار نہ ہوگا۔ پھر شاہ صاحب نے احسانات شمار کرائے ہیں۔

Marfat.com

(۱) مجدد صاحب ہی نے اطراف ہند میں نقشبندی طریقہ کو پھیلایا۔ اور خود آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ذریعہ ایک خلقِ خدا مہذب ہو گئی۔

(۲) صوفیوں اور فقہا کے درمیان جو اختلاف تھا اس میں ایک مستقل فیصلہ کیا۔ جس سے اختلاف مٹ گیا اور یہ اس لئے کہ خود شیخ فقیہہ حنفی ماتریدی ہیں۔ اس کے ساتھ طریقہ نقشبندیہ کے لب لباب اور خلاصہ کو بھی ملالیا اور اُن کی رسوم و عادات کو ترک کر دیا اور فریقین کے مقصود کا جامع باب کھول دیا اور توحید شہودی اور وجودی کے ایسے معنی بیان کئے جن پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ اور نہ اس میں کسی قسم کا اجمال باقی رہتا ہے اور لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ سالکوں کو جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام اجزاء عالم میں واحد سرایت کئے ہوئے ہے یہ حقیقت سلوک کا شیخ اور سلوک کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مغلق اور مشکل باتوں کو حل کر دیا۔

(۳) امراء کو عقائد باطلہ سے منع کرتے تھے۔ ان کو لکھا کرتے تھے کہ اپنی مجالس میں کسی رافضی یا ذمی کو نہ آنے دیں۔ عبادات و صدقات کی ان کو ترغیب دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجدد صاحب کے ذریعہ ان امراء و حکام کو نفع پہونچایا اور ان حکّام کے ذریعہ عام لوگوں کی اصلاح ہو گئی۔ قاعدہ ہے لوگ اپنے بادشاہوں کے طریق پر ہوتے ہیں۔

(۴) جب روافض کی بدعت ظاہر ہوئی۔ شیخ نے ان سے مناظرے کرنے شروع کر دیے اور ہمیشہ ان کو ساکت وصامت کر دیتے تھے۔ تا اینکہ ان کا فساد مٹ گیا۔

(۵) مسلمانوں میں سے وہ ضعیف الاعتقاد جن کی طبیعتیں کتب فلاسفہ کے مطالعہ یا ہندوؤں کی صحبت سے فاسد ہو چکی تھیں۔ نئے نئے قول انھوں نے ایجاد کئے

Marfat.com

اور کہنے لگے کہ ہم کو نبی کی حاجت نہیں۔ بندوں کو حرام و حلال کا مکلف کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اعتماد کے قابل مکاشفات ہیں، اعمال نہیں۔ وغیرہ ذلک۔ شیخ نے اس کے متعلق رسالہ لکھا اور ان کا رد کیا۔ اور مختلف مجلسوں میں ان لوگوں سے مناظرے۔ مباحثے کئے۔ حتیٰ کہ ان کے اس الحاد کے فتنے کو مٹا دیا۔

اِن امور کی وجہ سے پھر تو شیخ کی یہ حالت ہو گئی کہ بجز مومن متقی کے اور کوئی ان سے محبت نہیں کرتا اور بجز فاجر شقی کے اور کوئی ان سے بغض و عداوت نہیں رکھتا تھا۔

نواب صدیق حسن خانصاحبؒ کا خراجِ عقیدت

[نواب صاحب مرحوم باوجودیکہ مسلکاً "اہل حدیث" ہیں اور اپنے مسلک میں بڑے راسخ اور اس کے پرجوش داعی اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ایک راسخ حنفی ہیں اور فقہ حنفی پر بڑا گہرا اعتماد و یقین رکھنے والے ایک صوفی، لیکن نواب صاحب مرحوم نے حضرت امام ربانی کے بارہ میں عقیدت کے جن جذبات کا اظہار کیا ہے اُن کا حق ہے کہ ان کو بھی اس "تذکرہ" کا جزء بنا دیا جائے۔ اپنی کتاب "تقصار جیود الاحرار" میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے متعلق نواب صاحب لکھتے ہیں۔]

Marfat.com

عالم۔ عارف کامل مکمل بود۔ طریقۂ نقشبندیہ را امام عہد ست۔
و برائے صوفیہ در مسالک سلوک مجدد مکتوباتش در سہ مجلد ست
دلیل واضح اند بر علو علم و کمال تبحر او در معرفت و بلوغ غایت
مقامات۔ ترجمہ شریفہ او رسالہا ساختہ اند ایں موضع مختصر
ذکراں ہمہ کمالات رانمی تواند گنجید۔ حریص بود۔ بر اتباع سنت
و ترک بدعت۔ وجود امثال شاہ ولی اللہ و میرزا مظہر جان جاناں
در اصحاب طریقہ او کفایت است از برائے دریافت قدر و منزلت
وے رضی اللہ عنہ و بالجملہ امام اہلسنت بود در عہد خود۔ و طریقۂ علیہ
وے رحمہ اللہ مبنی بر اتباع کتاب و سنت در ظاہر و باطن بود نہ
پذیرفتن چیزے کہ مخالف ایں ہر دو اصل محکم باشد۔ و ایں مکتوبات
اصول عظیمہ است از برائے وصول بمنازل معرفت و قبول طالب
صادق و سالک راغب را در ہیچ وقت از اوقات از مطالعہ آں
بے نیازی حاصل نیست اھ ص $\frac{111}{112}$

ایک اور جگہ دوسری کتاب میں شیخ کے حالات میں نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں:۔

علوم مرتبہ کشفہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمۂ صحو
سرزدہ و گاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤید است
و بعضے چناں است کہ شرع ازاں ساکت است و مرتبہ او در دیہ اولیا
مثل مرتبہ اولو العزم است در انبیاء اھ (ریاض المرتاض ص $\frac{121}{122}$)

یعنی عالم عارف کامل۔ مکمل تھے۔ اپنے زمانہ میں طریقہ نقشبندیہ کے امام تھے۔
صوفیوں کے لیے سلوک کے راستوں میں مجدد، معرفت خداوندی اور مقامات کی انتہا پر
پہونچنے میں جہاں کو علو علم اور کمال تبحر حاصل تھا اس پر یہ مکتوبات شاہد اور دلیل

Marfat.com

روشن ہیں۔ اتباع سنت اور ترک بدعت پر حریص تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہما جیسے حضرات کا اُن کے سلسلۂ طریق میں داخل ہونا ان کی قدر و منزلت معلوم کرنے کے لئے کافی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے زمانہ میں اہلسنت والجماعت کے امام تھے۔ ظاہر و باطن میں ان کا طریقۂ عالیہ کتاب وسنت پر مبنی ہے اور جو چیز ان دونوں محکم اصول کے مخالف ہو وہ ان کے طریقہ میں مقبول نہیں۔ معرفت و قبول کی منزلوں پر پہونچنے کے لئے یہ مکتوبات اصول عظیمہ ہیں۔ طالب صادق اور سالکِ راغب کو کسی وقت مکتوبات کے مطالعہ سے بے نیازی حاصل نہیں۔

مجدد الف ثانی کے کشف کے مرتبۂ بلند کو اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ سب کشف عین ہوش سے سرزد ہوئے اور کبھی کوئی کشف شریعت کے مخالف نہوا بلکہ اکثر کی تو شریعت مؤید ہے اور بعض ایسے کشف ہیں کہ شریعت ان سے ساکت ہے۔ اولیاء کرام میں ان کا مرتبہ ایسا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں الوالعزم نبیوں کا مرتبہ۔

(نواب صاحب مرحوم کی یہ دونوں عبارتیں بھی حضرت مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری کے مقالہ سے ماخوذ ہیں ـــــ مرتب)

Marfat.com

حضرت مجدّد الف ثانیؒ

یُورپ کی نظر میں

[سچ نمبر (۱۳۵۹ھ) میں اس عنوان کے تحت چند سطریں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی (مدیر صدق لکھنؤ) کی بھی شائع ہوئی تھیں وہ بھی یہاں پڑھ لی جائیں۔]

یورپ کی نظر میں حضرت مجددؒ کی اصل حیثیت مبلغ دین کی ہے ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام میں ہے۔

شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۸ء) کے عہد میں ایک سنّی عالم شیخ احمد مجدد نامی تھے جو شیعی عقائد کی تردید میں خاص طور پر مشہور تھے۔ شیعوں کو اس وقت دربار میں رسوخ حاصل تھا۔ ان لوگوں نے کسی بہانہ سے انھیں قید کرا دیا۔ دو برس وہ قید میں رہے اور اس مدت میں انھوں نے اپنے رفقائے زنداں میں سے سیکڑوں بُت پرستوں کو حلقہ بگوش بنا لیا۔ (صفحہ ۴۱۲ طبع ثالث)

اسی طرح انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (مذہب و اخلاقیات کی دائرۃ المعارف) میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ہے۔

ہندوستان میں سترھویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا جو ناحق قید کر دیے گئے تھے اُن کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی سو بُت پرستوں کو مسلمان بنا لیا۔

(جلد ۸ صفحہ ۷۴۵)

Marfat.com

باسمہٖ سبحانہ

تذکرۂ خلفائے مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند | کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند | روبہ ازحیلہ حیاں بگسلد این سلسلہ را

(مولانا جامی)

از جناب مولانا نسیم احمد صاحب فریدی فاروقی امروہی

ادارۂ الفرقان نے جس وقت مجدد الف ثانیؒ نمبر نکالنے کی تجویز طے کی اور یہ ارادہ عزم کے درجے میں آیا اس وقت حسنِ اتفاق سے میں بریلی آچکا تھا اور اس نمبر کی تیاری تک میرا قیام دفتر الفرقان ہی میں رہا۔ مدیر الفرقان مدظلہ العالی نے مجھکو بھی اس "بزمِ مسعود" میں شرکت کی دعوت دی —— اہل اللہ اور خاصکر حضرت امام ربانی عارف باللہ کا تذکرہ یقیناً بڑی سعادت ہے میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور بسلسلۂ تعمیل حکم غور کرنے لگا کہ حضرت ممدوح کے کس شعبۂ حیات پر لکھوں۔ دل میں آیا کہ براہ راست حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے متعلق تو دیگر حضرات اہل قلم روشنی ڈالیں گے ہی، میں آپ کے خلفائے باصفا کا کچھ تذکرہ سپردِ قلم کردوں کہ بالواسطہ وہ بھی حضرتؒ ہی کا تذکرہ ہے،

جس طرح پھل سے درخت پہچانا جاتا ہے اسی طرح شاگرد سے استاذ اور مرید سے شیخ کے حالات و کمالات کا صحیح صحیح اندازہ ہوجاتا ہو بالفاظ دگر شاگرد و مرید اپنے استاد و پیر کے آئینے ہوتے ہیں جن میں انکے خد و خال صاف صاف

Marfat.com

نظر آجاتے ہیں، اسی اصول پر قرآن مجید نے حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت وصداقت کے ثبوت میں آپ کے تلامذہ و مسترشدین یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احوال و اعمال کو بھی بطور شاہد کے پیش کیا ہے،

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (الآیۃ)

بہرحال دل نے یہی فیصلہ کیا کہ حضرت شیخ سرہندیؒ کے خلفاء کے متعلق کچھ لکھوں تاکہ تعلیم و تربیت اور قوت تاثیر کی راہ سے بھی حضرت شیخؒ کے کمال کا کچھ اندازہ ہو سکے، اور یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جس انسان کے ذریعہ اتنے نفوس کے اندر ایمان و عمل کی اتنی جگمگاہٹ اور نور عرفان کی ایسی چمک پیدا ہو گئی وہ خود کس قدر پُر نور و باکمال ہوگا۔

چونکہ مجھے صرف ایک "مجلاتی" مضمون لکھنا تھا اور صفحات محدود دیے گئے تھے اور پھر حضرت کے تمام خلفاء مشہورین کے متعلق کچھ کچھ لکھنا ضروری تھا، اس لئے اختصار میرے لئے ناگزیر تھا، ورنہ خلفاء مجددیہ میں سے ہر ایک کے متعلق ایک مستقل کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

میرے مضمون کا زیادہ حصہ "زبدۃ المقامات" سے ماخوذ ہے کہیں کہیں دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور وہاں حوالہ دے دیا گیا ہے۔

خواجہ محمد صادقؒ:- آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں ۱۰۰۰ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، بچپن ہی سے آپ کی پیشانی سے صدق وصفا کے آثار نمایاں تھے، ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی — مے تافت ستارۂ بلندی

آپ کے جد امجد حضرت شیخ عبد الاحدؒ نے آپ کو اپنی تعلیم و تربیت میں رکھا حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا یہ لڑکا مجھ سے حقائق و معارف کی ایسی ایسی عجیب باتیں دریافت کرتا ہے کہ ان کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے۔ جب حضرت شنشلہ ہجری میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی خدمت میں پہنچے تو یہ صاحبزادے بھی ہمراہ تھے، اور یہ بھی حضرت خواجہؒ کی نظر قبولیت میں آکر ذکر، مراقبہ اور جذبہ و نسبت سے مشرف ہو گئے آپ کو باوجود صغر سنی کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ حضرت خواجہؒ آپ کو دیرینہ سال سالکوں کے مقابلے میں پیش فرماتے تھے۔ اور اسوقت معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہفت سالہ بچہ جس نے تھوڑے ہی عرصہ سے راہ سلوک میں قدم رکھا ہے بہت آگے نکل چکا ہے۔ اتنی سی عمر میں استغراق کا درجہ غلبہ تھا حتی کہ حضرت خواجہؒ نے تخفیف کی غرض سے آپ کو بازار کا کھانا کھلایا تاکہ اس کے اثر سے یہ زیادتی رفع ہو چنانچہ حضرت مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(خواجہ محمد صادق) آٹھ سال کی عمر میں اس قدر مغلوب حال ہو گئے تھے کہ ہمارے حضرت خواجہ صاحبؒ یہ کیفیت زائل کرنے کے لئے بازار کا کھانا جو کہ مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے دیا کرتے تھے"

حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ "جس قدر مجھکو محمد صادق سے محبت ہے اور کسی سے نہیں اور انہیں بھی عشق مجھ سے محبت ہے کسی سے نہیں"

اسی عمر میں کشف قبور کا یہ عالم تھا کہ حضرت خواجہ ان کے کشف پر اعتماد فرماتے تھے اور ان کو مقبروں میں اپنے ساتھ لیجاتے تھے"

حضرت خواجہ نے جس جماعت کو تربیت باطنی کے لئے حضرت مجددؒ کے سپرد فرمایا تھا اس میں یہ مخدوم زادہ بھی تھے اور تمام جماعت میں بہتر تھے، بعدہٗ اپنے والد ماجد کے فیض تربیت سے مرتبہ کمال و اکمال کو پہونچے اور الولد سر لابیہ کے پورے پورے مصداق ثابت ہوئے۔ سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ چیز ہے کہ صغر سنی سے ہی اس غلبہ کے باوجود دینی

Marfat.com

تعلیم سے بھی فراغت حاصل کی اور علوم نقلیہ و عقلیہ میں ماہر ہوئے۔ بعد حصول علم، تعلیم و تدریس میں بھی مشغول رہے۔

افسوس کہ عمر بہت کم پائی یعنی ۲۴ سال کی عمر میں عالم فانی سے رحلت فرما گئے، ان کی وفات کے بعد حضرت ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں۔

"فرزند مرحوم (خواجہ محمد صادق) اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی اور رحمت تھے، چوبیس ۲۴ سال کی عمر میں وہ کچھ پایا کہ بہت کم لوگوں نے پایا ہوگا علوم نقلیہ و عقلیہ کے درس و تدریس کو بحد کمال پہونچا دیا تھا حتی کہ اس کے شاگرد بیضاوی و شرح مواقف اور اسی قسم کی انتہائی کتابیں پڑھاتے ہیں"

عقلی و نقلی مسائل علمیہ میں آپ کی قوۃ مدرکہ کا یہ حال تھا کہ شیراز کے ایک زبردست معقولی فاضل سے اپنے ذہن خداداد کا لوہا منوالیا تھا، فنا کے آثار اور عیش دنیا سے عدم تعلق کا اظہار آپ کے چہرے سے ہوتا تھا بلکہ اس کیفیت کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا تھا۔ چنانچہ بعض رؤسا آپ کی مجلس میں پہونچنے کے بعد کہا کرتے تھے کہ جیسے ہی ہم اس جوان کو دیکھتے ہیں ہمارا دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے، ایک درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن اپنے ایک ہمسایہ کے متعلق صاحبزادہ مذکور کے سامنے زبان شکایت کھولی اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر آپ ان لوگوں کو تنبیہہ فرمادیں تو اچھا ہو، مخدوم زادہ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ اے شخص! اگر ہم بھی دشمنی کا راستہ اختیار کریں تو ہم میں اور اہل رسم میں کیا فرق رہے گا۔ ان درویش کا بیان ہے کہ یہ بات زبان مبارک سے کچھ اس تاثیر کے ساتھ ادا فرمائی کہ میں اس گزارش و شکایت پر پشیمان و نادم ہوا اور ہمسایوں کی طرف سے دل میں جو کینہ تھا وہ جاتا رہا۔

حضرت نے مکتوبات شریفہ میں آپ کی مدح میں بہت سے کلمات تحریر فرمائے ہیں، ایک جگہ اپنے "معارف کا مجموعہ" تحریر فرمایا ہے، ایک مقام پر "نسخہ مقامات جذبہ و سلوک"

Marfat.com

قرار دیا ہے۔ مکتوب ۲۱۱ دفتر اول میں آپ کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

—— اس فقیر (خود حضرت مجددؒ) نے ولایت موسوی سے جو کچھ استفادہ کیا ہے وہ اجمالی ہے اور میرے بڑے لڑکے (خواجہ محمد صادقؒ) کا استفادہ تفصیلی ہے، یوں سمجھو کہ فقیر ولایت موسوی سے مومن آل فرعون (جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے) کی طرح مستفید ہے اور فرزند علیہ الرحمہ ولایت موسوی سے ساحرین فرعون کی مانند مستفید ہے جو ایمان لے آئے تھے (اور جن کا مشاہدہ مومن آل فرعون کے مقابلہ میں تفصیلی تھا)

حضرت مخدوم زادہ کا وصال سرہند شریف ہی میں بعارضہ طاعون بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ بروز دوشنبہ واقع ہوا۔ "دوشنبہ نہم ربیع الاول ۱۰۲۵ھ" ان الفاظ سے بھی تاریخ وفات نکل آتی ہے۔

خواجہ محمد سعیدؒ:۔ آپ ماہ شعبان ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے آپ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح بچپن ہی سے صلاح و تقویٰ کا پیکر تھے خود حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ سال کے تھے کہ بیمار ہوئے غلبہ ضعف کے عالم میں ان سے دریافت کیا کہ بیٹا! کیا چاہتے ہو؟ بے اختیار جواب دیا حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ) کو چاہتا ہوں۔ میں نے ان کے یہ کلمات حضرت خواجہؒ کو لکھ بھیجے حضرت قدس سرہ نے جواب دیا کہ تمہارے محمد سعید نے ہماری نسبت مقابلتاً علاوہ پر اچک لی حضرت خواجہؒ نے حضرتؒ کے صاحبزادوں کے متعلق اپنے ایک مرید کو یہ کلمات تحریر فرمائے ہیں۔

فرزندان ایشاں کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند استعدادہائے عجب دارند بالجملہ شجرہ طیبہ اند انبتہا اللہ نباتا حسنا۔

(ان) کے (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے تمام فرزند اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں اور عجیب استعداد رکھتے ہیں مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں اللہ تعالیٰ پروان چڑھائے۔

آپ جب سن تمیز کو پہنچے علوم ظاہریہ کی تحصیل میں مشغول ہو گئے کچھ تعلیم اپنے والد بزرگوار سے کچھ اپنے بڑے بھائی سے اور کچھ شیخ طاہر لاہوری سے حاصل کی حتی کہ تمام علوم

عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کرلی اور تحصیل علم کے زمانے میں ہی حضرتؒ کی توجہ سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت سے مشرف ہوئے، ۱۸ سال کی عمر سے درس دینا شروع کیا اور معقول ومنقول کی مشکل کتابیں پوری قابلیت سے پڑھائیں اور بعض کتابوں پر حاشئے بھی لکھے انھیں میں سے تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے، فقہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، اور مشکل سے مشکل مسائل کو معمولی توجہ سے حل فرماتے تھے، ایک موقعہ پر سجدہ تحیتہ کے جواز و عدم جواز پر مناظرہ ہوا اس مناظرہ میں ایک طرف اس زمانہ کے بہت سے مولوی صاحبان تھے اور دوسری طرف آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ محمد معصومؒ دونوں بھائیوں نے اپنی قوت علمیہ کے وہ جوہر دکھلائے کہ اہل علم متحیر اور حاضرین مجلس ششدر رہ گئے، صاحب زبدۃ المقامات فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرتؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب محمد صادق علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوگیا تو مجھے رنج تھا کہ ایسا جامع ظاہر و باطن فرزند جدا ہوگیا۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے یہ دونوں بھائی اپنے بڑے بھائی کے قائم مقام کردیئے ماں دونوں بھائیوں پر حضرتؒ کی خاص نظر عنایت تھی اور حق تعالےٰ نے ان کو نسبتہائے بلند اور احوال ارجمند سے نوازا تھا اور یہ دونوں حضرت کے علوم ومعارف کے حامل اور اسرار و رموز کے وارث تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ ایک سفر میں یہ دونوں مخدوم زادے حضرت کے ساتھ نہیں تھے اور کسی ضرورت سے سرہند میں رہ گئے تھے۔ میں حضرت کے ساتھ تھا، میں دیکھتا تھا کہ جب کوئی "معرفت" حضرت کے قلب پر وارد ہوتی تھی اس وقت حضرت دونوں فرزندوں کو بشوق تمام یاد فرماتے تھے،

آپ کی وفات، ۱۸ جمادی الاخری ۱۰۵۲ھ میں ہوئی مزار مبارک سرہند میں ہے۔

عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصومؒ[1]: آپ حضرت کے فرزند ثالث ہیں آپ کی ولادت

---

[1] ان تین صاحبزادوں کے علاوہ حضرت کے چار صاحبزادے شیخ محمد فرخؒ، شیخ محمد عیسیٰؒ، شیخ محمد اشرفؒ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

باسعادت ۱۱ر شوال ۱۰۰۰ھ ہجری میں ہوئی اسی سال حضرتؒ کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی خدمت میں پہونچنے کا شرف حاصل ہوا، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت ہمارے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی کہ اس کی ولادت کے چند مہینے بعد حضرت خواجہؒ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور وہاں جو کچھ دیکھا وہ دیکھا۔ حضرتؒ نے ایک مقام پر آپ کو محمدی المشرب تحریر فرمایا ہے اور ایک مکتوب میں ارقام فرماتے ہیں:

از فرزندے محمد معصوم چہ نویسید کہ وے بالذات قابل ایں دولت است یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ	اپنے فرزند محمد معصوم کے متعلق کیا لکھوں وہ تو بالذات اس دولت یعنی ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی استعداد رکھتے ہیں

استعداد کی بلندی بچپن ہی سے آشکارا ہو چلی تھی

حضرتؒ نے بچپن میں ان کی اس استعداد کا ذکر فرماکر ارشاد فرمایا کہ اس راستے میں فیضان الٰہی کے لحاظ سے بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے مساوی ہیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اسی استعداد کی وجہ سے حضرتؒ کی نظر عنایت خاص طور پر ان کی شامل حال رہتی تھی، اور آپ ظہور کمالات کے منتظر تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ علم مبدء حال ہے اس لئے اس کے حاصل کئے بغیر چارہ نہیں اسی وجہ سے علم معقول و منقول کو حاصل کرنے کی تاکید اور کتب دقیقہ علمیہ کا صفحہ صفحہ اور ورق ورق پڑھنے کا حکم فرماکر ارشاد فرمایا کرتے تھے

بابا! زود از تحصیل ایں علوم فارغ شوید کہ مارا باشما کارہائے عظیم است	بیٹا ان علوم کی تحصیل سے جلد فارغ ہو جاؤ ہم کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) اور شاہ محمد یحییٰؒ وہ تھے جن میں اول الذکر دو بچپن میں، اور محمد اشرف حالت شیرخوارگی میں فوت ہوگئے، اور آخر الذکر شاہ محمد یحییٰ، حضرتؒ کی وفات کے وقت کم سن تھے اس لئے خلفاء کے تذکرہ میں تین ہی صاحبزادوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ صاحبزادوں کے علاوہ حضرتؒ کی تین صاحبزادیاں تھیں۔

Marfat.com

چنانچہ توجہ مبارک کے اثر سے آپ بھی اپنے بڑے بھائیوں کی طرح ۱۶ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہوگئے اگرچہ تعلیم کے زمانے میں بھی باطن کی طرف توجہ رکھتے تھے لیکن فراغت تعلیم کے بعد ہمہ تن ادھر ہی متوجہ ہوگئے۔ ایک دفعہ حضرت نے آپ کو ایک خواب کی تعبیر کے سلسلے میں یہ بشارت دی

تو قطب وقت میشوی و این سخن ما از من یاد دار	تم اپنے وقت کے قطب ہوگے اور یہ میری بات یاد رکھو۔

صاحب زبدۃ المقامات فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرتؒ کو زبان مبارک سے یہ فرماتے سُنا ہے۔

اقتباس محمد معصوم نسبتہائے مارا گویا فیوما بصاحب شرح وقایہ می ماند در حفظ تعلیم وقایہ از جد خود گوارش۔	محمد معصوم کا ہماری نسبتوں کو گویا فیوما اقتباس کرنا ایسا ہے جیسا کہ صاحب شرح وقایہ کا اپنے دادا سے تعلیم وقایہ کا حفظ کرنا (جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچے سے واضح ہے)

آپ کو اپنے پدر بزرگوار کے اسرار و معارف سے بہت زیادہ آگاہی حاصل تھی آپ کے ان مکاتیب کے مطالعہ سے جو آپ نے وقتاً فوقتاً حضرت کی خدمت میں ارسال کئے ہیں۔ آپ کے کمالات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو آپ نے وصال فرمایا، مزار مبارک سرہند ہی میں ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہونچتا ہے اور آج کرۂ ارضی پر بسنے والے لاکھوں نفوس فقط آپ کے واسطے سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے فیض باطن حاصل کر رہے ہیں، دیگر خلفاء کے مستفیضین کا تو شمار ہی کون کر سکتا ہے،

میر محمد نعمان کشمیؒ ۔ آپ کے والد کا اسم مبارک سید شمس الدین یحیٰی تھا، میر بزرگ کے نام سے مشہور تھے اور مشاہیر بدخشاں و ماوراء النہر میں شمار کئے جاتے تھے۔ جعفر و کبیر

میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مولد مسکن اور مدفن کشم ہے (جو کہ بدخشاں کے مضافات میں سے ہے) ۹۹۴ھ میں وفات پائی۔

میر بزرگ کے والد ماجد امیر جلال الدین اور ان کے والد سید حمید الدین بھی صاحب صلاح و تقویٰ بندگ اور مشہور و معروف عالم تھے۔ میر محمد نعمانؒ کی ولادت باسعادت سمرقند کے اندر ۹۷۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ تمہارے ایک فرزند سعادت مند پیدا ہوگا اس کا نام ہمارے نام پر (نعمان) رکھنا۔ چنانچہ آپ کا یہی نام رکھا گیا، آپ میں بچپن ہی سے درویشی کے آثار نمایاں تھے۔ فقراء و مشائخ کی خدمت میں جا کر ان کے مراقبات سے آگاہی حاصل کرتے تھے، آغاز شباب میں عارف آگاہ امیر عبید اللہ بلخی عشقیؒ کے پاس بلخ پہونچے، بعدہٗ ہندوستان تشریف لائے، اور یہاں پر بھی وفور شوق میں بعض درویشوں سے اذکار کی تعلیم حاصل کی حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندیؒ کی خدمت میں دہلی آئے اور ان کے الطاف بے پایاں کو دیکھ کر طریقہ نقشبندیہ میں منسلک اور اس نعمت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے ہمراہ فرزندوں اور رشتہ داروں کی ایک کثیر تعداد تھی اور ان کے ساتھ فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے اور بایں ہمہ حصول دولت سرمدی کی امید میں خوش دل اور مسرور رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مخلص امیر نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضور کی خانقاہ کے فقرا تنگی سے بسر کرتے ہیں اگر حکم ہو تو ہر ایک درویش کا یومیہ مقرر کر کے سعادت اندوز ہونے کا شرف حاصل کروں، حضرت خواجہؒ نے اپنے چند مریدوں کے نام اس کار خیر کے لئے تجویز فرمائے، ایک شخص نے عرض کیا کہ میر محمد نعمان بھی مفلس اور کثیر العیال ہیں۔ ان کا بھی یومیہ مقرر ہو جائے حضرت خواجہؒ ان کے لئے راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے جزو بدن ہیں ہم اپنے جزو بدن کو اس چیز سے مستثنیٰ کرتے ہیں، میر صاحب نے یہ بات سُنی تو باوجود فاقوں میں مبتلا ہونے کے ان پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور بہت سی

Marfat.com

امیدیں زندہ ہوگئیں،

میر صاحبؒ کو حضرت خواجہ صاحبؒ کے مرض الموت میں ایک رات خدمت گاری کا پورا موقع ملا اس رات حضرت خواجہ نے ان پر ایک نظر ڈالی اس نگاہ خاص کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد جو کام بھی آپ کرتے تھے اس کے متعلق یہ سوچتے تھے کہ آیا اس میں رضائے خداوندی ہے یا نہیں، حتی کہ قدم بھی اٹھاتے تو دل میں کہتے تھے کہ یہ قدم حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھا یا نہیں؟

حضرت خواجہؒ نے جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بیعت و ارشاد کی اجازت دی اور اپنی حیات ہی میں اپنے تمام اصحاب کو آپ کے سپرد کیا اور ان سب کی تربیت کا آپ کو متکفل بنایا اس وقت اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ان کے سامنے ہماری تعظیم نہ کیا کرو بلکہ توجہ بھی ہماری جانب نہ کرو، چنانچہ میر محمد نعمان سے بھی فرمایا کہ ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا انھوں نے ادب سے عرض کیا کہ ہمارا قبلہ توجہ تو حضور ہی کی درگاہ ہے بزرگ وہ بھی ہوں گے اس سے انکار نہیں ——— حضرت خواجہؒ نے یہ سُنا تو غصہ ہو کر فرمایا:-

میاں شیخ احمد آفتابے اند کہ مثل ما ہزاراں ستارگاں در ضمن ایشاں گم است و از کمل اولیا متقدمین خال خال مثل ایشاں گذشتہ باشند۔	میاں شیخ احمد ایک ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے اندر گم ہیں اولیاء متقدمین و کاملین میں سے بہت کم ان جیسے گزرے ہوں گے۔

اس کے بعد میر صاحب نے اپنا اعتقاد درست کیا اور نیازمندی کے ساتھ حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہونچے اور عنایت کے طالب ہوئے، حضرتؒ نے فرمایا کہ تم ہمارے ہی ہو لیکن کچھ دنوں ہمارے پیر و مرشد کی خدمت میں اور رہو حضرت خواجہؒ کے انتقال کے بعد جب حضرتؒ دہلی تشریف لائے تو میر صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنی شکستہ دلی بے نصیبی اور بے استعدادی کا ذکر تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ میرے پاس

Marfat.com

آپ کے حضور میں بجز اس کے اور کوئی وسیلہ نہیں ہے کہ میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہوں۔ حضرتؒ پر اس عریضہ کے مطالعہ سے رقت طاری ہوئی اور فرمایا کہ میرا گھبراؤ نہیں ــــــــ الغرض میر موصوف کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر کے سرہند لے گئے اور یہ سالہا سال حضرتؒ کے آستانے پر مقیم رہے اور مقامات عالیہ سے سرفراز ہوئے ایک دفعہ حضرتؒ کو ضعف عارض ہوا، اس خیال سے کہ شاید مرض مرض الموت ہو آپ نے امانت خواجگان نقشبندیہ کسی اہل کے سپرد کرنی چاہی اور قصد کیا کہ اس نسبت عالیہ کو کسی مخلص کے قلب میں القا فرمائیں اس وقت اس بار کا متحمل سوائے اپنے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صادق علیہ الرحمہ اور میر محمد نعمانؒ کے کسی کو نہیں پایا تھا۔

حضرتؒ نے میر صاحب کو اجازت نامہ مرحمت فرما کر طلبائے معرفت کی ہدایت کے لئے برہانپور روانہ فرمایا، میر صاحب دو دفعہ شہر برہانپور سے بعض وجوہ کی بنا پر چلے گئے، حضرتؒ نے تیسری مرتبہ پھر برہانپور ہی کے لئے مامور فرمایا اس دفعہ جب آپ برہانپور تشریف لائے تو رنگ ہی دوسرا نظر آیا، آپ کی مجلس میں عجیب کیفیات کا ظہور رہا اگر کسی جماعت نے دور سے بھی آپ کی مجالس کا نظارہ کر لیا تو اس پر جذب وکیف طاری ہو گیا اور ہر ہر فرد مرغ بسمل کی طرح خاک پر تڑپنے لگا۔ المختصر ع

درمیان شہر در ہر گوشہ غوغائے اوست

کا سماں بندھ گیا۔ بہت سے لوگ داخل سلسلۂ عالیہ ہوئے اور کتنے ہی بدکار اشخاص صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ ہو گئے۔ صاحب زبدۃ المقامات مولانا محمد ہاشم کشمی نے آپ ہی کی ہدایت سے حضرتؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

آپ نے اگرچہ علوم ظاہر کی تحصیل کم کی تھی لیکن ادراک حقائق صوفیہ خصوصاً حضرتؒ کے علوم ومعارف سمجھنے کی اپنے اندر خاص اہلیت رکھتے تھے، خود حضرتؒ نے آپ کے فہم خداداد کی تعریف فرمائی ہے، مکتوبات شریف میں بہت سے مکاتیب آپ کے نام ہیں۔ ایک مکتوب

کا خلاصہ (جس میں سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں) حسب ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ اس نے ہم کو صحیح العقیدہ بموافق مسلک اہل السنت والجماعت بناکر طریقہ نقشبندیہ میں منسلک فرمایا۔۔۔

کمالات نبوۃ بطریق تبعیت و وراثت اس طریقہ میں حاصل ہوتے ہیں اس سلسلے کے منتہی کمالات خاصہ حاصل کرتے ہیں اور مبتدیوں و متوسطوں سے متعلق بھی منتہیوں کی صحبت کے باعث "المرء مع من احب" کی بشارت کے موافق ایسی ہی امیدیں ہیں۔

بد نصیب و نامراد وہ شخص ہے جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر اس کی رعایت نہ کرے اور بدعات کو اس طریقہ میں ایجاد کرے اور اپنی خوابوں اور احوال پر اعتماد کر کے اس طریقے کے خلاف قدم اٹھائے اس صورت میں (اگر وہ فیضیاب نہ ہو تو) طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا کیا قصور ہے۔

آپ کی وفات ۱۸ صفر ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد ہاشم کشمیؒ آپ کشم کے رہنے والے تھے، آپ کے آباؤ اجداد چونکہ سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے اس لئے ایام طفولیت میں آپ کو اس خانوادے کے خلفاء کی خدمت میں پہنچنے کا اتفاق ہوا لیکن فطری مناسبت کی وجہ سے غیر معلوم طور پر سلسلہ نقشبندیہ سے دلی لگاؤ تھا، مگر اس سلسلہ کے کسی مرشد و رہبر کی تعیین نہیں کر سکتے تھے اسی کشاکش کے زمانے میں ہندوستان آئے یہاں پر مشائخ قدیم کے حالات عجیبہ و تصرفات غریبہ کا ایک محفل میں تذکرہ سن کے دل میں کہنے لگے (اور شاید زبان سے بھی فرمایا) کہ یہ حقیقت تو اس گروہ ایام گذشتہ ہی میں ہوتا ہوگا موجودہ صورت حال کے لحاظ سے خزانہ ایام یا تو ان جواہر سے خالی ہے یا ایسا ہو کہ حقیقت میں ایسے بزرگ موجود ہیں لیکن ہمارے دیدۂ ادراک کی کوتاہی کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہیں۔

لے تذکرۃ العابدین ص ۱۲۳ مؤلفہ حاجی محمد نذیر احمد دیوبندی

خاطر خوباں بعید اہل دل ہاٗل نماند ‏ یا بشہر عشق باز ال مرد صاحبدل نماند

اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحبدل تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ لے جاکر ایک بزرگ کے سامنے پیش کر دیا وہ بزرگ مکان کے چبوترے پر عالم مراقبہ میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پیش ہوتے ہی اپنا سر اٹھایا اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا پڑھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اذا جاء نصر اللہ والفتح (آخر سورۃ تک) آپ اس سورۃ کو پڑھتے جاتے اور زار وقطار روتے جاتے تھے، آنکھ کھلی تو سورۃ کے مضمون پر غور کر کے یقین کی دنیا جگمگا اُٹھی —— اور منزل مقصود نظر آنے لگی۔ اس خواب کو ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ آپ شہر برہانپور آئے اور حضرت میر محمد نعمانؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پہونچے اور ان سے ذکر و مراقبہ کی تعلیم حاصل کی دربار نعمانیؒ میں اُن صاحبدل بزرگ کی بھی زیارت ہوئی جن کی وساطت سے خواب میں یہاں رسائی ہوئی تھی غرضیکہ اس رویائے صادقہ کی تعبیر اپنی آنکھوں سے دیکھکر ۱۰۳۱ھ تک برہانپور رہے اور اس وقت سے لیکر حضرت کے وصال (۱۰۳۴ھ) تک تقریباً دو سال سفر وحضر میں حضرتؒ ہی کے ساتھ رہے اسرار و معارف سنے، اور الطاف و عنایات کا مورد بنے رہے۔ حضرتؒ کی زندگی ہی میں صاحبزادوں کی فرمائش پر ان فوائد و معارف کو لکھنا شروع کیا جن کو خلوت وجلوت میں زبان گوہر فشاں سے سنا تھا نیز حضرتؒ اور ان کے مرشد کامل کے اطوار، انوار، برکات اور خوارق عادات لکھنے کا قصد کیا، چند ورق سے زیادہ نہ لکھ پائے تھے کہ حضرت رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔

وصال مرشد کے بعد آپ کی توجہ اس کام کی طرف زیادہ ہوئی کیونکہ دل مہجور کو تسلی دینے کے لئے اس سے بہتر اور مشغلہ ہی کیا ہو سکتا تھا کہ اپنے پیر باکمال کے اقوال واحوال کو لکھیں اور گزری ہوئی صحبتوں کو یاد کر کے قلب و روح کو یک گونہ تسکین دیتے رہیں۔ ؎

ماہی کال گشت محروم از فرات ‏ از کف آبے ہمے جوید حیات!

چنانچہ آپ نے حضرتؒ کے حالات کے علاوہ حضرتؒ کے پیر و مرشد، خلفاء اور صاحبزادگان وغیرہم کے حالات کا نہایت جامع اور مستند مجموعہ لکھا جس کا نام "برکات الاحمدیہ الباقیہ" رکھا، اس کا تاریخی نام --- "ہو زبدۃ المقامات" ۱۱۰۳ قرار پایا چنانچہ یہ کتاب زبدۃ المقامات ہی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں "نشاط روح" کا نہایت کافی سامان موجود ہے حضرت کے حالات میں اس سے زیادہ مستند اور قدیم کتاب غالباً اور کوئی نہ ہوگی حضرتؒ کے احوال و اقوال کو نہایت عمدگی و خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے، بیجا مبالغہ سے حتی الامکان پرہیز کیا ہے اور مجالس مجددیہ کی ایسی مکمل تصاویر کھینچی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا ناظر کتاب دربار فیض آثار میں بیٹھا ہوا حضرتؒ کو دیکھ رہا ہے حضرت کے ملفوظات سُن رہا ہے اور دریائے معارف کو اپنے دامن میں بھر رہا ہے۔ مکتوبات شریف کی آخری جلد کو بھی آپ ہی نے ترتیب دیا ہے۔

خواجہ سید آدم بنوری حسینیؒ:- آپ کا اصلی وطن قصبہ مودہ تھا مگر سکونت بنور میں اختیار کر لی تھی، ابتدائی تعلیم سلوک حاجی خضرؒ سے پائی بعد ازاں باجازت حاجی صاحب حضرتؒ کی خدمت میں آ گئے اور درجات عالیہ پر فائز ہوئے۔ آپ محض امی تھے۔ فیض روح القدس کی مدد سے قرآن شریف حفظ کیا اور علوم ظاہریہ کی تعلیم بھی حاصل کی اتباع سنت و دفع بدعت آپ کا خاص شیوہ تھا، ہزاروں طالبان خدا کو خدا رسیدہ کیا، آپ کی خانقاہ میں ہزار سے زائد طلبائے معرفت روزانہ جمع رہتے تھے اور ان کو لنگر سے کھانا تقسیم کیا جاتا تھا آپ کے خلفاءؒ کی تعداد ایک سو اور مریدین کی تعداد ایک لاکھ بتلائی جاتی

لہ ان کا تذکرہ تذکرۃ العابدین ص۱۲۳ سے ماخوذ ہے ۲ہ آپ کے خلیفہ اعظم حافظ سید عبداللہ اکبرآبادی تھے جن کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم فاروقی اور ان کے بعد ان کے خلیفہ ان کے صاحبزادے مجدد وقت حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی ہوئے جن کے ظاہری و باطنی فیوض نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عالم اسلامی پر محیط ہیں اور اس واسطے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے جو فیوض آج عالم میں نظر آ رہے ہیں وہ بالواسطہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہی کے چشمہ کیمیا اثر فیضیت دریں بزم کہ از پرتو آں ؎ ہر کجا مے نگری انجمنے ساختہ اند"

ہے حج کے لئے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے وہاں سے فارغ ہو کو مدینہ منورہ پہونچے اور ۱۳ار شوال ۱۱۱۱ھ کو اسی مقدس سرزمین میں انتقال فرمایا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت عثمان ذو النورین کے مزار پاک کے قریب ہے۔

شیخ طاہر لاہوریؒ: حضرت کے ارادتمندوں میں آپ کا پایہ بھی نہایت بلند ہے، صاحب ریاضات و کرامات بزرگ تھے، علوم ظاہری میں کمال حاصل تھا اور حافظ قرآن بھی تھے، علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سلوک کا شوق غالب ہوا اور حضرتؒ کے آستان مبارک پر پہونچے آپ کو ایسے مرشد کی تلاش تھی جو علم و عمل میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا متبع ہو اور یہ بات سب پر ہویدا تھی کہ اس زمانے میں ایسی جامع شخصیت حضرتؒ ہی کی تھی چنانچہ آپ نے سالہا سال اس شیخ کامل کی خدمت کی اور انکسار اور افتقار کے ساتھ حضرت کے فیض کدہ پر مقیم رہے۔ آپ حضرتؒ کے صاحبزادوں کی تعلیم تدریس کا کام بھی نہایت کوشش و سعی بلیغ سے انجام دیتے تھے چنانچہ صاحبزادے فرمایا کرتے تھے کہ "ہم پر حضرت شیخ طاہر کے احسانات اس سے بہت زیادہ ہیں کہ شکریہ سے عہدہ برآ ہو سکیں۔"

حضرتؒ نے ایک دفعہ اپنے چھوٹے صاحبزادہ شاہ محمد یحیٰیؒ کے متعلق فرمایا کہ "اسکو شیخ طاہر کے سپرد کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ بھی ان کی برکت سے اپنے بڑے بھائیوں کی طرح عالم باعمل ہو جائے" لیکن چونکہ اس وقت درویشی کا رنگ غالب اور ظاہری علم مغلوب ہو چلا ہوگا اس لئے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "اب شیخ طاہر کا وہ دماغ کہاں رہا" (جو پہلے تھا)، باوجود جید عالم ہونے کے آداب شیخ کا انتہائی لحاظ تھا اور حضرتؒ کی اس قدر ہیبت غالب تھی کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے ایک دن حضرتؒ نے آپ کو امامت کا حکم فرمایا فوراً رنگ زرد پڑ گیا اور لرزہ براندام ہو گئے اور رعب کی وجہ سے حافظ قرآن اور عالم کامل ہوتے ہوئے قرأۃ گلے میں اٹک اٹک جاتی تھی۔ اسی ادب وانکسار اور شیخؒ کی نظر کیمیا اثر

نے آپ کو انتہائی نقطۂ کمال پر پہونچا دیا تھا۔ بالآخر حضرت نے خلافت سے سرفراز فرماکر بلدۂ لاہور کے طالبان معرفت کی رہنمائی کے لئے لاہور روانہ فرمایا اور طریقۂ قادریہ میں بھی اجازت مرحمت فرمائی، آپ نے وہاں پہنچکر طالبان حق کی تربیت فرمائی اور اپنے برکات وافاضات سے مخلوق خدا کو بہرہ ور کیا، خود ایک مکتوب میں حضرت کو لکھتے ہیں۔

"میں چلتے وقت سخت متردد تھا کہ شیخ کامل کو چھوڑ کر کہاں جارہا ہوں لیکن غیب سے کوئی شخص کہتا تھا کہ چلا چل حتی کہ کشاں کشاں لاہور آگیا اور ایک مسجد کے گوشہ میں حیران و پریشان بیٹھ گیا ناگاہ حضرت خواجہ بزرگ کی روحانیت جلوہ گر ہوئی۔ اور اس نے اس کام پر ثابت قدم رکھا اسی دوران میں ایک جوان بلند استعداد آیا اس کو تعلیم باطن دیتے ہی یہ اثر ظاہر ہوا کہ اس کے تمام بدن میں نسبت سرایت کر گئی اور وہ سراپا آگاہ معارف ہوگیا، اسی طرح دوسرے طالبوں کو بھی جمعیت نصیب ہوئی۔

حضور نے مقامات کے بارے میں خصوصاً مقام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے بارے میں اپنے مکتوب میں جو کچھ لکھا ہے اس کو بعض حاسدوں نے درمیان میں لانا شروع کردیا بعد اس میں اپنی طرف سے جھوٹی سچی باتیں ملاکر گروہ پروپیگنڈا کیا اور طعنہ زنی کرنے لگے بالآخر اس مکتوب کو علامۃ الانام مولنا عبدالسلام کے پاس لے گئے انھوں نے اس کا مطالعہ کیا اور فرمایا کہ اس کے مضمون میں تو کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا اور ساتھ ہی ساتھ حسن ظن کا بھی اظہار کیا۔ تب کہیں حاسدوں کی زبانیں بند ہوئیں "

آپ برابر اپنے پیرو مرشد کو اپنے احوال و مکاشفات سے مطلع کرتے رہتے تھے حلقہ ارشاد وسیع تر ہوتا چلا جاتا تھا اور خلق خدا کثرت سے متوجہ ہورہی تھی کہ ناگاہ اسی گرمی ہدایت کے زمانے میں شیخ نے بربنائے انکساری آزادہ مزاجی ایسا شیوہ اختیار کرلیا جس سے رجوع خلق میں فرق آئے جب حضرت کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ کے نام ایک مکتوب لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

Marfat.com

خداوند کریم نے تم کو منصب جلیل عطا فرمایا ہے لہٰذا اس کا شکریہ ادا کرو، اور اس بات کا خیال رکھو کہ تم سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جو باعث نفرت خلق ہو، خلق کو متنفر کرنا فرقہ ملامتیہ کا شیوہ ہے، دعوت وارشاد سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے مشیخت کے رتبہ پر پہنچکر ملامت کی آرزو کرتے ہو یہ صریح ظلم ہے —— مریدوں کے ساتھ زیادہ خلط ملط نہ رکھا کرو کہ اس میں ہلکا پن پایا جاتا ہے اور یہ چیز بھی افادہ واستفادہ کے منافی ہے۔ حدود شرعیہ کی محافظت کرو جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنے کی تجویز نہ کرو کہ یہ اس سلسلہ کے اصول کے منافی نیز اتباع سنت کے دعوے کے خلاف ہے۔"

یہی ہدایت نامہ آپ کے لئے کافی ہوا اور اس کے جواب میں آپ نے لکھا۔" اب میرے سامنے سوائے شریعت سنت کے اور کچھ نہیں ہے"

پھر تو آپ نے تشرع واتباع، اور زہد وقناعت میں اپنی نظیر قائم کردی تھی اہل دنیا کی داد ودہش کو قبول نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے قوت بازو سے حلال روزی بہم پہنچاتے تھے البتہ کوئی دیندار شخص اگر ہدیۃً کوئی چیز پیش کرتا تھا تو اسے قبول فرما لیا کرتے تھے۔ ہر سال چند بار پیادہ پا درویشوں کی جماعت کے ساتھ بے زاد وتوشہ لاہور سے سرہند آیا کرتے اور چند روز کوچۂ معرفت میں رہکر رخصت ہو جاتے تھے۔ آپ نے محرم ۱۰۴۰ھ میں کو بروز پنجشنبہ وفات پائی مزار مبارک لاہور میں ہے۔[۱]

شیخ بدیع الدین سہارنپوری :- آپ شروع میں حضرتؒ کے پاس توضیح تلویح پڑھتے تھے لیکن درویشوں سے عقیدت نہ تھی بلکہ حالت یہ تھی کہ نماز تک کے بھی پابند نہ تھے جس زمانہ میں آپ حضرتؒ کے پاس پڑھتے تھے اسی زمانہ میں آپ کو ایک حسین

---

[۱] تذکرۃ العابدین ص ۱۳۳

خوش رو جوان سے عشق ہو گیا تھا نوبت بایں جا رسید کہ درمیان سبق میں بھی آپ کو بے چینی رہتی تھی کہ کب سبق ختم ہو اور کب میں کوچۂ محبوب میں جا کر اس کے نظارہ سے آنکھیں ٹھنڈی کروں۔

ایک دن حضرتؒ نے آپ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھا کرو اور شرعی محرمات سے بچو کیونکہ معاصی کے ارتکاب سے علم ظاہر میں بھی بے برکتی ہوتی ہے انھوں نے عرض کیا کہ اس قسم کی نصیحتیں تو میں نے بہت سے لوگوں سے سنی ہیں حضرت اگر کوئی خاص توجہ فرمائیں تو شاید میری حالت کچھ سدھر سکے۔ حضرتؒ نے تھوڑے تامل کے بعد فرمایا اچھا کل اسی ارادہ سے میرے پاس آؤ اور دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ اتفاقاً اگلے دن ان کا محبوب نوجوان ان کے گھر آگیا، ان کا دل نہ چاہا کہ ہم نشینی محبوب ترک کر کے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ دو تین دن کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم نے خلاف وعدہ کیا اچھا نہیں کیا خیر اس وقت کا آنا بھی مبارک ہے جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو اور میرے پاس آؤ انھوں نے ارشاد کی تعمیل کی اس کے بعد آپ ان کو خلوت میں لے گئے اور ذکر قلب کی تعلیم دی اور توجہ فرمائی اس توجہ کا پڑنا تھا کہ فوراً کایا پلٹ گئی، مست و بیخود ہو گئے اور اسی عالم بیخودی میں زمین پر گر پڑے، دوسروں نے اٹھا کر آپ کو مکان تک پہونچایا ایک دن کے بعد افاقہ ہوا، اس دن کے بعد سے تعلقات دنیا سے دل سرد ہو گیا اور اپنے آپ کو اپنے سے دور اور عالم غیب سے نزدیک دیکھنے لگے۔

نخستین بادہ کاندر جام کردند ز چشم "مست ساقی" وام کردند (عراقیؒ)

اس کے بعد مدتوں تک آستانہ عالیہ پر رہے اور فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت کو ان پر کامل اعتماد ہو گیا اور تعلیم طریقت کی اجازت مرحمت فرمائی بعد حصول اجازت آپ اپنے وطن مالوف سہارنپور تشریف لے آئے اور طالبان معرفت کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہو گئے کچھ عرصہ بعد حضرت نے آپ کو آگرہ جانے کا حکم دیا۔

Marfat.com

یہ شہر دارالسلطنت ہونے کی حیثیت سے خاص مرکزیت رکھتا تھا، لیکن ابھی تک اس سلسلہ کے خلفاء سے خالی تھا۔

حضرتؒ نے ان کو تاکید فرمادی تھی آگرہ میں پوری استقامت کے ساتھ رہنا اور ہمارے حکم کے بغیر وہاں سے نہ جانا یہ وہاں پہونچے حق تعالےٰ نے مقبولیت عامہ عطا فرمائی، امراء و غرباء و غرض ہر طبقہ اور درجے کے لوگ آپ کے فیوض و برکات سے متمتع ہوے لیکن آپ سے ایک لغزش یہ ہو گئی کہ حضرت مرشد کے اذن کے بغیر آپ وہاں سے اپنے وطن چلے آئے یہ چیز حضرتؒ کو سخت ناگوار گزری، جب آپ کو اس ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو دوبارہ آگرہ کا قصد کیا اور حضرت کو اس ارادہ سے اطلاع دی حضرتؒ نے فرمایا کہ وہاں کا صحیح وقت وہی تھا اب اگر تم جاتے ہو تو تم جانو ہمیں اختیار ہے۔ شیخ بحالت اضطراب اس امید میں کہ شاید حضرتؒ کی ناراضگی دور ہو جائے دوبارہ آگرہ چلے گئے اس دفعہ بھی شروع شروع میں خلق خدا کو بہت فیض پہونچا لیکن سوء اتفاق کہ ایک دن وہاں کی چھاؤنی کے چند اُجڈ نوجوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی آپ نے ان کی ذہنیت و صلاحیت کا لحاظ کئے بغیر ان کو سختی کے ساتھ بعض منکرات پر تنبیہ و نصیحت فرمائی جس کی وجہ سے ان میں کے بعض بدطینت آپ کے دشمن ہو گئے، اس کے علاوہ عام طور پر اپنے بلند احوال و انکشافات لوگوں کے سامنے بیان کئے جو منکرین و معاندین کے کانوں میں پہونچکر فتنہ کا سبب بن گئے چنانچہ اہل عناد نے اپنی رنگ آمیزیوں اور حاشیہ آرائیوں سے کام لیکر ایک زبردست فتنہ آپ کے خلاف برپا کر دیا، اس فتنہ کا اثر حضرتؒ تک بھی متعدی ہوا اور اسی ابتداء کی انتہا یہ ہوئی کہ سلطان وقت (جہانگیر بادشاہ) نے جو اس وقت تک طائفۂ فقراء سے کوئی انس و مناسبت نہ رکھتا تھا حضرتؒ کو طلب کر کے ایذا پہونچائی اور قید خانہ میں محبوس کر دیا (اگرچہ بعد کو بادشاہ اپنے اس فعل پر نادم و پشیمان ہوا اور اس نے معافی بھی چاہی)

اس المناک واقعہ کے بعد شیخ بدیع الدینؒ آگرہ سے اپنے وطن سہارنپور واپس چلے

آئے اور وہیں پر گوشہ گزیں ہو کر ذکر و مراقبہ اور انس والفت میں بسر کی پچاس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور تمام عمر طالبان علوم دینی و یقینی کے افادہ میں مشغول رہے

شیخ نور محمد پٹنیؒ:- آپ علوم رسمیہ کی تحصیل کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوئے ہندوستان کے بہت سے درویشوں کے پاس گئے کہیں تسکین روح کا سامان بہم نہ پہنچا آخر کار حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہت سے مقامات طے کئے اور حیرت انگیز ترقی کی، چنانچہ اس زمانے میں حضرتؒ نے اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو جو خط لکھا ہے اس میں شیخ نور محمد کی ترقیات کا بھی مفصل ذکر فرمایا ہے۔

آپ عرصہ تک حضرتؒ کی خانقاہ میں رہے اور حالات میں برابر ترقی ہوتی رہی تکمیل کے بعد حضرتؒ نے اجازت مرحمت فرما کر شہر پٹنہ روانہ فرمایا آپ حسب الامر وہاں پہونچے لیکن خلوت پسندی کے غلبہ کی بنا پر اکثر آبادی سے باہر رہتے تھے اور لوگوں سے اجتناب کرتے تھے۔ جب حضرتؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ایک مکتوب شریف کے ذریعہ آپ کو اس عادت کے ترک کرنے کی تلقین فرمائی اور تحریر فرمایا۔

"جس طرح انسان کو اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل لازمی ہے اسی طرح خلق خدا کے حقوق کی رعایت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بھی ضروری ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کر کے دوسرے کو نظر انداز کر دینا نادرست ہے خلق خدا کی اذیتوں کا تحمل اور ان سے حسن معاشرت سلوک کے لوازمات میں سے ہے" یہ تلقین کے ضمن میں یہ شعر بھی تحریر فرمایا ؎

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است — نازکی کے راست آید بار می باید کشید

آپ نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل کی اور شہر پٹنہ کے ایک طرف دریائے گنگا کے کنارے ایک جھونپڑا بنایا اور وہیں ایک چھوٹی سی خام مسجد تیار کی اور مع اہل و عیال کے

Marfat.com

اسی جھونپڑے میں رہنے لگے۔ اکثر وقت مسجد ہی میں گزرتا تھا نماز کے علاوہ ارشاد و ہدایت اور افادہ علوم دینیہ کا مرکز بھی اسی مسجد کو بنا رکھا تھا۔

شیخ حمید بنگالیؒ :- آپ تحصیل علوم دینی کے لئے لاہور تشریف لائے تھے بعد فراغت وطن مالوف جاتے ہوئے آگرہ میں بھی قیام کیا اور خواجہ عبدالرحمٰن صاحب مفتی کابلی کے قریب اقامت گزیں ہوئے، مفتی صاحب نے آپ کو علوم میں ماہر و متبحر پاکر آپ سے عہد لیا کہ جب تک آگرہ میں قیام رہے میرے ہی پاس رہیں۔ اثنائے قیام میں ایک دن تصوف اور مشائخ تصوف کا ذکر آ گیا تو مفتی صاحب کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ مولانا حمید صوفیائے کرام کے عموماً اور حضرت مجددؒ کے خصوصاً منکر ہیں۔ اس صحبت کو دو ہی تین دن گزرے تھے کہ اتفاق سے حضرتؒ سرہند سے آگرہ تشریف لائے اور مولانا حمید سے مفتی صاحب کے مکان ہی پر ملاقات ہو گئی، حضرتؒ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا "ہلے شیخ حمید اینجا بودہ اند" ایک دو دفعہ خاص انداز سے ان پر نظر ڈالی اور فوراً مراقبہ میں مستغرق ہو گئے اس کے بعد یکایک وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے ہر چند عرض کیا گیا کہ حضرت تھوڑی دیر اور تشریف رکھیں اور یہیں ماحضر تناول فرمائیں، قبول نہیں فرمایا گیا، مفتی صاحب پہونچانے کے لئے دروازہ تک آئے۔

ان کا خیال تھا کہ مولانا حمید "بداعتقادی" کی وجہ سے جگہ سے بھی نہ ہلیں گے مگر دیکھا گیا کہ پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں، مفتی صاحب تو دروازہ تک آکر واپس چلے گئے لیکن مولانا حمید بس حضرتؒ کے پیچھے ہو لئے، اس وقت حضرت ان کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ قیامگاہ پہونچ گئے مولانا حمید دروازہ پر گریاں و حیراں کھڑے رہے بعد ازاں حاضری کی اجازت دی گئی اور بیعت سے مشرف کرنے کے ساتھ تعلیم طریقت و جذبہ نسبت سے نوازا گیا اب تو "مولانا حمید" "شیخ حمید" ہو گئے اور یہ کیفیت ہو گئی کہ اپنی کتابوں اور دوستوں کی بھی خبر نہ رہی۔

Marfat.com

چند روز کے بعد حضرتؒ آگرہ سے سرہند روانہ ہوئے تو یہ بھی پیادہ پا حضرتؒ کی خدمت میں چلے، شیخ حمیدؒ کا یہ واقعہ دیکھ کر مفتی صاحب خود بھی حضرتؒ کے حلقہ بگوش ہو گئے، مفتی صاحب کے ایک دولت مند دوست نے پوچھا کہ آپ لوگ تو عالم و عاقل ہیں، شیخ احمد میں کیا کرامت دیکھی جو ان کے مرید ہو گئے؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ ہم اہل علم کوئی کرامت اس سے بہتر نہیں سمجھتے کہ شیخ عالم باعمل اور متبع سنت ہو، علم کے ساتھ ساتھ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ و اہتمام جیسا حضرت شیخ سرہندیؒ میں دیکھا اپنے زمانے میں کسی دوسری جگہ دیکھا نہ سنا، بس یہی ہمارے نزدیک سب سے بڑی کرامت اور علامت ولایت ہے۔

شیخ حمیدؒ نے تقریباً دو سال آستانہ عالیہ پر رہ کر منازل سلوک طے کئے اور احوال عجیبہ و مقامات غریبہ سے نوازے گئے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے تعلیم طریقت کی اجازت دے کر ان کو وطن روانہ فرمایا، اجازت نامہ زبدۃ المقامات میں درج ہے تبرکاً و تیمناً ہم بھی اس مبارک تحریر کو اس جگہ نقل کرتے ہیں۔

اَمَّا بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی رَحْمَۃِ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْوَلِیِّ اَحْمَدُ بْنُ الشَّیْخِ عَبْدِ الْاَحَدِ الْفَارُوْقِیُّ النَّقْشَبَنْدِیُّ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً اَنَّ الْاَخَ الْعَالِمَ وَالصِّدِّیْقَ الصَّالِحَ جَامِعَ عُلُوْمِ الشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ الشَّیْخَ حَمِیْدَنِ الْبَنْگَالِیَّ وَفَّقَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ لِمَا یُحِبُّہٗ وَیَرْضَاہُ لَمَّا قَطَعَ مَنَازِلَ السُّلُوْکِ وَعَرَجَ مَعَارِجَ الْجَذْبَۃِ وَوَصَلَ اِلٰی دَرَجَۃِ الْوِلَایَۃِ بَعْدَ اَنْ حَصَلَ لَہٗ اِنْدِرَاجُ النِّہَایَۃِ فِی الْبِدَایَۃِ اَجَزْتُ لَہٗ لِتَعْلِیْمِ طَرِیْقَۃِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ لِلطَّالِبِیْنَ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ وَالْمُرِیْدِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ بَعْدَ الْاِسْتِخَارَۃِ وَحُصُوْلِ الْاِذْنِ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

Marfat.com

اَنْ یَّعْصِمَہٗ عَمَّا لَا یَلِیْقُ وَیَحْفَظَہٗ عَمَّا لَا یَنْبَغِیْ وَاَنْ یُّثَبِّتَہٗ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ۞

مشائخ طریقت کا طریقہ تھا کہ خلافت کے وقت خرقہ بھی دیا جاتا تھا، شیخ حمیدؒ نے عرض کیا کہ مجھکو بجائے خرقہ کے حضرت کے پاؤں کا جوتا کافی ہے حضرتؒ نے ان کی اس درخواست کو بھی قبول فرمایا اور ایک پاؤں کی جوتی عنایت فرمادی شیخ نے اس "کفش مبارک" میں جو کچھ دولت پائی وہ قیصر وکسریٰ کو کہاں نصیب ہوئی، ؎

اگر خاکے ازیں کو برسر آید ۔۔۔ مرا بہتر ز چندیں افسر آید

چونکہ آپ کا وطن صوبہ بنگال میں تھا اس لئے بوجہ بُعدِ مسافت دوبارہ آستان مجددیؒ پر حاضری کا موقع نہ مل سکا، اس نواح کی مخلوق نے آپ ہی سے مجددی فیوض و برکات کے خزانے حاصل کئے اور طالبین حق نے آپ ہی کی رہنمائی میں معرفت و یقین کی شاہراہ پر چل کر منزل مقصود کا پتہ لگایا، منگل کوٹ ضلع بردوان میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ ؎

زبنگالہ چہ برگویم کہ مولانا حمید او ۔۔۔ بپاپوش جناب شیخ آمدہ مقبول ربانی
زہے پاپوش پاک او کہ چوں خاک شفا گردہ ۔۔۔ شفائے ظاہر و باطن بخلق اللہ ارزانی
بمنگل کوٹ او بنگر کہ گلزار ارم بودہ ۔۔۔ در و دیوار او اکنوں نہادہ سر بویرانی
بکسی گنج زر نہاں نیابد جز بویرانی ۔۔۔ بکس آب حیواں را ندیدہ جز بظلماتی

([illegible])

شیخ مزملؒ:۔ آپ حضرتؒ کے قدیم اور مقبول ترین مریدوں میں سے ہیں۔ سفر وحضر میں اکثر حضرتؒ کے ساتھ رہتے حسن اخلاق ومکارم اوصاف میں یگانہ اور انکسار واخفار میں منفرد تھے، حضرتؒ کی تربیت سے ان کو جو کمالات حاصل ہوئے انکا تذکرہ حضرتؒ نے اپنے بعض ان مکاتیب میں کیا ہے جو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں روانہ کئے ہیں، سالہا سال فیض صحبت سے مستفیض ہونے کے بعد تعلیم طریقت کے مجاز ہوئے آپ کی رفعت مرتبہ کا اندازہ حضرتؒ

Marfat.com

کہ اس کتوب سے بھی ہوتا ہے جو ایک مخلص کے نام بھیجا گیا ہے اور جس میں تحریر فرمایا گیا ہے:۔

محبت میاں مزمل شمارا مغتنم است و | میاں مزمل کی صحبت کو غنیمت سمجھو اس قسم کے لوگ

امثال ایں عزیز الوجود اعز من کبریت الاحمر | کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر و نایاب ہیں۔

آپ نے ۱۰۲۶ھ میں اپنے مرشد کی حیات ہی میں سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا اور ان کی روح کو دعائے مغفرت و ایصال ثواب سے شاد کام فرمایا۔

شیخ طاہر بدخشیؒ:۔ آپ شروع میں فوج میں ملازم تھے، ایک دفعہ فوج کسی قلعہ کو فتح کرنے کے لئے گئی آپ بھی اس میں موجود تھے اثنائے سفر میں ایک رات آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سامی سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر و دیگر خلفاء و اصحاب رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ شیخ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اس سفر کے ختم ہونے کے بعد تو ان لوگوں (فوجیوں) سے الگ ہو جا اور فقر و تجرید کی زندگی اختیار کر، اسی عالم خواب میں آپ نے دیکھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرتؐ کے ایماء سے ان کو خرقہ پہنایا، جب اس مبارک خواب سے بیدار ہوئے تو ارشاد نبویؐ کی تعمیل کے لئے اپنے آپ کو بیقرار پایا، چنانچہ بعد مراجعت فوج اثنائے راہ ہی میں ایک مقام پر اپنی سواری سے اتر پڑے اور ایسے غائب ہوئے کہ ساتھیوں نے ہر چند تلاش کیا مگر نہ ملے، وہاں سے غائب ہو کر آپ ایک دہقان سے ملے اور اس سے اپنے لباس کے عوض میں ایک ٹاٹ لیکر پہن لیا اور اطراف و جوانب کے مشائخ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوتے رہے۔ چونکہ آپ نے اپنے گھر والوں کو اپنے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی تھی اور کسی کو خبر نہ تھی کہ آپ کس حال میں ہیں اس لئے آپ نے مناسب سمجھا کہ ایک بار گھر ہو آئیں اور متعلقین کو صورت حال کی اطلاع دیں تاکہ ان کو تشویش نہ رہے چنانچہ آپ گھر آئے اور اپنے عزائم کا صاف اظہار کر دیا ——— بیوی سے بھی کہدیا کہ میں فقر کی زندگی اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی تکلیف پہونچے، میں

اس کے لئے بالکل تیار ہوں کہ تم مجھ سے آزادی حاصل کر لو، نیک بخت بیوی نے عرض کیا کہ میں ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی آپ سے وابستہ کر چکی ہوں جو زندگی کا طریقہ آپ کو پسند ہے وہی مجھے پسند ہے چنانچہ وہ بالکل بے سروسامانی کی حالت میں شوہر کے ساتھ ہولیں۔

اس کے بعد آپ مرشد کامل کی تلاش میں گھومتے رہے ایک شیخ وقت کی خدمت میں پہونچے انھوں نے فرمایا کہ تم نقشبندی معلوم ہوتے ہو اور دہلی و لاہور کی طرف اشارہ کیا۔

چنانچہ آپ ہندوستان کے لئے چل کھڑے ہوئے اس زمانے میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا عام شہرہ تھا، اس لئے دہلی کا قصد کر لیا لیکن سوء اتفاق کہ ان کے دہلی پہونچنے کے چند دن پہلے حضرت خواجہ صاحبؒ وصال فرما چکے تھے، ہادئ توفیق نے آپ کو حضرت خواجہ کے جانشین حقیقی (حضرت مجددؒ) کی خدمت میں پہونچا دیا۔ چنانچہ آپ حضرتؒ سے بیعت ہوئے اور کافی عرصہ خانقاہ سرہند میں قیام کر کے فیوض و برکات حاصل کئے۔

آپ کے خصائص عظمیٰ میں سے یہ ہے کہ ایک مدت تک خلوت و جلوت میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و مشاہدہ سے مشرف ہوتے رہے گویا کہ آپ کو یک گونہ حضوری کا درجہ حاصل تھا ــــ مولانا طاہرؒ چونکہ ترک اور سادہ مزاج بزرگ تھے اس لئے اپنے احوال و مکاشفات کو اس انداز میں بیان فرماتے تھے کہ حضرت کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ جاتی تھی ــــ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حضرتؒ معارف بیان فرما رہے ہیں اور یہ ان کو سن کر آہ اور ہائے کہتے جاتے ہیں اور سر ہلاتے جاتے ہیں، حضرتؒ خوش طبعی کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ: ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اسرار و معارف ملا طاہر پر وارد ہوئے ہیں اور میں انکا ترجمان ہوں۔“

حضرتؒ نے ان کو تعلیم طریقت کی اجازت دینے کے بعد جونپور روانہ کیا وہاں پہونچ کر آپ نے خدا معلوم کن احوال کے ماتحت گفتگو اور نشست و برخاست میں احتیاط نہ

اختیار کیا جس کی وجہ سے لوگوں کی رجوعات کم ہو گئی۔ جس زمانے میں حضرتؒ اجمیر شریف تھے آپ نے ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں تحریر کیا جس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ طالبین میری طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں حضرت نے اس کو پڑھ کر فرمایا۔

عجب مردے سادہ دل است ملاک امر محافظۂ احوال و فکر کار سر انجام ایمان و آل خود است درین ضمن ہر کرا حق سبحانہ برساند و بتعلیم تربیت او مامور گرداند حسب الامر خالصاً لوجہ اللہ بحال باید پرداخت و نیز برائے انجذاب دلہائے طلاب وضعے کہ ملامت را آنجا راہ نبود اختیار باید نمود۔

یہ عجب سیدھے آدمی ہیں یہ خبر نہیں کہ اصل کام احوال کی محافظت اپنے کام کی نگہداشت، ایمان کی فکر اور انجام کا خیال کرنا ہے اس ضمن میں جس کسی شخص کو بھی خداوند کریم پہنچا دے اور اس کی تعلیم و تربیت پر مامور کر دے خالصاً لوجہ اللہ اس میں مشغول رہے نیز اہل طلب کے دلوں کی کشش کے لئے ایسی وضع جس میں ملامتیہ کے طرز کو کچھ بھی دخل ہو اختیار نہ کرنی چاہیئے۔

مولانا یوسف سمرقندیؒ :- آپ بھی اولاً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مریدین میں سے تھے اور ان سے بہرۂ وافر حاصل کیا تھا خلیق اور بے تکلفانہ زندگی بسر کرنے والے بزرگ تھے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد سرہند آ گئے اور حضرتؒ کے آستانے پر رہنے لگے کچھ عرصے وہاں رہ کر برکات نفوس مجددیہ سے مستفیض ہوئے۔ اور روحانی ترقی حاصل کی لیکن بتقاضائے الٰہی درمیان سلوک ہی میں پیک اجل سے ہم آغوش ہو گئے، بوقت نزع حضرتؒ ان کے سرہانے تشریف لائے آپ نے بہزار حسرت عرض کیا

حضرت! ع دم واپسیں برسرِ راہ ہے

اب کوئی ایسی نظر و توجہ فرما دیجئے جس کی برکت سے "مقصد اعلیٰ" حاصل ہو جائے

دم اخیر ہے "حضرت" ذرا نگاہ ملے کچھ اس غریب مسافر کو زاد راہ ملے

حضرتؒ ان کی طرف متوجہ ہوئے کچھ دیر کے بعد اپنا سر اٹھایا اور فرمایا - ہاں

Marfat.com

مولانا یوسف کہو کیا حال ہے؟" عرض کیا الحمد للہ دل جس چیز کا طالب تھا وہ حضرتؒ کی توجہ سے آشکار ہو گئی اس کے بعد آخری ہچکی لے کر جان بحق تسلیم ہو گئے ع

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

مولانا احمد برکیؒ ۔ آپ برک کے رہنے والے اور وہاں کے علماء میں سے تھے۔ مولانا کا ایک ہم وطن دوست تاجر ہندوستان سے اپنے وطن واپس آیا، وہ ہندوستان میں حضرتؒ سے بھی شرف ملاقات حاصل کر چکا تھا اور آپؒ کے مکاتیب کا کچھ حصہ بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا تھا، مولانا نے جب ان مکتوبات کا مطالعہ کیا اور ان سے حضرتؒ کے کمالات باطنی کا اندازہ لگایا تو جذبۂ دل نے سرہند چلنے پر آمادہ کیا وہاں پہونچکر حضرتؒ کی عنایات سے سرفراز ہوئے اور اخلاص و آداب کے ساتھ شیخ کی خدمت میں رہے۔ عنایات خداوندی اور حضرت کی برکت سے ایک ہی ہفتہ میں درجہ کمال و اکمال پر پہنچ گئے اور تعلیم طریقت میں مجاز ہو کر وطن جانے کی اجازت حاصل کی۔ وطن پہنچ کر حسب الحکم کار طریقت میں مشغول ہوئے، اپنے مریدوں کے احوال بذریعہ مکاتیب خدمت عالی میں پہنچا کر جواب و خطاب سے سرفراز ہوتے رہتے تھے، ایک مکتوب میں حضرتؒ نے آپ کو تحریر فرمایا۔

روزے توجہ بحال شما نمودہ آمد دید کہ مردم آن نواحے بجانب شما می دوند و التجا بشما می آرند معلوم شد کہ شما را مدار آن زمین ساختہ اند مردم آن حدود را بشما مربوط ساختہ للہ الحمد والمنۃ علی ذلک

ایکدن تمہاری طرف توجہ کی دیکھا کہ اس طرف کے آدمی تمہاری طرف دوڑتے ہیں اور تمہارے سامنے التماس فیض کرتے ہیں معلوم ہوا کہ تم کو اس علاقہ کا قطب بنایا گیا ہے اور اس حدود کے لوگوں کو تم سے تعلق کیا گیا ہے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

حضرتؒ نے ایک مکتوب مولانا شیخ یوسف برکیؒ کو لکھا ہے اس میں بھی آپ کی تعریف فرمائی ہے آپ نے ۱۰۲۶ھ ہجری میں وفات پائی، حضرتؒ نے دعائے مغفرت سے آپ کی روح کو شاد کیا، دیکھا گیا کہ جب کبھی آپ کا تذکرہ مجلس مبارک میں ہوتا تھا حضرت ان کی تعریف

Marfat.com

فرماتے تھے اور لطف وعنایت کے ساتھ یاد فرمایا کرتے تھے نیز مولانا کے مریدین کو بھی تحریر فرماتے تھے کہ مولانا کے لئے مغفرت کی دعا کرو مولانا کا وجود فی زماننا مسلمانوں کے لئے آیات حق میں سے ایک آیت (نشانی) اور رحمتہائے خداوندی میں سے ایک رحمت تھا۔

مولانا محمد صالح کولابیؒ :- آپ حضرتؒ کے قدیم الایام مریدین میں سے تھے منکسر المزاج اور خاموش طبیعت تھے، اپنی روحانی سرگزشت اپنی ہی زبانی اس طرح بیان فرماتے ہیں ـــــ "میرے اندر جب طلب معرفت کا جذبہ پیدا ہوا میں اس زمانے کے اکثر مشائخ کی درجہ قریب قریب مقامات پر رہتے تھے، خدمت میں رہا لیکن کسی سے کوئی کیفیت حاصل نہیں ہوئی حسن اتفاق سے ایک جمعہ کو آگرہ کی جامع مسجد میں حضرت کو دیکھا دیکھتے ہی میرا دل حضرتؒ کی طرف کھینچنے لگا ؎

آن دل کہ رم نمودہ از خوب رو جوانان   دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

جامع مسجد سے حضرتؒ کی قیام گاہ پر پہنچ کر تعلیم ذکر کی درخواست کی وہ قبول ہوئی۔

اس کے بعد سالہا سال خدمت اقدس میں رہا لیکن پستی استعداد کے باعث کوئی کامیابی محسوس نہیں کرتا تھا اپنے پیر بھائیوں کو دیکھتا تھا کہ وہ منازل ترقی پر گامزن ہیں۔

اپنی اس بدنصیبی پر حیران وگریاں رہتا تھا یہانتک کہ رمضان کا مبارک مہینہ اپنی مقدس ساعتیں لیکر آگیا، جب حضرتؒ معتکف ہوئے تو اس اعتکاف میں طشت وآفتابہ کی خدمت میرے سپرد ہوئی۔ ایک رات حضرتؒ نے اپنے متبرک ہاتھ کو دھویا میں اس تمام دھون کو پی گیا، اس کا پانی پینا تھا اور حالات کا وارد ہونا۔

مولانا جب حضرتؒ کی توجہ سے درجۂ کمال کو پہنچ گئے تو اجازت تعلیم سے ممتاز ہوئے اور طالبان معرفت کی ایک جماعت کو آپ کا روحانی فیض پہنچا، حضرتؒ کو بارہا آپ کی تعریف فرماتے سنا گیا ہے ایک دن حضرتؒ نے آپ کے متعلق فرمایا

مولانا صالح از سیر صفات وتجلیات صفاتیہ   مولانا محمد صالح نے سیر صفات وتجلیات صفاتیہ

بہرہ تمام گرفتہ۔	سے پورا حصہ حاصل کر لیا ہے۔

آپ نے مخدوم زادوں کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا تھا جس میں حضرتؒ کے دن اور رات کے معمولات کو جمع کیا، اس میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے حضرتؒ سے معمولات کے جمع کرنے کی اجازت طلب کی تو ارشاد فرمایا کہ پیروی کے قابل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی عمل ہے۔ کتب حدیث کی طرف رجوع کرو اور وہاں سے معمولات مسنونہ اخذ کرو، عرض کیا گیا کہ حضرتؒ کا عمل بھی تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت کے مطابق ہے اس پر یہ ارشاد فرمایا

چناں کنند امانیک ملاحظہ نمایند	اچھا جمع کرو لیکن اس بات کا اچھی طرح
کہ ہر چہ موافق سنت باشد قولے و فعلے	لحاظ رکھنا کہ میرا جو قول و فعل موافق سنت
آنرا در عمل آرید و ہر چہ نہ چنانست	ہو اس پر عمل کرنا اور جو ایسا نہ ہو اس کو موقوف
موقوف دارید،	رکھنا۔

۱۰۳۳ھ میں مولانا کا وصال ہوا۔

مولانا محمد صدیق کشمیؒ :- آپ کشم (علاقہ بدخشاں) کے رہنے والے ہیں ایام جوانی میں ہندوستان تشریف لائے چونکہ شعر و شاعری میں دستگاہ رکھتے تھے اس لئے محب الفقراء والشعراء عبد الرحیم خان خاناں کی صحبت اختیار کی، اسی عرصے میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں منسلک ہو گئے۔ لیکن جوش جوانی کے ساتھ ساتھ شعرگوئی کے شغلے نے آپ کو حضرت خواجہؒ کی زندگی میں ترقی روحانی کا موقع نہیں دیا، حضرتؒ خواجہ کے وصال کے بعد آپ حضرتؒ کی خدمت میں آئے اور کامیاب ہوئے، خود حضرتؒ ایک مکتوب مبارک میں مولانا محمد صالح کولابی کو آپ کے ترقی یافتہ احوال کی اطلاع دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

مولانا محمد صدیق دریں ایام بعنایت اللہ	مولانا محمد صدیق ان دنوں اللہ سبحانہ کی عنایت

Marfat.com

بحانہ بولایت خاصہ مشرف گشتند ...... سے ولایت خاصہ سے مشرف ہو گئے اللہ جس کو
واللہ یختص برحمتہ من یشاء چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے خاص کر لیتا ہے۔

مولانا نے ۱۰۳۲ھ میں اپنے متعلقین کی ایک جماعت کے ساتھ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے واپسی پر دہلی آئے۔ اس سفر میں چونکہ وابستگان کثیر تعداد میں تھے اور زادراہ تھوڑا تھا اس لئے فقر و فاقہ کی بڑی بڑی مشقتیں جھیلیں ۔۔۔ آپ ہی نے مبدا معاد کو حضرت رح کی بیاض خاص سے نقل فرما کر جمع کیا ہے۔ مکتوبات شریف آپ کے نام بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ آپ کو حضرت رح سے بہت کچھ اخلاص و عشق تھا۔ جس زمانے میں آپ ... میں تھے، حضرت رح نے مولانا محمد ہاشم کشمی رح سے فرمایا کہ "اس وقت میں بعض قدیم مریدین کے احوال کی طرف متوجہ تھا۔ مولانا محمد صدیق تنظر کشفی میں کامل محبت و اخلاص کے ساتھ ہماری طرف متوجہ معلوم ہوئے" آپ رح کو حضرت رح کے علوم و معارف سے کافی مناسبت تھی ۔۔۔
آپ نے مثنوی مولانا رومی رح کے وزن پر ایک مثنوی لکھی ہے جس میں ماجین کے شیشہ گر کی حکایت نظم کی ہے، اور وہ حق الیقین کی بہترین تعبیر ہے۔ ایک دوسری مثنوی اوزان خسرو شیریں لکھی ہے۔

شیخ عبدالحی رح:- آپ حصار شادماں (علاقہ اصفہان) کے باشندے مسکین طبع درگوشی پسند بزرگ تھے، سالہا سال تک آستان مجددی پر دُرہائے فیوض سے دامن مراد کو بھرا اور شیخ مرشد کی برکت سے ترقیات سے ہم آغوش ہوئے بہت سے اسرار و معارف کو زبان فیض ترجمان سے سُنا تھا بلکہ ان احوال سے بھی کچھ وافر حصہ مبدء فیض سے پایا تھا جن کی ترجمانی حضرت رح نے مکتوبات کی صورت میں فرمائی ہے۔

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم نقشبندی کی فرمائش پر مکتوبات کا دفتر ثانی آپ ہی نے جمع فرمایا ہے۔ حضرت کے بہت سے مکتوبات آپ کے نام بھی ہیں ۔۔۔ حضرت رح نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر شہر پٹنہ روانہ فرمایا۔ شہر کے کنارے شیخ نور محمد ... کا

ذکر کیا جا چکا ہے) طالبان حق کے افاضہ میں مشغول تھے اور شہر کے درمیان میں شیخ عبدالحیٔ تشنگان طریقت کی پیاس بجھا رہے تھے، حضرتؒ ایک مخلص کو تحریر فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

وجود این دو عزیز (یعنی مولانائے مذکور و شیخ نور محمد) درآں یک شہر چون قران السعدین است۔	مولانا عبدالحیٔ اور شیخ نور محمد کے وجود ایک شہر (پٹنہ) میں قران السعدین کی مانند ہیں۔

حضرتؒ نے براہ راست شیخ نور محمد کو ایک مکتوب پٹنہ بھیجا اور اس میں شیخ عبدالحیٔ کے مقام وحال کی اطلاع ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

شیخ عبدالحیٔ ہم شہری شما است و بجوار شما آمدہ است نسخۂ علوم و معارف غریبہ است و چیزہائے ضروریہ این راہ نزد او مودع است ملاقات او یاران دور افتادہ را مغتنم است کہ نو آمدہ است و چیزہائے نو آوردہ است الخ	شیخ عبدالحیٔ تمہارے ہم شہری ہیں اور تمہارے پڑوس میں آئے ہیں یہ علوم و معارف کی "کتاب ناطق" ہیں اور راہ سلوک کی ضروری چیزیں ان کو سونپی گئی ہیں ان کی ملاقات دور افتادہ مخلصین کے لئے بسا غنیمت ہے کیونکہ یہ نئے نئے آئے ہیں اور تازہ تازہ معارف لائے ہیں۔ الخ

آپ[1] نے سنہ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔

مولٰنا یار محمد القدیم الطالقانیؒ[2]:۔ آپ حضرتؒ کے قدیم خادم ہیں قائم اللیل وصائم النہار، کثیر السکوت والمراقبہ تھے بزرگان نقشبند کی بعض خصوصیات آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتی تھیں، خوش سیرتی کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھے، صاحب زبدۃ المقامات تحریر فرماتے ہیں کہ ملا نا ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ میں اپنی خوبصورتی اور اس داڑھی سے بہت شکر گزار ہوں کہ جب کبھی بازار وغیرہ سے گزرتا ہوں تو مجھکو دیکھ کر لوگ رسول اللہ

---

[1] تذکرۃ العابدین ص۱۳۳ [2] آپ کے بعد آپ کے ایک اور ہم نام (یار محمد) جامع مکاتیب دفتر اول حضرتؒ کی خدمت میں آئے اس لئے ثانی الذکر کو جدید اور آپ کو قدیم کہتے ہیں۔۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے لگتے ہیں۔

آپ نے فقر و فاقہ کی حالت میں بیت الحرام و روضۂ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے حجاز کا سفر اختیار کیا اور اپنی روح کو جذب و کیف اور نشاط و انبساط کی دعوت دی۔

مولانا قاسم علیؒ:- آپ بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کے ان اصحاب میں سے ہیں جن کی تربیت حضرتؒ کے حوالہ ہوئی تھی، آپ خانقاہ مجددی میں رہ کر دریائے معرفت سے گوہر تصوف حاصل کرتے رہے، خود حضرتؒ نے حضرت خواجہؒ صاحب کو آپ کی روحانی ترقیات کی اطلاع ایک مکتوب کے ذریعہ کی ہے اور مزید ترقی کی امید ظاہر فرمائی ہے، اس سے زیادہ حالات دریافت نہ ہو سکے۔

شیخ حسن برکیؒ:- آپ مولانا احمد برکیؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ حضرتؒ کی بارگاہ میں پہنچ کر ذکر و مراقبہ سے مشرف ہوئے اور عنایات خاصہ سے بہرۂ وافر حاصل کر کے وطن مالوف واپس ہو گئے، وہاں مولانا احمدؒ کی صحبت میں رہنے لگے۔ حضرتؒ نے مولانا احمدؒ کے نام ایک مکتوب لکھا اور اس میں تحریر فرمایا۔

شیخ حسن از ارکان دولت شما است اگر بالفرض شما را میل سفرے شود نائب مناب شما او است الخ

شیخ حسن تمہارے رکن اور ممد و معاون ہیں اگر بالفرض تم کو کسی سفر پر جانا ہو تو یہ تمہارے صحیح قائم مقام ہیں۔

اتفاق ایسا ہوا کہ مکتوب پہونچنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مولانا احمدؒ نے سفر آخرت اختیار فرمایا جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تو آپ نے مولانا کے مریدوں کو یہ ہدایت تحریر فرمائی۔ مرحوم کے طور و طریقہ کا خیال رکھا جائے اور ذکر و حلقہ کی مشغولیت میں کوئی کمی نہ آنے پائے میں نے اس سے پہلے بر سبیل اتفاق لکھا تھا کہ اگر مولانا کوئی سفر اختیار کریں تو شیخ حسن ان کے قائم مقام ہیں، قضا را وہ سفر سفر آخرت ہو گیا —— اب مکرر توجہ دلاتا ہوں کہ شیخ حسن کی

Marfat.com

متابعت مولانا (احمد) کے کسی مرید پر گراں نہ ہو ۔ بہرحال، اطاعت لازمی ہے، ویسے بھی شیخ حسن کا طریقہ مولانا (احمد) کے طریقے سے بہت کچھ مناسبت رکھتا ہے، مولانا (احمد) نے آخر میں جو نسبت اس طرف سے حاصل کی تھی، شیخ حسن اس نسبت میں شریک ہیں مولانا کے دوسرے مریدین کو (ہرچند کہ وہ صاحب کشف و شہود ہوں) اس نسبت سے بہت کم حصہ ملا ہے"

——— آخرکار مولانا احمد کے مریدوں کی سرحلقگی شیخ حسن کے لئے تجویز ہو گئی اور آپ افادہ و افاضہ میں مشغول ہوئے آپ نے اپنے شیخ (حضرت مجددؒ) اور اپنے استاد (مولانا احمد) کا شیوہ اختیار کیا اور مراقبہ، مجاہدہ، اور رفع بدعت میں مضبوطی سے کام لیا، اور کامیاب و فلاح یاب ہوئے حضرتؒ کے پاس آپ کے جو خطوط آئے تھے ان سے آپ کے حالات کا پتہ چلتا ہے ——— ایک عریضہ میں بعض اصطلاحات صوفیہ پر کچھ اعتراضات ولسو کئے تھے اور آخر میں لکھا تھا کہ وہ معارف جو اس "بے بضاعت" کو تسکین دیتے ہیں، معارف شرعیہ ہیں، اور شریعت کا ہر حکم ایک ایسے دروازہ کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے ہو کر، "شہر مقصود تک" پہنچ سکتے ہیں ——— حضرت کو اس مکتوب کے اس حصہ پر جس میں اصطلاحات صوفیہ پر اعتراضات تھے سخت ناگواری ہوئی اور اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "خبردار بے سمجھی سے ایسی باتیں آئندہ نہ کرنا اور غیرت خداوندی سے ڈرتے رہنا شاید تم کو نقلی و جعلی صوفیا نے "برانگیختہ" کر دیا ہوگا ——— مگر بزرگوں کا خیال بھی تو رکھنا چاہئے ——— مدعیان طریقت کی بدعات پر نکتہ چینی کرو تو اس کی گنجائش ہے اور وہ بالکل ٹھیک ہے، لیکن جو چیزیں صوفیاء میں متقرر اور ضروری ہیں ان پر کلام کرنا سخت نامناسب بات ہے"

آخر میں معارف شرعیہ کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس کو مطالعہ فرما کر حضرت خوش ہوئے اور اس کے متعلق اسی مکتوب میں یہ تحریر فرمایا۔

دین را بر فنا بسیار اصل است و بسیار عالی	یہ چیز اصل اور عالی ہے اس معرفت کے حسن مطالعہ
ما بسیار از حسن مطالعہ این معرفت محظوظ	کی امید نے بہت مسرور کیا اور مکتوب کے ابتدائی

Marfat.com

ساحت و تا طائفت اول مکتوب را زائل — حصہ کی نامناسب تحریر کے اثر کو زائل کردیا

گرداند حق سبحانہ ازیں راہ بمقصود رسانند — حق تعالے اسی راستے سے مقصود تک پہونچائے

مولانا شیخ عبدالہادیؒ فاروقی بدایونی: - آپ بدایوں کے فاروقی النسب بزرگ تھے بعض کتب میں آپ کا اسم مبارک شیخ عبدالہادی ننگن[1] لکھا ہوا ملا۔

آپ بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کے ان مریدین میں سے ہیں جن کی تربیت باطنی حضرتؒ سے متعلق ہوئی تھی، آپ نے بھی حضرت کی خدمت کر کے نظر عنایت عالیہ سے بہرۂ وافر حاصل کیا — انکسار و افتقار آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حضرتؒ نے جو مکاتیب اپنے پیر بزرگوار کو تحریر فرمائے ہیں ان میں منجملہ دیگر مسترشدین کی ترقیات کے آپ کی ترقی کا ذکر بھی فرمایا ہے — مدت تک خدمت بابرکت سے مستفیض ہونے اور ترقیات و کمالات کی دولت سے مالامال ہونے کے بعد آپ تعلیم طریقت کی اجازت سے ممتاز و مشرف ہوئے، آپ کا مزار شریف "مدینۃ الاولیاء" بدایوں میں ہے، "تذکرۃ الواصلین کے مصنف نے بدایوں کے شہداء و اولیاء کے بہت کچھ حالات بہم پہونچائے ہیں لیکن ان کے حالات کو اجمالی طریقہ سے لکھا ہے، حتیٰ کہ تاریخ وفاتؒ بھی نہیں لکھی انھوں نے آپ کے مختصر تذکرہ کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔

مزار شریف آپ کا راقم کو معلوم نہیں کہ بدایوں میں کس مقام پر مدفون ہیں لیکن میاں الہام اللہ محشر بدایونی روضۂ صفا میں لکھتے ہیں کہ قبر شریف بدایوں میں بجانب شرق ہے۔ (تذکرۃ الواصلین ص۱۶۸)

---

[1] بدایوں کے شیوخ فاروقی دو فرقوں میں منقسم تھے ایک ننگن کے نام سے اور دوسرا چوپتی کے نام سے موسوم تھا شیخ عبدالہادیؒ فرقۂ اول سے تعلق رکھتے تھے، تذکرۃ الواصلین ص۱۶۸ مولفہ مولوی شیخ رضی الدین صاحب بسمل صدیقی فرشوری بدایونی۔ ص۱۶ ؟ کوآثار اولیائے شہر بدایوں ص۱۴ مولفہ سید منظور علی منظور بدایونی کے مطالعہ سے) معلوم ہوا کہ تاریخ وصال ۹ شعبان المعظم ۱۰۵۱ھ ہے اور مزار مبارک خرم شاہ کے تکیہ میں ہے۔

Marfat.com

شیخ یوسف برکیؒ :- اولاً آپ کو ایک درویش کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور مشرب "توحید خیالی" اختیار کیا ایک رات عالم رویا میں آستان مجددی کی طرف دلالت ہوئی، چنانچہ ایک شخص کے ہاتھ اپنے تمام حالات لکھکر حضرتؒ کی خدمت میں روانہ کئے حضرتؒ نے ایک مکتوب میں جواباً تحریر فرمایا کہ اس قسم کے احوال شروع شروع میں مبتدیوں پر طاری ہو جایا کرتے ہیں ان کا کچھ اعتبار نہ کرو بلکہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرو اس مکتوب میں وصل کی حقیقت اور دیگر حقائق بھی بیان فرمائے اور ہمت بلند کی ترغیب دی۔ اس کے بعد خوبی تقدیر سے دربار فیض آثار میں حاضری کا موقع ملا اور بیعت ہوئے کچھ عرصہ سرہند رہنے کے بعد اجازت تعلیم پاکر جالندھر میں سکونت اختیار فرمائی، تھوڑے تھوڑے عرصے کے وقفے سے سرہند تشریف لاتے رہتے تھے۔ اور جدائی کے زمانے میں زبان قلم سے عرض احوال کرتے رہتے اور جوابات سے سرفراز ہوتے رہتے تھے ایک دفعہ حضرتؒ کی خدمت میں حسب دستور پہونچے وداع کے وقت دیکھا گیا کہ زار و قطار رو رہے ہیں اور زبان حال سے بتغیر قلیل عرفی کا یہ شعر پڑھ رہے ہیں ؎

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ "گریاں" رفتم   از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم

حضرتؒ نے ایک مکتوب میں آپ کو "مستعد" اور "صادق الاعتقاد" تحریر فرمایا ہے۔

سید محب اللہ مانکپوریؒ :- آپ علوم دینیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے آغاز سلوک میں قدوۃ المشائخ شیخ محمد بن فضل برہانپوری قدس سرہ کی خدمت کی اور ایک مدت وہاں رہ کر اجازت وخلافت حاصل کی اس کے بعد برہانپور میں ہی میر محمد نعمانؒ کی خدمت میں پہونچے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ کا طریقۂ ذکر سیکھا، چونکہ میر صاحب کی مجلس میں ہمیشہ حضرتؒ کی تعریف وتوصیف ہوتی تھی اور مکتوبات شریفہ کا مذاکرہ ہوتا تھا اس لئے آپ کو حضرتؒ کی خدمت وعبودیت کا شوق غالب ہوا چنانچہ بارگاہ مجددی پر پہونچے اور وہاں مدتوں خوشہ چینئ فیوض کرتے رہے بالآخر حضرتؒ نے خلافت سے معزز فرماکر مانکپور روانہ

Marfat.com

فرمایا حضرت نے ان کے متعلق ایک مکتوب میں جو میر صاحب مذکور کے نام ہے یہ کلمات طیبات تحریر فرمائے ہیں۔

سید محب اللہ بہ نسیان ماسوی و بعض مقامات فنا رسیدہ او را اجازت گونہ دادہ بہ مانک پور فرستادیم

سید محب اللہ نسیان ماسوی اور بعض درجات فنا پر پہنچ گئے ہیں اور ہم نے ان کو اجازت دیکر مانک پور روانہ کر دیا ہے۔

مانکپور کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ نے اپنے اہل وطن کی شکایت لکھی کہ وہ اذیت پہونچاتے ہیں حضرتؒ نے ایک بار جواب میں صبر و تحمل کی تلقین فرمائی اور یہ شعر بھی تحریر فرمایا۔

ہر کہ عاشق شد اگر چہ نازنین عالم است — نازکی کے راست آید بارمی باید کشید

لیکن جب آپ نے مانکپور سے منتقل ہونے کے لئے منت و سماجت کے ساتھ اجازت چاہی تو حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ آج کی رات ہم نے عالم کشف میں دیکھا کہ تمہارا سامان مانکپور سے الہ آباد منتقل کیا گیا ہے اب تم الہ آباد میں کوئی یکسوئی کی جگہ اختیار کر لو اور اپنے اوقات ذکر الٰہی جل سلطانہ میں بسر کرو یہ کچھ طریقہ ذکر کے متعلق تحریر فرما کر آخر میں یہ نصیحت فرمائی۔

تا توانید راہ تقلید را از دست ندہید کہ تقلید شیخ طریقت ثمرات دارد و در خلاف طریق او خطرہا است

جہاں تک ہوسکے تقلید کو ترک نہ کرنا کیونکہ شیخ طریقت کی تقلید ثمرات رکھتی ہے اور اس کے خلاف کرنے میں بہت سے خطرے درپیش ہوتے ہیں۔

حاجی خضر افغانؒ یہ آپ حضرتؒ کے مخصوص مرید و خلیفہ مجاز تھے کثیر التعداد مخلوق نے آپ سے فیض سرمدی حاصل کیا آپ اکثر راتیں گریہ و زاری میں کاٹتے تھے اور میر تقی میر کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے — میں راتوں اٹھ اٹھ روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

آپ کے اوقات اذکار و نوافل اور اشغال سے معمور تھے سرہند کے قریب ایک موضع میں سکونت اختیار کر لی تھی اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد سرہند آتے جاتے رہتے

Marfat.com

تھے۔ آپ کے مرتبے کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضرتؒ نے ایک دفعہ اپنے بعض مریدین سے فرمایا کہ "میں نے ایک دن ابلیس لعین کو دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ میرے مریدین میں سے وہ کون شخص ہے جس پر تیری دسترس کمتر ہے ابلیس نے کہا حاجی خضر

آپ نے حضرتؒ سے ایک سال بعد غالباً ۱۰۳۵ھ میں دنیا کو خیرباد کہا۔

شیخ احمد دیوبندیؒ[1]:۔ آپ دیوبند ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ شروع شروع میں حضرتؒ کے حلقہ درس میں بھی ایک مدت تک رہ کر شرف تلمذ حاصل کر چکے تھے، اس کے بعد برہانپور چلے گئے، اور وہاں پر شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہٗ العزیز سے بیعت ہوئے اور مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر خلافت حاصل کی اور آگرہ آئے حضرتؒ اس وقت آگرہ میں مقیم تھے اس زریں موقع کو غنیمت جان کر صحبت اقدس سے سعادت اندوز ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ اختیار کیا اور حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں رہے۔ جب حضرتؒ نے میر محمد نعمانؒ کو خلافت دے کر برہانپور رخصت کیا تو آپ کی روحانی تربیت بھی میر صاحبؒ کے سپرد فرمائی۔ میر صاحب کی صحبت میں حضور و نسبت خواجگان نقشبندیہ کی دولت سے سرفراز ہوئے اور ایک خاص لذت محسوس کی، چنانچہ اسی طریقہ کے ذکر کا التزام کر لیا۔

ایک دفعہ مرشد سابق سے ملاقات ہوئی انھوں نے آپ سے دریافت فرمایا ہم نے تم کو جو ذکر تعلیم کیا ہے اس میں اشتغال رکھتے ہو یا نہیں؟ آپ نے جواباً عرض کیا کہ میں نے میر محمد نعمانؒ سے طریقہ خواجگان نقشبندیہ کا ذکر حاصل کر لیا ہے اس میں لذت پاتا ہوں اور اسی میں

---

[1] زبدۃ المقامات میں آپ کے تذکرہ کا عنوان "شیخ احمد بنی" ہے اس کے بعد یہ عبارت ہے، دبن موضعے است از مضافات سہارنپور میان دوآب الخ۔ زبدۃ المقامات کا جو نسخہ میرے پیش نظر ہے وہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مجددی نقشبندی دیوبندی کے زیر مطالعہ رہ چکا ہے اس میں منجملہ دیگر مفید حواشی کے لفظ دبن پر یہ حاشیہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے قلم سے تحریر ہے "اکنون نام آں قصبہ دیوبند مشہور است کہ به برکات و توجہات حضرت ایشاں دارالعلوم گشتہ است و فخر ہندوستان در ایں عہد (یعنی سنہ ۱۳ و چہار دہم شد آن) در اصل مرجع دست شد و اللہ تعالیٰ اعلم

مشغول ہوں شیخ سابق چونکہ سخت مزاج اور حقانیت پسند تھے اس لئے تھوڑے سے تامل کے بعد فرمایا کچھ مضائقہ نہیں مقصد تو فائدہ کا حاصل کرنا ہے، حضوری کی دولت جس جگہ سے بھی ہم پہنچے اس کو لازم پکڑو۔ پیر صاحبؒ کے یہاں کچھ عرصے رہنے کے بعد حضرتؒ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے الطاف بے پایاں سے نوازے گئے اور اجازت کی خلعت عنایت ہوئی — آپ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جب بعد حصول اجازت دو طالبوں کو ذکر طریقت کی تعلیم دی وہ دونوں متاثر ہوئے اور ان سے احوال کا ظہور ہوا یہ کرشمہ دیکھ کر آپ خود محو حیرت ہو گئے اور حضرتؒ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا اور اس میں لکھا کہ باوجودیکہ میں اپنے اندر کوئی حال محسوس نہیں کرتا لیکن یہ کیا بات کہ میں نے دو طالبوں کو تعلیم ذکر کی اور ان سے احوال ظاہر ہوئے، یہی کے ساتھ ذہول اور دوام آگاہی کے متعلق بھی دریافت کیا، حضرتؒ نے دونوں باتوں کا جواب عنایت فرمایا پہلے جز کے متعلق جواب دیتے ہوئے ان دونوں طالبوں کے احوال کو مولانا کے احوال کا عکس قرار دیا ہے جو کہ ان دونوں کے آئینہ استعداد میں ظاہر ہو گیا۔ رہا اپنے احوال کا علم اس کے متعلق تحریر فرمایا کہ "مقصود حصول احوال ہے نہ کہ علم احوال، علم احوال ایک اور دولت ہے کسی جماعت کو علم احوال منجانب اللہ دیا جاتا ہے اور کسی کو نہیں بھی دیا جاتا۔

دوسرے جز کے متعلق یہ ارقام فرمایا کہ "آگاہی سے مراد حضور باطنی ہے جو کہ علم حضوری سے مشابہ ہے، تم نے کبھی نہ سنا ہوگا کہ کوئی شخص کسی وقت اپنے نفس سے غافل ہو گیا ہو اور اسے اپنی نسبت ذہول رونما ہوا ہو، غفلت و ذہول تو علم حصولی میں ممکن ہے"

آپ مدت تک آگرہ میں طالبین معرفت کے افادہ میں مشغول رہے آپ کے ان دونوں مریدوں کے چہرہ سے اکابر سلسلہ کی خصوصیات ہویدا اور جذبہ و بیخودی کی شان آشکارا تھی ایک رئیس اعظم چونکہ آپ سے اخلاص مندی کا تعلق رکھتے تھے آپ کو بنگالہ لے گئے آپ نے اس علاقہ میں

---

[1] آپ کی سن وفات اور مزید حالات نہ معلوم ہو سکے میں نے اپنے محترم جناب مولوی سید محبوب رضوی صاحب رضوی دیوبندی کو اس طرف توجہ دلائی ہے وہ مشاہیر دیوبند کے سلسلہ میں جو تحقیق فرما رہے ہیں ان کے تذکرے کو بھی شاید مفصل لکھیں۔

قبولیت عظیمہ حاصل کی اور طالبین معرفت کو خمخانۂ توحید کے کیف آور و روح پرور جام پلائے، اور سرمستان مے الست نے جھوم جھوم کر عرض کیا ؎

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ — جب تلک ساغر چلے ساغر چلے (میر درد)

شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالیؒ:- آپ بابا حسن ابدالی (جو کہ کابل کے علاقہ میں ایک مقام ہے) کے رہنے والے اور حضرتؒ کے قدیم مرید تھے، شروع شروع طلب حق میں سیاحی کی اور اسی سلسلے میں سرہند آئے حضرتؒ کے پاس پہونچتے ہی آپ کا حال دگرگوں ہو گیا عنایت خاصہ سے مشرف اور تعلیم ذکر و مراقبہ سے سرفراز کئے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کمال کو پہنچکر اجازت تعلیم طریقت سے نوازے گئے اور اپنے وطن چلے گئے اس علاقہ کے لوگ کثرت سے آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر داخل سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ہوئے۔۔۔ حضرتؒ کے یہاں آپ کو بہت رسوخ حاصل تھا جس زمانے میں حضرتؒ تنہائی اختیار فرماتے تھے کسی کی مجال نہیں تھی کہ خلوت گاہ میں پہنچے لیکن یہ آپ ہی کی خصوصیت تھی کہ حضرتؒ نے فرما دیا تھا کہ شیخ اپنے مریدوں سمیت خلوت گاہ میں آئیں اور انھیں کوئی نہ روکے، جس زمانے میں حضرت لاہور تھے آپ اپنے مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور الطاف مرشد سے سرفراز ہو کر وطن واپس گئے، شیخ اسحٰق نامی ایک فاضل تھے جو کہ سندھ کے مقتداؤں میں سے تھے آپ سے بیعت کی اور اکیس روز متواتر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سامی سے مشرف ہو کر رحمۃ للعالمین کے الطاف گوناگوں سے شادکام ہوئے۔

مولانا عبدالواحد لاہوریؒ:- آپ کو بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہی نے تربیت باطنی کی غرض سے حضرتؒ کے سپرد فرمایا تھا، آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادۃ تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات (مولانا محمد ہاشم کشمیؒ) فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ مجھ سے دریافت فرمانے لگے کیا جنت میں نماز ہوگی؟ میں نے کہا نہیں، جنت میں نماز کہاں ہوگی جنت تو جزائے اعمال کا محل ہے نہ کہ عمل کا، آپ نے یہ جواب سنکر ایک آہ سرد بھری اور رو دئے،

Marfat.com

لگے اور حسرت آمیز لہجے میں فرمایا آہ! بے نماز کے جنت میں کیونکر بسر ہوگی ؟

صاحب زبدۃ المقامات نے آپ کے تذکرہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک دن آپ حضرتؒ کو ایک عریضہ تحریر کر رہے تھے، اتفاق سے اس پر میری نظر پڑی تو اس میں یہ لکھا ہوا پایا۔ —— کبھی کبھی نماز کے اندر حالت سجدہ میں ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ سجدے سے سر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا"

مولانا امان اللہ لاہوریؒ :- آپ بھی حضرتؒ کے مریدان اجازت یافتہ میں سے ہیں ۱۰۳۱ھ میں حج بیت اللہ کا شوق غالب ہوا، پیادہ پا بغیر توشہ و زاد راہ سفر حجاز کو چل کھڑے ہوئے، راستے میں حضرتؒ کے اور خود آپ کے متوسلین و احباب نے چاہا کہ ان سے زاد و راحلہ قبول کرلیں لیکن انھوں نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور اسی بے سر و سامانی کے ساتھ حجاز کو گئے۔

ان مذکورہ خلفاء کے علاوہ دیگر حضرات جو خلافت و اجازت یافتہ اور ارباب ذوق و اصحاب فضل تھے، ان کے اسماء مبارکہ حسب ذیل ہیں :-

مولانا امان اللہ فقیہہ، شیخ محمد جزری، شیخ داود رساکی، شیخ سلیم بنوری، شیخ نور محمد بہاری، شیخ حامد بہاری، صوفی قربان (قدیم) مولانا صادق کابلی، مولانا محمد ہاشم خادم، شیخ زین العابدین تبریزی ثم المکی، مولانا یوسف سمرقندی، صوفی قربان (جدید)، سید باقر سارنگپوری، شیخ عبدالعزیز بنجوری مغربی المکی، شیخ احمد استنبولی حنفی، مولانا فرخ حسینیؒ مولانا صفیر احمد، مولانا بدر الدین سرہندی، مولانا حمید احمدی، حاجی حسین، شیخ عبدالرحیم برکی، مولانا عبدالمومن لاہوری، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۶۷ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرتؒ کے مخلصین میں بعض وہ بھی تھے جو بظاہر اہل سپاہ لیکن بباطن اصحاب

لہ آپ نے بھی اپنے پیر و مرشدؒ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام حضرات القدس ہے ۱۲

خانقاہ تھے اور ع

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

کے مصداق صحیح ——— جیسے خواجہ محمد اشرف کابلی، مولانا حاجی خرکتی، مولنا عبدالغفور سمرقندی، حافظ محمود گجراتی، سلیم خاں لشکری، مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے ان حضرات کے بھی کمال ذوق وشوق کا حال معلوم ہوتا ہے۔ بعض تجار بھی حضرت سے مستفیض ہوئے اور وہ آیۃ" رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیعٌ عن ذکر اللہ[1] کے آئینہ دار تھے ——— یہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ان چند خلفاء کا اجمالی تذکرہ ہے جن کے ناموں سے اہل سیر واقف ہیں، ان کے علاوہ بھی خدا معلوم کس قدر خلفاء ہوں گے جن کے حالات تو کیا اسماء بھی معلوم نہیں۔ جس مجسمہ روحانیت و پیکر ہدایت اور "رگ فاروقیت" رکھنے والے بزرگ نے، ہندوستان، افغانستان بلخ و بخارا غرضیکہ عالم اسلامی کے بلا مبالغہ لاکھوں نفوس کو اپنی بے پناہ جد وجہد سے کلمۂ حق اور ذکر خدا کا سبق پڑھایا تھا اس کے خلفاء کی فہرست اتنی مختصر نہیں ہو سکتی کہ ان کے اسماء وحالات چند اوراق میں سما سکیں لامحالہ ان مذکورہ حضرات کے علاوہ دیگر ارباب جذب وکیف بھی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے ہونگے۔

میرے اس قول کی تائید زبدۃ المقامات کے اس جملہ سے بھی ہوتی ہے۔

وجمعے دیگر از اصحاب مقبل صاحبدل آنحضرت بفقر وانزوا وخمولی چناں بودہ اند کہ اکثر خادمان آستان ہم از کار وبار ایشاں آگاہ نیستند۔

ان خلفاء کے علاوہ بھی حضرت کے بہت سے صاحبدل خلفاء ایسے ہیں جو زاویۂ فقر واہ رگوشہ گمنامی میں بسر کرتے ہیں اور ان سے اکثر خادمان آستان عالی بھی واقف وآگاہ نہیں ہیں۔

میں نے سعادت اندوزی کا شرف حاصل کرنے کے لئے بندگانِ دین کی اس محبت

---

[1] یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتی ۔۱۲

کے ساتھ جو بحمد اللہ میرے دل میں موجزن ہے اس مختصر (لیکن ایک حد تک کافی) تذکرہ کو مرتب کیا ہے مجھ سے اس میں بہت سی علمی و تحقیقی فروگذاشتیں ہوئی ہوں گی مگر ان سب کو ناظرین کے دامن عفو کے حوالے کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان بزرگوں نیز دیگر سلاسل کے اکابر کی محبت و متابعت نصیب کرے اور انہیں کے زمرے میں محشور فرمائے (آمین)

احب الصّٰلحین ولست منہم   لعل اللہ یرزقنی صلاحًا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم ۵

Marfat.com

علامہ اقبالؒ

بر مزار حضرت

مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

(بالِ جبریل)
۱۲۱۳

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

جنت میں جانے سے انکار کیوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی (بخاری)

ترجمہ: جس شخص نے میری فرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے (جنت جانے سے) انکار کیا۔

مسنون تراویح (قیام رمضان)

س۔ السلام علیکم۔ جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

س۔ جناب ذرا تراویح کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ کتنی رکعت پڑھنا صحیح سنت ہے اور کیسے پڑھنا چاہیئے؟

ج۔ پیارے بھائی! قیام رمضان کو ہماری اردو زبان میں نماز تراویح کہتے ہیں۔ یہ نفلی نماز ہے۔ مگر اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (مسلم)

ترجمہ:۔ جو شخص قیام رمضان (تراویح) کرلے صدق دل (اخلاص) سے اور ثواب کے لئے اس کے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

گیارہ (۱۱) رکعت قیام رمضان (تراویح۔ وتر) صحیح سنت ہے۔ پڑھنے کا صرف ایک صحیح (محمدیؐ) طریقہ ہے۔ کہ گھر میں دو، دو رکعت پڑھی جائیں۔

س۔ کیا گیارہ (۱۱) رکعت قیام رمضان (تراویح) کے لئے کوئی صحیح حدیث ہے؟

ج۔ جی ہاں۔ بخاری شریف پارہ نمبر ۵ "کتاب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان" وغیرہ

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ انہ اخبرہ انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان؟ فقالت: ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ۔

ترجمہ:۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں رات کو کتنی رکعتیں پڑھتے۔ انہوں نے کہا۔ آپؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

س۔ صحیح حدیث سے تو ثابت ہو گیا کہ قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعت پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیا بیس

Marfat.com

رکعت تراویح جو حنفیوں [illegible] ہے۔ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

ج۔ بیس (۲۰) رکعت تراویح کی کوئی صحیح حدیث نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آپؐ (۲۰) رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ بلکہ حنفیوں کا اپنا اعتراف معتبر حنفی (فقہ) کتب میں موجود ہے۔ مثلاً:۔ (۱) احسن المسائل اردو ترجمہ کنز الدقائق۔ مطبوعہ پاکستان چوک کراچی۔ صفحہ نمبر ۴۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس (۲۰) رکعت نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ (۸) پڑھی ہیں۔ (۲) نور الہدایۃ۔ اردو ترجمہ شرح وقایہ۔ مطبوعہ پاکستان چوک کراچی جلد ۱ صفحہ ۱۲۲ مواظبت (ہمیشگی) کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ (۱۱) رکعت پڑھیں۔ جس میں سے تین (۳) رکعتیں وتر کی ہوئیں۔

س۔ حنفیوں کا کہنا ہے کہ ایک روایت موطا امام مالکؒ میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں رمضان میں لوگ ۲۳ رکعتیں پڑھتے تھے۔ کیا یہ [illegible] ہے؟

ج۔ پیارے بھائی کسی دور میں یا حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں کا عمل کرنا دین نہیں نہ دلیل ہے۔ کیونکہ دین اسلام وحی الٰہی کا نام ہے۔ جو عمل رسول اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہو چکا وہی گیارہ (۱۱) رکعت والا صحیح ہے۔ آپؐ کے قول اور فعل کے بعد کسی نبی، صحابی، تابعی وغیرہ وغیرہ کا قول و فعل دلیل اور حجت نہیں ہے۔ ہاں حضرت عمرؓ سے حکماً گیارہ (۱۱) رکعت قیام رمضان کی صحیح حدیث موطا امام مالک میں موجود ہے۔ بتایئے جو حضرت عمرؓ کا حکم ہے وہ صحیح ہے یا جو لوگ اس کے خلاف ان کے عہد میں کریں وہ صحیح ہے؟ فیصلہ آپ خود کریں۔

(نوٹ:۔ حضرت عمرؓ کے دور میں لوگ (مشرک) شرک کرتے تھے۔ عیسائی انجیل کے مطابق عمل کرتے تھے۔ یہودی تورات کے مطابق عمل کرتے تھے۔ کیا آج مسلمانوں کے لئے حضرت عمرؓ کے دور کے ان لوگوں کے عمل صحیح ہیں؟ اور کیا مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہیں؟ (جواب یقیناً نہیں میں ہوگا۔)

س۔ قیام رمضان (تراویح) مسجد میں با جماعت پڑھنا افضل ہے یا گھر میں؟

ج۔ قیام رمضان (نماز تراویح) گھر میں ہی پڑھنا چاہئیے۔ بخاری شریف پارہ نمبر ۳۔ کتاب الاذان۔ باب صلاۃ اللیل۔

عن زید بن ثابت اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتَّخَذَ حجرۃ .... اِلَّا المکتوبۃ۔

ترجمہ:۔ زید بن ثابتؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں ایک حجرہ بنایا۔ جو بوریئے کا تھا اس کے اندر کئی راتوں تک آپؐ نماز پڑھتے رہے آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب نے بھی نماز پڑھی۔ جب آپ کو ان کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے بیٹھ رہنا شروع کیا پھر برآمد ہوئے اور فرمایا تم نے جو کیا وہ مجھ کو معلوم ہے۔ لیکن لوگو تم اپنے گھروں میں نماز کو پڑھتے رہو۔ کیونکہ بہتر نماز آدمی کی وہی ہے جو اس کے گھر میں ہو مگر فرض نماز۔ اس کے علاوہ یہ روایت مسلم شریف

Marfat.com

مترجم جلد ۲ صفحہ ۲۷۰۔ اور ابوداؤد مترجم جلد نمبر ا صفحہ ۵۴۱۔ مشکوٰۃ مترجم جلد نمبر ا صفحہ ۲۹۳۔

س۔ ابوداؤد شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے تین دن مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی تو باجماعت تراویح مسجد میں آپ سے ثابت ہوگیا لہذا مسجد میں باجماعت پڑھنی چاہیئے۔ کیا یہ دلیل صحیح نہیں؟

ج۔ ابوداؤد کی حدیث کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جتنے دن باجماعت نماز تراویح جو آپ نے مسجد میں پڑھی وہ اس لئے کہ آپؐ آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور معتکف کو مسجد میں ہی نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ پھر آخر میں آپ نے گھروں میں پڑھنے کا حکم فرمایا۔ لہذا اس آخری حکم فرمانے سے سابقہ عمل منسوخ ہوگئے۔ پھر غور کریں کہ اس کے بعد آپ نے کبھی مسجد میں دوبارہ یہ نماز باجماعت نہیں پڑھی اگر آپ یہ نماز تراویح مسجد میں باجماعت پڑھتے تو صحابہؓ کو [illegible] رمضان (تراویح) کی تعداد رکعت معلوم کرنے کے لئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ جانا پڑتا۔

س۔ حدیث میں ملتا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں بعد میں مسجد میں باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کروایا تھا۔ لہذا یہ مسجد میں باجماعت نماز تراویح پڑھنے کی دلیل ہے؟ اکثر علماء اس کو جواز میں پیش کرتے ہیں؟

ج۔ پیارے بھائی! (۱) سیدنا عمرؓ نے یہ کام شروع کروایا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بند کر دیا تھا۔ اسی لئے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں نہیں ہوا۔ اور ابتدائے دورِ خلافت سیدنا عمرؓ یہ نہیں تھا۔ بعد میں ہوا۔ (۲) دینِ اسلام اور اعمالِ اسلام صرف وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فعل (وحی) سے ثابت ہیں لہذا آپؐ کے قول و فعل کے ہوتے ہوئے سیدنا عمرؓ کا قول و فعل قابلِ عمل نہیں۔ کیونکہ نبیؐ کے قول اور فعل کو کسی نبی، صحابی، محدث، امام کا قول اور فعل منسوخ نہیں کرسکتا۔ یہی صحابہؓ کا طریقہ تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ کا قول اور فعل ملنے کے بعد اپنا قول اور فعل ترک کر دیتے تھے۔ مثلاً حج، تمتع (موطا امام مالک جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۳۹۵۔ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر موجود ہوتے تم میں موسیٰؑ تو تم ان کی اطاعت کرتے مجھ کو چھوڑ دیتے تم سیدھے راستے سے گمراہ ہوجاتے۔ (مشکوٰۃ) لہذا سنت رسول کے مطابق نماز تراویح گھر میں ہی پڑھنا چاہیئے۔ رہی بات علماء کی تو ان کا اعلان مندرجہ ذیل آپ اکثر ان کی زبان سے منبر رسولؐ پر سنتے رہتے ہیں:۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰؐ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر حکم محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور سے مسئلہ پوچھنے والے کے ایمان کی نفی ہے۔

س۔ اگر قیام رمضان (تراویح) مسجد میں باجماعت ادا کرنی صحیح سنت رسولؐ سے ثابت نہیں تو قرآن حفظ کرنے کا کیا فائدہ کیونکہ حافظ

Marfat.com

صاحب کو قرآن سنانے کا [illegible] رہا ؟

ج۔ پیارے بھائی! قرآن مجید حفظ کرنا بہت نیکی کا کام ہے جو اللہ کی رضامندی کے لئے کرنا چاہیئے۔ جو مولوی رمضان میں تراویح پڑھانے کے لئے حفظ کرتے ہیں ان میں اکثریت کا مقصد دنیا کا مال (روپیہ) کمانا ہوتا ہے۔ مثلاً ہر سال ہمارے پاس حفاظ آتے ہیں اور کہتے ہیں کیا قرآن سنانے یا سننے کی جگہ ہے؟ جب ان سے کہا جائے کہ فی سبیل اللہ تو ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں اور اکثر حفاظ کو دیکھا ہے کہ شوال سے لیکر رجب تک مسجد میں کبھی کبھی فرض نماز کے لئے آتے ہیں اور ڈاڑھی بھی بالکل ایک سوت یا بالکل غائب (کلین شیو) شعبان میں ڈاڑھی منڈوانا بند کر دیتے ہیں۔ اور مسجد میں آنا شروع کر دیتے ہیں، تاکہ سیزن لگایا جا سکے۔ اور ناجائز غیر اسلامی طریقے سے مال کمایا جائے۔ مروجہ طریقے میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں:۔

(۱) حا[illegible] سب [illegible] اُجرت پر ہوتے ہیں یعنی اخلاص نہیں کہ اللہ راضی ہو جائے۔ (۲) قرآن ترتیل کے ساتھ نہیں پڑھا جاتا۔ (۳) مقتدی قرآن سننے سے بیزار ہوتے ہیں۔ اکثر جماعت ہو رہی ہوتی ہے اور مقتدی پیچھے بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور جب امام رکوع کے قریب جاتا ہے تو جلدی سے جماعت میں مل جاتے ہیں۔ (۴) سنت کے خلاف ہے (۵) ختم قرآن کی بدعت ہوتی ہے۔ (۶) تراویح کے امام سال بھر بیہودہ گانے سننے اور ٹی وی پر بے حیائی کے ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہیں جو یقیناً فرمانِ نبیؐ کے مطابق امام نہیں بن سکتے۔

(نوٹ، حنفیوں کے لئے عبادت پر مزدوری لینا جائز نہیں۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب مالابد منہ اردو صفحہ ۹۷ مطبوعہ کراچی)

س۔ کیا ٹی وی پر ڈرامے اور فلمیں دیکھنے والوں کو امام نہیں بنانا چاہیئے؟ پھر تو شاید ہی کوئی مسجد کا امام ایسا ہو جو اس بے حیائی اور برائی کے کام سے بچا ہو؟

ج۔ بھیا! [illegible] نے سننا اور ٹی وی پر ڈرامے اور فلمیں دیکھنا برائی اور بے حیائی کے کام ہیں۔ امام اگر برائی اور بے حیائی کے کام کرتا ہے تو اسے امام نہیں بنانا۔ کیونکہ ایسے امام کی نماز نہیں ہوتی جب امام کی نماز نہ ہوئی تو مقتدی کی بھی نہیں ہوگی۔ (پڑھو سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۵) ترجمہ: "تحقیق نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور برائی سے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا کہ ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے اور بے حیائی بھی کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "اس کو جان لینا چاہیئے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔"

س۔ جزاکم اللہ آپ نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر مجھے حقیقت سمجھا دی۔ میں ان شاء اللہ گیارہ (۱۱) رکعت مسنون قیام رمضان (تراویح) گھر میں ادا کروں گا۔

ج۔ اکم اللہ خیراً۔ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکالا اور تشریف لائے اور مجھے نیکی کا موقعہ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حق پر ثابت قدم رکھے۔

مرکز محمدیؐ

(۱) مجاہد کالونی گلی نمبر ۱۔ اسٹیڈیم روڈ۔ کراچی نمبر ۱۲۔ (۲) پی ۲۵۷۔ محمدی اسٹریٹ نمبر ۱۴۔ ایوب کالونی فیصل آباد
(۳) [illegible] ۱۔ ۱۰۲۔ محلہ باغبانپورہ [illegible] (۴) رحمانیہ پنسار اسٹور۔ عبدالکریم بازار۔ کہروڑ پکا۔ ملتان

[illegible] شکریہ: ڈاکٹر عبدالغفار

Marfat.com

Marfat.com